انوارِ صوفیہ
یعنی
اخبار الاخیار شیخ عبد الحق محدث دہلوی

# انوارِ صوفیہ

اردو ترجمہ

اخبار الاخیار مصنفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جسمیں

برعظیم ہند و پاکستان کے تقریباً ۳۰۰ صوفیائے کرام
اور اولیائے عظام کے دلآویز حالات و کوائف اُنکے
ملفوظات و تصنیفات کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں،

از

محمد لطیف فریدی - ایم-اے

شعاعِ ادب لاہور

صفحات
٦١٦

- بار اول
- تعداد ۱۰۰۰
- اگست ۱۹۵۸ء
- ناشر: محمد حلیم

مطبوعہ استقلال پریس ، لاہور

قیمت سات روپے آٹھ آنے

○

عشق است در آسمان پریدن
صد پردہ بہر نفس دریدن،
اوّل نفس از نفس گسستن
آخر قدم از قدم بُریدن،
نادیدہ گرفتن این جہان را
مر دیدۂ خویش را ندیدن،
گفتم کہ دلا مبارکت باد
در حلقۂ عاشقان رسیدن،

شمس تبریزی

# فہرستِ نقول وحکایات

## اخبار الاخیار فی اسرار الابرار

# حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

| | |
|---|---|
| ولادت | ۹۵۸ھ ہجری بمقام دہلی |
| والدِ ماجد | شیخ سیف الدین سیفی قادری، مرید حضرت شیخ امان اللہ پانی پتیؒ۔ متوفی ۹۹۰ھ ہجری |
| سفرِ حجاز | ۹۹۶ھ ہجری |
| زیارتِ مدینہ طیبہ | ۹۹۸ھ ہجری |
| مراجعت بوطن | ۱۰۰۰ھ ہجری، دہلی میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا آغاز، |
| روحانی مرشد | والدِ ماجد شیخ سیف الدینؒ<br>حضرت سید موسیٰ قادریؒ<br>شیخ عبدالوہاب متقیؒ (مکہ معظمہ میں)<br>حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ |
| وفات | ۱۰۵۲ھ ہجری |
| مدفن | دہلی میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے احاطہ مزار کے قریب حوضِ شمسی کے کنارے، |

تاریخِ ولادت — شیخ اولیاء ۹۵۸

تاریخِ رحلت — فخرِ عالم ۱۰۵۲

## علمی خدمات

علومِ عقلی و نقلی پر کل تصانیف کی تعداد سو کے قریب ہے جن میں رسائل بھی شامل ہیں فنی موضوع کے اعتبار سے شیخ محدثؒ کی تصانیف مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت آتی ہیں:-

تفسیر۔ حدیث۔ تجوید۔ عقائد۔ فقہ۔ تصوّف۔ اخلاق۔ اعمال و اوراد۔ فلسفہ و منطق۔ نحو۔ تاریخ۔ سیر و تذکرہ۔ ذاتی حالات۔ خطبات۔ مکاتیب۔ اشعار۔

چند مشہور تصانیف:-

۱۔ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ (فارسی)

۲۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ (عربی)

۳۔ مدارج النبوّۃ (فارسی) رسولِ مقبولؐ کی مکمل حیاتِ طیبہ

۴۔ شرح سفر السعادت (فارسی)

۵۔ تکمیل الایمان و تقویۃ الایقان (فارسی) در ذکرِ عقائد

۶۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی) تاریخِ مدینہ منوّرہ

۷۔ اخبار الاخیار (فارسی) شیخ محدثؒ کی سب سے پہلی تصنیف ہے

۸۔ شرح فتوح الغیب شیخ جیلانیؓ (فارسی)

۹۔ ترجمہ غنیۃ الطالبین شیخ جیلانیؓ (فارسی)

۱۰۔ آداب الصالحین (فارسی)

۱۱۔ تحصیل التعرّف فی معرفۃ الفقہ والتصوّف (عربی)

۱۲۔ کتاب المکاتیب والرسائل (فارسی)

۱۳۔ ذکرِ ملوک (فارسی) تاریخ سلاطینِ ہند

۱۴۔ مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین (فارسی)

# پیش لفظ

زیار اگر نگہِ محرمانہ می خواہی    بکے بدامنِ مردانِ آشنا آویز (اقبال)

حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ کی بلند پایہ تصنیف اخبار الاخیار برِّ عظیم ہند و پاکستان کے علماء و مشائخ کا مشہور و معروف تذکرہ ہے جسے اپنی جاذبیّت، شگفتہ انداز اور نقد و تحقیق کے اعتبار سے قبولِ عام کی سند حاصل ہے۔ خلیق احمد صاحب نظامی لکھتے ہیں کہ "اخبار الاخیار، شیخ محدّث رحہ کے علمی تبحّر، اندازِ تحقیق اور وسعتِ مطالعہ کی بہترین آئینہ دار ہے، قرونِ وسطیٰ کے پورے مذہبی لٹریچر پر ان کی

نظر ہے، وہ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی پوری طرح تحقیق کرتے ہیں، عقیدت کہیں واقعات کی تحقیق میں مانع نہیں آتی، اصولِ اسناد کا استعمال شیخ رح نے نہایت سختی سے کیا ہے" ؎۱

اخبار الاخیار ایک قابلِ قدر تاریخی و ادبی یادگار ہونے کے علاوہ حکمت و نصائح اور پاکیزہ تعلیمات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اس میں سلسلۂ چشتیہ کے مقتدائے بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ سے لے کر مصنّف علیہ الرحمۃ کے زمانے تک کے ممتاز مشائخ و علماء اور صوفیانِ باصفا کے حالات و کوائف ان کے ملفوظات و تصنیفات کی روشنی میں بیان کیۓ گئے ہیں۔ کتاب میں تین سو کے قریب اُن صوفیائے کرام اور اولیائے عظّام کی مقدّس زندگیوں کی دلآویز داستانیں درج ہیں جو اس سرزمین میں رہے بسے اور جن کی اعلےٰ تعلیمات کے انوار سے ہند و پاکستان کا قدیم اسلامی عہد تابندہ و روشن ہے۔ ان مصلحینِ اُمّت نے نہایت اخلاص و دردمندی

---

؎۱ حیاتِ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی، ندوۃ المصنّفین دہلی ۱۹۵۳ء

سے اپنے عہد کے مسلمانوں کے اخلاق ، مذہبی رجحانات اور معاشرت و سیاست کی اصلاح کا کام انجام دیا اور بیباکی و حق گوئی سے سلاطینِ وقت و اُمرائے سلطنت کے افعال و کردار کو تنقید کا نشانہ بنائے رکھا۔

اخبار الاخیار فارسی کے مطبوعہ نسخے بہت کمیاب ہیں۔ مطبع مجتبائی، دہلی میں یہ کتاب دو مرتبہ (۱۳۰۹ھ ہجری و ۱۳۳۲ھ ہجری میں) طبع ہوئی تھی۔ اس مطبع کا دوسرا ایڈیشن (طبع ۱۳۳۲ھ ہجری) کہیں کہیں دیکھنے میں آتا ہے۔ مطبع محمدی دہلی (طبع ۱۲۸۳ھ ہجری) اور مطبع ہاشمی میرٹھ (طبع ۱۲۷۸ھ ہجری) کے نسخے اِس وقت بالکل نادر الوجود ہیں۔ راقم سطور مؤخر الذکر نسخے کے لئے محبّی جناب عالمگیر شجاع صاحب کا رہینِ منّت ہے کہ اُنھوں نے اپنے ذاتی کُتب خانے سے یہ نادر نسخہ عاریتاً مرحمت فرمایا۔ مطبع محمّدی کا نسخہ چونکہ بعینہٖ اسی نسخے کی نقل ہے لہٰذا موازنہ و مقابلہ کے لئے میں نے صرف مجتبائی (۱۳۳۲ھ ہجری) اور ہاشمی (۱۲۷۸ھ ہجری) کے نسخوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ہر چند یہ دونوں نسخے بجائے خود اسقام سے خالی نہیں لیکن تقابلی مطالعہ سے اکثر مشکلات

رفع ہو جاتی ہیں اور متن کی صحت متعین ہو جاتی ہے۔ ترجمۂ کتاب
میں بخوفِ طوالت لنسخہ بدل درج کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔

انوارِ صوفیہ کی مجوّزہ تقطیع کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی
ضخامت کو حتی الوسع محدود رکھنا ضروری تھا، لہذا اس مجبوری
کی بنا پر طویل بیانات کا ترجمہ کرنے میں بعض عبارات کو
بالقصد قلم انداز کر دینا پڑا۔ لیکن یہ عمل انتہائی احتیاط سے
کیا گیا ہے اور کتاب کی تاریخی، تحقیقی اور معنوی حیثیت میں مطلق کوئی
فرق نہیں آیا۔ مزید برآں مجموعی طور پر کتاب کی دلچسپی و
افادیّت کو ہر قدم پر ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

راقم الحروف اس ترجمے کی تکمیل کے سلسلے میں کرمفرمائے
مخلص مولوی شمس الدّین صاحب تاجر کتب لاہور کا خصوصیّت
سے سپاس گذار ہے۔ موصوف کو چونکہ کتبِ تصوّف سے
خاصا شغف ہے اس لئے ان کی وساطت سے وقتاً فوقتاً
تصوّف کے موضوع پر بعض نادر و اہم تصانیف دیکھنے کا موقع ملا
جن کا مطالعہ مشعلِ راہ ثابت ہوا اور کام میں بہت سہولت
پیدا ہو گئی۔

اخبار الاخیار کا اُردو ترجمہ ناظرینِ کرام کے سامنے ہے۔

اربابِ فن اس قسم کے تراجم کی مشکلات سے بخوبی واقف ہیں، لہذا میں اِس بارے میں کچھ عرض کرنا مناسب نہیں سمجھتا ع

درشہر آبگینہ فروش است وجوہری ؛ اگر اِن اوراق کے مطالعہ سے اہلِ دل کو حضورِ قلب اور سرورِ باطن نصیب ہو اور عام اُردو دان طبقے کو کتاب کے عظیم مطالب سے آشنائی حاصل ہو تو میں سمجھوں گا کہ ترجمے کا اصل مقصد پورا ہو گیا۔ ع

صحبتِ اہلِ صفا نور و حضور و سرور

محمد لطیف فریدی

لاہور
۲۱ جولائی ۱۹۵۸ء

# اخبار الاخیار فی اسرار الابرار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر ہے اس واہب العطیات پاک اور بزرگ کا جس کی بخشش کی کوئی انتہا نہیں اور جس کی نعمتوں کا شکر حیطۂ امکان سے باہر ہے۔ نعمتوں میں سب سے اول نعمتِ وجود ہے اور باقی سب نعمتیں اس کے بعد مشہود ہیں۔ چونکہ نعمتِ ہستی دائم ہے لہذا دوامِ نعمت کو دوامِ شکر لازم ہے۔ پس ایسا کون ہے جو ایک ہی نعمت کے شکر سے عہدہ برآ ہو کہ پھر دوسری نعمتوں کا شکر ادا کرے قطعہ

عقل در اندیشہ فرو شد مگر | شکرِ خداوند تعالیٰ کند
دید کہ ہرگز نتواند کہ آں | لائقِ آں درگہِ والا کند
تا ابدالدہر ز شرمندگی | سر نتوانست کہ بالا کند

خدا کی انہی نا متناہی نعمتوں میں سے ایک نعمت سانس ہے جو ہر لمحہ بے کمی وکوتاہی جاری رہتا ہے کہ جس کی آمد و شد میں ہزاروں نعمتیں موجود ہیں اور جس کے حصر و احصا میں عقل گم ہے فَسُبْحَانَ مَنْ جَلَّتْ قُدْرَتُهٗ وَدَقَّتْ حِكْمَتُه

ایک اور نعمت راتب ہر روزہ ہے جو صبح و شام بطریق ادرار تجھ کو پہنچتا ہے، نظر کر اور اس کے اسباب و آلات کو غور سے دیکھ۔ فَسُبْحَانَ مَنْ تَمَّتْ حِكْمَتُهٗ وَعَمَّتْ نِعْمَتُهٗ

دوسری تمام نعمتوں مثلاً مآکل، مشارب، ملابس، مآرب، مجالس، مساکن، موارد، مواطن اور تمام نعمت ہائے سماوی و ارضی و علوی و سفلی و رُوحانی و جسمانی و ظاہری و باطنی کو غور سے دیکھے، اور اپنی قوّتِ فکریہ کو خدائے علیم قدیر کی تخلیق و تقدیر و تربیت و تدبیر میں صرف کرے تو سوائے سکوت و حیرت کے اور کیا ملے گا اور عجز و بندگی کے سوا اور کیا ہوگا . . .
یہ سب کچھ تیرے ہی واسطے ہے تاکہ تُو اس کی یاد میں محو رہے اور درگاہِ بے نیازی میں ارادت سے آئے فَسُبْحَانَ مَنْ لَّا حَصْرَ لِاٰلَآئِهٖ وَلَا اِحْصَاءَ لِنَعْمَائِهٖ

جس طرح خالقِ موجودات کا شکر و سپاس حیطۂ امکان و احاطۂ انسان سے خارج ہے سیّدِ کائنات ؐ کی مدح و ثنا بھی شرح و بیان کی مجال سے باہر ہے۔ وہ اوّل میں باعثِ خلقتِ آدم ہیں، آخر میں واسطۂ ہدایتِ بنی آدم، باطن میں مربّیِ ارواح، ظاہر میں متمّمِ اشباح، کاسرِ ارکان ادیان و دول،

ناسخِ احکامِ ملل ونحل، فصِّ خاتمِ وجود، نقشِ فصِّ معرفت وشہود، مقصودِ معتکفان، مقصورۂ افلاک، مقصدِ سالکان، مطمورۂ خاک، متمّمِ مکارمِ اخلاق، مکمّلِ کاملانِ آفاق، حاجزِ منزلینِ وجود و عدم، برزخِ بحرینِ حدوث وقدم، جامع نسخۂ امکان و وجوب، موجبِ رابطۂ طالب ومطلوب، عزیزِ مصرِ صمدیّت، مالکِ مملکتِ احدیّت، مظہرِ حقیقتِ فردانیت، مظہرِ صورتِ رحمانیت، سرِّ مکتومِ غیبِ لاہوت، طلسمِ معلومِ گنجِ جبروت، مروجِ ارواحِ ملکوتیہ، مزینِ اشباحِ ناسوتیہ، بدایتِ خطِّ ولایت، نہایتِ دائرۂ نبوّت، مظہرِ اتم، رحمتِ اعمّ، عقلِ اوّل، ترجمانِ ازل، نورِ انوار، سرِّ اسرار، ہادیِ سُبُل، سیّدِ رُسُل، نورِ اسنیٰ، سرِّ الٰہی، حبیبِ اعلیٰ، صفیِ اصفیٰ مُحَمَّدْ مُصْطَفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ،

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِہٖ

اور اسی قیاس پر اُن کی آلِ کامل الاحوال کے کمالات اور اصحابِ وافر النصاب کی صفات اور ائمّہ اہل کرم کی انواعِ نعم واصنافِ احسان، حصر و احصا سے باہر اور حیطۂ استیفا و استقصا سے خارج ہیں۔ سب اُسی دریا کی لہریں اور اُسی آفتاب کے چاند ہیں، جو فیض کہ آج تک جاری ہے اور جو نُور کہ دین میں چمک رہا ہے اُنہی کی وساطت سے ہے، ہر نہر کی علیحدہ آب داری اور ہر چاند کی علیحدہ تابداری ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کتابِ فضل کی ایک علیحدہ فصل اور ایک نیا باب ہے۔ کوئی صدق وسداد کے ساتھ موصوف ہے اور کوئی عدل و داد سے معروف،

کوئی سجیۂ حیا سے موسوم ہے اور کوئی علمِ بے انتہا سے معلوم۔ خلافت نامۂ خاتمِ نبوّت، خاتمِ ولایت کی مہر سے تمام ہوا اور دورِ خلافت کا اختتام ہوا۔

اس کے بعد خاتمِ ولایت سے کہ جس پر شجرۂ علم و ہدایت منتہی ہوتا ہے اتنے شعب و شجرات و فروع و ثمرات پیدا ہوئے کہ درختِ طوبیٰ کے مثل اُن کے کمالات ہر طرف سایہ فگن ہوئے اور تمام عالم جمالِ ولایت کے نُور سے منوّر ہوگیا خصوصاً آنحضرت کی اولادِ امجاد اور احفادِ عالی نژاد جنھوں نے بحکمِ وراثتِ حقیقی و مناسبتِ ذاتی کل کمالات کا وافر نصیب اور کامل ترفیض پایا اور بحکمِ عصمتِ ذاتی، ولایتِ معنوی کا عَلَم بلند کر کے ریاستِ ظاہری کو دوسروں کے لئے چھوڑ دیا۔ نُورِ ولایت کبھی خاندانِ نبوّت سے جُدا نہیں ہوتا اور فلکِ ولایت کو ان قطبوں کے بغیر ہرگز قرار نہیں۔

پھر ان قُطبوں میں سے جس کو چاہا قُطبِ اقطابِ عالم اور غوثِ بنی آدم اور مرجعِ ثقلین اور مشہورِ مغربین بنا دیا اور وہ محیِ دین اور مجدّدِ شرعِ متین ہوا۔ اگرچہ جمالِ محمدؐ تمام آلِ محمدؐ میں تابان ہے لیکن یہاں اور ہی جمال اور اور ہی کمال ہے۔ جمال جمالِ محمدؐ ہے اور کمال کمالِ محمدؐ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّد ؎

عالم ظہورِ نُورِ کمالِ محمدؐ ست
آدم مثالِ حسن و جمالِ محمدؐ ست

از آفتابِ روزِ قیامت چہ غم بود
آن را کہ در پناہ ظلالِ محمدؐ ست

اے غرقۂ گناہ ز طوفانِ غم مترس
کشتیِ نوح عصمتِ آلِ محمدؐ ست

اَمَّا بَعْد فقیر حقیر عبد الحق بن سیف الدین الترک الدہلوی البخاری عرض پرداز ہے کہ اربابِ عقل و اصحابِ نظر پر جو زمرۂ اہلِ خبرت و اعتبار سے ہیں یہ بات محقق و مقرر ہے کہ مؤثر ترین حالات بلکہ افضل ترین عبادات، اہلِ کمال کی مصاحبت اور مقربانِ درگاہ ذوالجلال کی ہم نشینی ہے کیونکہ اُن کی استقامتِ احوال کا مشاہدہ سالک کو ہمت بخشتا ہے جس سے سخت عبادتیں اور دشوار ریاضتیں جو اِس طریق کے سلوک میں لازم ہیں۔ آسان ہوجاتی ہیں، بلکہ اُن بزرگوں کے معائنہ جمال سے دل میں ایک نُور پیدا ہوتا ہے جس سے شک و شبہ کی ظلمت جو علتِ بُعد و حجاب ہے زائل ہوجاتی ہے . . . لیکن کاملوں کی دولتِ صُحبت اور عارفوں کے مشاہدۂ جمال سے محروم ہونے کے بعد ان کے حالات کا مطالعہ اور اُن کے آثار کی پیروی، ہمت فزائی، اور ظلمت کے دُور کرنے میں وہی تاثیر رکھتی ہے جیسے کہ اُن کی صحبت و ہم نشینی، بلکہ یہ بھی ایک قسم کی صحبت ہے . . . اطمینان و ثبات و نصیحت و عبرت کے علاوہ اس کے بہت فوائد و منافع ہیں۔ اوّل یہ کہ اولیاء اللہ کا وجود ایک ایسی رحمت ہے جس میں سب شامل ہیں اور ایک ایسی نعمت ہے جس سے ہر شخص واصل ہے۔ پس وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کر) کے بموجب اُن کے مناقب و فضائل کا ذکر جو درحقیقت اس نعمتِ عظمیٰ و عطیۂ کبریٰ کا شکریہ ہے، ضروری ہوجاتا ہے اور ان صفا کیشوں سے اعتقاد و محبت

واجب ولازم **رُباعی**

ہر کس کہ کمالِ اولیا را نہ شناخت
این نعمتِ خاصِ بے بہارا نہ شناخت
پس شُکر نگفت وحُبّ ایشان نگزید
می داں بہ یقین کہ اُو خدا را نہ شناخت

چونکہ دیارِ عرب، وعجم کے مشائخ کا تذکرہ اربابِ معارف کی کُتب و صحائف میں مذکور ہے خاطر فاتر میں یہ خیال پیدا ہؤا کہ اِن اوراق میں جو کچھ اخبار و آثار تحریر کئے جائیں وہ حضرت پیرِ دستگیر شیخ العالم والغوث الاعظم فرد الاحباب قُطب الاقطاب غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ عنہ کے ذکر کے بعد صرف اِس ملک کے مشائخ سے مخصوص ہوں یعنی ملکِ ہندوستان جو غُربار و محبّان و دوستانِ خدا کا خاص مقام ہے، کیونکہ اگرچہ ان میں سے بعض مشاہیر کے احوال مسطور ہو چکے ہیں لیکن اکثر دوسرے مشائخ وعلمار و اتقیا کے حالات، جو زمانہ ابتدائے فتح اسلام سے جبکہ ان بزرگوں کا اِس ملک میں ظہور ہؤا ہر عصر اور ہر عہد میں مشہور و معروف رہے ہیں، کسی خاص کتاب میں بالتفصیل درج نہیں، اور محض کسی تقریب و وسیلہ سے بعض ملفوظات و رسائل میں مذکور ہیں یا خواص وعوام میں مشہور ہیں، اِس کے علاوہ ان متاخرین صوفیہ کے احوال و اوصاف جو اِس زمانے کے قریب ہیں ابھی تک تحریر میں نہیں آئے اور صرف معاصرین کے زبان زد ہیں ۔ پس حضرت خواجۂ بزرگ معین الدین

قدس اللہ سرہ، کے ابتدائے زمانہ سے ۹۹۹ھ کے انتہا تک (جو اس کتاب کی تاریخِ تحریر ہے) اولیا، اصفیا، عرفاء، مشائخ، بزرگانِ دین، اور مقتدایانِ اربابِ یقین کے جو احوال کتب ورسائل وملفوظاتِ مشایخِ چشتیہ وغیرہم میں نظر آئے، نیز اُن ثقہ راویوں سے سُنے گئے جن کا صدق مسلّم ہے، کامل تحقیق وتفتیش اور کدوکاوش کے بعد جو کاتبانِ تاریخ اور اہلِ اخبار کے لئے ضروری ہے، اِس صحیفۂ شریفہ میں درج کئے گئے ہیں ... اس لحاظ سے اس کتاب کا نام اخبار الاخیار فی اسرار الابرار رکھّا گیا۔ ہر ایک بزرگ کی تعریف وتوصیف میں حد و اندازہ کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اور مبالغہ سے قطع نظر کرکے جو کچھ مناسبِ حال تھا بیان کیا گیا ہے، اور اُن کی تصنیفات وتالیفات اور مکاتیب ورسائل میں جو کچھ معاملاتِ طریقت ومکاشفاتِ حقیقت یا وعظ ونصیحت وارشاد وتربیت سے متعلق نظر آیا اس میں سے کچھ قلمبند کیا گیا ہے۔

## طبقۂ اوّل

خواجۂ بزرگ حضرت معین الدّین چشتی قدس سرّہٗ جو اس ملک کے سرحلقۂ مشائخِ کبار اور اقدم سلسلۂ چشتیہ ہیں اور اُن کے معاصر خلفاء و مریدین وغیرہم کے ذکر پر مشتمل ہے۔

## طبقۂ دوم

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ اور اُن کے معاصرین ومُریدین کے لئے مخصوص ہے۔

## طبقۂ سوم

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ اور اُن کے معاصرین سے متعلق ہے، اور پھر اسی ترتیب سے اپنے زمانے تک لکھا گیا ہے رحمۃ اللہ عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن

اس کے بعد بعض مجذوبوں اور بزرگ عورتوں کا تذکرہ بلالحاظِ تقدّم و تأخر کیا گیا ہے، خاتمہ میں کاتبِ حروف کے بعض اسلاف کا مجمل تذکرہ ہے رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم اور والد ماجد قدس سرہٗ کا مفصّل حال لکھا ہے۔ آخر میں کچھ اپنا ماجرا بیان کر کے مُجیب الدّعوات کی درگاہ میں مُناجات اور سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت پر کتاب کو ختم کیا ہے۔

الحق یہ ایک ایسا مجموعہ ہے کہ اگر کوئی فقیر اس کے ساتھ اپنے وقت کو خوش کرے تو بجا ہے اور اگر کوئی سالک اس سے اپنا مطلوب طلب کرے تو اُمّید ہے کہ وہ حرمان سے دوچار نہ ہوگا، شاید کہ قبولِ درگاہ سے مقبول ہو اور حصولِ مقصود سے موصول،

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجْمَعِیْنَ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ

# حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضؓ

آپ کا شمار اہل بیت کے اولیائے کامل اور سادات حسنیہ کے بزرگان اعظم میں ہے، آپ عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مرتضیٰ کی اولاد سے ہیں، آپ کی نسبت قصبہ جیل سے ہے کہ اس کو جیلان اور گیلان بھی کہتے ہیں، ولادت باسعادت ۴۷۰ ہجری میں ہوئی، ایک روایت کے مطابق سالِ ولادت ۴۷۱ ہجری ہے، آپ نے عمر شریف کے ۳۳ سال تدریس و فتویٰ میں اور ۴۰ سال نصیحت و ارشاد میں صرف کئے، حضرت غوث الاعظم رضؓ نے ۹۰ برس کی عمر پائی اور ۵۶۱ ہجری میں رحمتِ حق سے پیوست ہو گئے۔

۴۸۸ہجری میں جب کہ عمر شریف ۱۸ سال کی تھی آپ بغداد میں جلوہ افروز ہوئے اور بزرگان امت، شیوخ، ائمہ کرام، علمائے سنت اور پیشوایان دین کی صحبت سے مستفید ہوئے، آپ نے کلام مجید کو روایت و درایت اور رموز و اسرار کے ساتھ پڑھا اور اس وقت کے بڑے بڑے محدثین، علمائے مستند اور فضلائے معروف سے احادیث نبوی کا مطالعہ کیا، تحصیل علوم میں ہر حیثیت سے بغداد کے تمام مشاہیر بلکہ ملک کے تمام علماء سے سبقت لے گئے، تب خدائے عزوجل نے آپ کی ولایت کو لوگوں پر ظاہر کر دیا اور خواص و عوام کے قلوب میں آپ کی عظمت و بزرگی جاگزین ہوگئی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کے مرتبے پر فائز کر دیا، اور دنیا کے تمام فقہا، علماء، طلبہ اور فقرا کو آپ کی درگاہ عالیہ کی طرف رجوع کر دیا اور تمام اولیائے زمانہ، حاضر، غائب، قریب، بعید، ظاہر و باطن آپ کے زیر نگین ہوگئے۔

منقول ہے کہ ایک دن حضرت غوث الاعظمؒ کو جامع مسجد میں چھینک آئی۔ اس پر حاضرین میں سے یرحمک اللہ اور یرحمک ربک کی اس قدر آوازیں بلند ہوئیں کہ خلیفہ مستنجد باللہ نے جو اس وقت مسجد کے حجرے میں فروکش تھا مصاحبین سے دریافت کیا کہ یہ کیا شور ہے۔ جواب ملا کہ شیخ عبدالقادر کو چھینک آئی تھی اور لوگوں نے ان کے حق میں دعا دی ہے۔

حضرت غوث الثقلینؒ کے علمی کمالات کے متعلق روایت ہے کہ ایک روز کسی قاری نے آپ کی مجلس میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی، آپ نے

اس آیت کی تفسیر میں پہلے ایک معنی بیان فرمائے، اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت کے گیارہ معانی بیان فرمائے، اس کے بعد دیگر حقائق کا ذکر شروع کیا اور اس طرح چالیس حقائق تک تعلیم فرمائی، ہر معنی کے ساتھ سند بیان کی اور تمام حقائق کی تائید میں دلائل دیئے اور ہر دلیل کی تفصیل بیان فرمائی جس سے حاضرین دم بخود رہ گئے، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب ہم حال کو چھوڑ کر قال کی طرف آتے ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ زبان مبارک سے اس کلمے کا نکلنا تھا کہ حاضرین کے دل میں شورش و اضطراب برپا ہو گیا اور گریبان چاک کر کے صحرا کی جانب بھاگنے لگے۔

ایک مرتبہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں پچیس سال تک ترکِ دنیا کی خاطر عراق کے جنگلوں اور ویرانوں میں مارا مارا پھرتا رہا۔ حالت یہ تھی کہ نہ کوئی شخص مجھے پہچانتا تھا اور نہ میں کسی سے آشنا تھا، غیب کے لوگ اور جنات میرے پاس آتے اور میں ان کو طریقت کی تعلیم دیتا تھا، چالیس سال تک فجر کی نماز عشا کے وضو سے پڑھتا رہا، پندرہ سال تک نماز عشا ادا کرنے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہا اس طرح کہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر اور ایک ہاتھ سے دیوار کی کھونٹی پکڑ کر قرآن کی تلاوت کا آغاز کرتا اور صبح ہونے تک ختم کر دیتا۔ تین سے لے کر چالیس دن تک گذر جاتے کہ خورد و نوش اور راحت و خواب سے محروم رہتا۔ گیارہ سال تک برج بغداد میں جس کو میرے

طویل قیام کی وجہ سے بُرج عجمی کہتے ہیں یادِ حق میں مشغول رہا، اس دوران میں خدا سے عہد کرتا رہتا کہ جب تک غیب سے کھانے کو نہ ملے گا ہرگز کوئی چیز نہیں کھاؤں گا، اس حالت میں کافی عرصہ گزر جاتا اور میں اپنے عہد پر قائم رہتا تھا، میرا دعوےٰ ہے کہ میں نے آج تک خدا سے کوئی عہد باندھ کر نہیں توڑا۔

ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ کسی سفر میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے استدعا کی کہ مجھے اپنی صحبت میں شامل کر لیا جائے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی حال میں بھی صبر اور دوستی کا دامن نہ چھوٹنے پائے، ایک دفعہ وہ شخص مجھے ایک جگہ بٹھا کر کہیں چلا گیا اور یہ وعدہ کر گیا کہ جب تک میں نہ آؤں اس جگہ سے نہ جانا، سال بھر اسی حال میں گزر گیا اور وہ شخص نہ آیا، میں حسبِ وعدہ وہیں بیٹھا رہا، پورا ایک سال گزر جانے پر وہ آیا اور مجھ کو اسی جگہ بیٹھے پایا، پھر اُس نے ویسا ہی ایک وعدہ کیا اور چلا گیا، الغرض یہ واقعہ تین دفعہ پیش آیا، آخری دفعہ جب وہ آیا تو اس کے پاس روٹی اور دودھ تھا، اس نے کہا کہ میں خضر ہوں اور مجھ کو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تمھارے ساتھ کھانا کھاؤں، چنانچہ ہم نے کھانا کھایا، پھر اُس نے کہا اب اٹھو اور بغداد جا کر قیام کرو اور سفر و سیاحت کو خیرباد کہو، حاضرین نے پوچھا کہ اس تین سال کی مدّت میں کھانے پینے کا کیا ڈول تھا، آپ نے فرمایا کہ جو کچھ غیب سے مل جاتا اور زمین پر پڑا پاتا اسی پر بسرِ اوقات کرتا۔

حضرتؒ کی مجلسِ وعظ میں چار سو آدمی قلم دوات لئے بیٹھے رہتے تھے اور جو ان سے سنتے وہ لکھ لیتے تھے، آپ نے فرمایا کہ میں نے شروع میں رسول اکرمؐ

اور حضرت مرتضیٰؓ کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے مجھے بولنے کا حکم دیا اور میرے منہ میں لعاب دہن ٹپکایا، اس طرح مجھ پر سخن کے دروازے کھولدیئے گئے۔

نقل ہے کہ حضرت غوث اعظمؓ کی مجلس کبھی یہود و نصاریٰ وغیرہ سے جو آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے اور قزاق، بدعتی اور ما ہبی مفسدہ پردازوں سے جو دست حق پرست پر توبہ کرتے تھے خالی نہ ہوتی تھی، پانسو سے زائد یہود و نصاریٰ اور لاکھ سے زیادہ دوسری جماعتوں کے لوگ آپ کے ہاتھوں تائب ہوئے اور فسق و فجور کی زندگی سے باز آئے۔ اس کے علاوہ عام خلقت کی فیض یابی کا کوئی شمار نہیں۔

روایت ہے کہ حضرت جب منبر پر رونق افروز ہوتے تو فرماتے "اے غلام! جب میں بیٹھتا ہوں تو حاضر ہونے میں دیر نہ کر، یہاں خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے، یہاں مراتب اعلیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔ اے توبہ کے طلبگار! بسم اللہ میرے پاس آ۔ اے بخشش کے طالب! میرے پاس آ۔ اے طالب اخلاص! میرے پاس آ۔ ہفتے میں ایک بار آ، اگر نہ آسکے تو مہینے میں ایک بار آ۔ اگر ایسا نہ کرسکے تو سال میں ایک بار آ۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو زندگی میں ایک بار آ اور ہزاروں نعمتوں سے مستفیض ہو۔ اے عالم! ہزاروں ہیبتوں کا راستہ طے کرکے آ تاکہ تو مجھ سے ایک قول سنے اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل، زہد، پارسائی اور احوال پر نظر نہ رکھ تاکہ تو مجھ سے اپنا نصیب لے سکے، میری مجلس میں ملائکہ، اولیاء اور غیب کے لوگ آتے ہیں تاکہ وہ مجھ سے بارگاہ کبریا میں تواضع کے آداب سیکھیں، حق تعالےٰ نے کوئی نبی اور ولی پیدا نہیں کیا جو بصورت زندگی

جسمًا اور بصورت موت رُوحًا میری مجلس میں شریک نہ ہوا ہو"
آپ فرماتے تھے کہ میری گفتگو مردانِ غیب سے ہے جو کوہ قاف کے عقب سے حاضر ہوتے ہیں، ان کے قدم ہوا میں اور ان کے دل پروردگار کی آتش شوق اور شعلہ عشق میں سوزاں ہوتے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ اس وقت مجلس میں آپ کے فرزند سید عبدالرزاق آپ کے قدموں میں منبر کے آخری پایہ پر تشریف رکھتے تھے، انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مبہوت رہ گئے، پھر بے ہوش ہو گئے اور ان کے لباس اور دستار کو آگ لگ گئی، حضرت منبر سے نیچے آئے اور آگ کو فرو کیا، پھر فرمایا "اے عبدالرزاق تو بھی ان میں سے ہے" مجلس کے ختم ہونے پر آپ نے شیخ عبدالرزاق سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی، انھوں نے عرض کیا کہ جس وقت میں نے اوپر نگاہ کی تو دیکھتا ہوں کہ ہوا میں مردانِ غیب ساکت و مدہوش کھڑے ہیں اور تمام افق ان سے بھرا ہوا ہے، ان کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی ہے ان میں سے بعض تو فریاد کر رہے ہیں، بعض وجد و ذوق میں ہیں، بعض اپنی جگہ پر قائم ہیں اور بعض زمین پر گر رہے ہیں۔
منقول ہے کہ آپ عہد رضاعت میں رمضان کے دنوں میں ماں کا دودھ پینا ترک کر دیتے تھے۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ شرفاء کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو ماہ رمضان میں دودھ نہیں پیتا۔
ایک مرتبہ حضرتؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ولی اللہ ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: "میں دس برس کا تھا کہ گھر

سے مکتب کو جایا کرتا تھا، راستے میں دیکھتا تھا کہ میرے اردگرد فرشتے چلے جا رہے ہیں، جب میں مکتب پہنچتا تو وہ بچوں سے کہتے "ولی اللہ کے لئے جگہ دو"۔
اس دوران میں ایک دن مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جس کو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، اس نے ایک فرشتے سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے جس کی اتنی تعظیم کرتے ہو، فرشتوں نے جواب دیا "اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے جو عظیم الشان رتبے کا مالک ہوگا، طریقت میں یہ ایک ایسی ہستی ہے جس کو بے روک ٹوک نعمتیں عطا کی جاتی ہیں، جس کو بغیر کسی حجاب کے روحانی مراتب دیئے جاتے ہیں اور جس کو بلا حیل و حجت تقرب حاصل ہے"۔ چالیس سال کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ سائل اپنے زمانے کے ابدال میں سے تھا"۔

پھر فرمایا کہ بچپن میں ایک دفعہ حج کے روز میں شہر سے باہر نکل گیا اور کسانوں کی ایک گائے کے پیچھے دوڑنا شروع کیا۔ گائے نے پلٹ کر دیکھا اور کہا: "یا عبدالقادر! تجھے اس قسم کے کاموں کے لئے نہیں پیدا کیا، اور تجھے ایسی باتوں کا حکم نہیں ہوا"۔ میں یہ سن کر ہانپتے کانپتے گھر پہنچا اور بالاخانے پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ میدان عرفات میں کھڑے ہیں تب میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آیا اور ان سے اجازت مانگی کہ بغداد جا کر تحصیل علم کروں اور صالحین کرام رضی کی زیارت حاصل کروں، نیز آپ نے فرمایا کہ جونہی میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا قصد کرتا تھا تو غیب سے ایک آواز سنائی دیتی تھی کہ "اے مبارک میری طرف آ"، پس میں ڈر کے مارے بھاگ جاتا اور والدہ کی آغوش میں چھپ جاتا، اب وہی آواز میں ہمیشہ

اپنی تنہائیوں میں سنتا ہوں۔

شیخ علی بن ہیتی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانے میں کسی کو شیخ عبدالقادرؒ سے بڑھ کر صاحب کرامت نہیں پایا، جس وقت جو اُن سے کرامت کا مشاہدہ کرنا چاہے کر لیتا ہے، خرقِ عادت کبھی خود انہی سے ظاہر ہوتی ہے کبھی ان کے متعلق اور کبھی ان کے ذریعہ سے۔

منقول ہے کہ آنحضرت جب شہرت تمام حاصل کر چکے تھے تو ایک بار حج کو تشریف لے گئے، بغداد کے قریب موضع حِلّہ میں پہنچے تو فرمایا کہ یہاں کوئی ایسا گھر تلاش کیا جائے جو ناداری، بے کسی اور گمنامی میں سب سے بڑھا ہوا ہو تاکہ میں وہاں منزل کروں، ہر چند وہاں کے اکابر اور رؤسار نے آپ کی آمد پر قیام کے بہترین انتظامات کئے اور آپ سے شرف نزول کی التماس کی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ سخت جستجو کے بعد ایک گھر ملا۔ جس میں ایک بوڑھا، بڑھیا اور ان کی ایک بیٹی رہتی تھی۔ آنحضرت نے بوڑھے سے اجازت لے کر رات کو ان کے گھر قیام فرمایا۔ نقدی، اجناس اور حیوانات کے جو بے شمار ہدیئے اور نذرانے پیش ہوگئے آپ نے ان سب سے دست کشی فرمائی اور اس بوڑھے کو عطا فرمائے، آپ کی موافقت میں مصاحبین نے بھی اپنا تمام مال و اسباب بوڑھے کو بخش دیا اور حق تعالےٰ نے آپ کے قدوم سعید کی برکت سے اس گھر کو دولت مند اور مالا مال کر دیا۔

نقل ہے کہ غوث اعظمؒ کے پاس ایک تاجر آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نقدی ہے جو مال زکوٰۃ نہیں، میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم فقرار و

مساکین میں تقسیم کروں لیکن مجھے مستحق اور نامستحق کی پہچان نہیں، آنحضرت جس کسی کو مستحق خیال فرمائیں دے دیں، آپ نے ارشاد فرمایا "جس کو تو چاہے دیدے خواہ وہ مستحق ہو یا غیر مستحق، کیونکہ حق تعالیٰ جب تجھے دیتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ تو اس کا مستحق ہے یا نہیں"!

منقول ہے کہ ایک روز آنحضرت نے ایک فقیر کو دیکھا کہ شکستہ خاطر ایک گوشے میں بیٹھا ہوا ہے، آپ نے پوچھا "تیرا کیا حال ہے اور کس خیال میں بیٹھا ہے"! اس نے جواب دیا کہ دریا کے کنارے گیا تھا اور میرے پاس کچھ نہ تھا کہ ملاح کو دوں اور کشتی میں سوار ہو کر پار اتر جاؤں۔ ابھی فقیر اپنی بات بھی ختم نہ کرنے پایا تھا کہ ایک شخص تھیلی لے کر حاضر ہوا جس میں تیس دینار تھے، حضرت شیخؒ نے وہ تھیلی فقیر کو عطا کر دی کہ اسے لے جا کر ملاح کو دیدے۔

مشائخ سے منقول ہے کہ ایک بار انھوں نے حضرت غوث الاعظمؒ سے استفسار کیا کہ اگر کوئی شخص آپ کا ارادت مند ہو جائے مگر وہ بیعت نہ کرے اور آپ کے دست مبارک سے خرقہ نہ پہنے تو کیا وہ شخص آپ کے اصحاب میں شمار ہوگا اور ان کی فضیلتوں میں شریک ہوگا یا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنے آپ کو میرے ساتھ منسوب کیا اور میرے ارادت مندوں کے حلقے میں شامل ہوگیا حق تعالیٰ اسکو قبول کرتا ہے اور اس پر رحمت فرماتا ہے اگرچہ اس کا طریقہ ناپسندیدہ کیوں نہ ہو، ایسا شخص میرے اصحاب اور مریدوں میں سے ہے اور میرے پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے وعدہ کیا ہے کہ میرے تمام اصحاب، اہل مذہب، میرے طریق پر چلنے والوں اور میرے محبوں کو بہشت میں جگہ دے گا۔

روایت ہے کہ شیخ عدی بن مسافر نے ایک موقع پر فرمایا "اصحاب مشائخ میں سے جو کوئی مجھ سے خرقہ طلب کرتا ہے میں دے دیتا ہوں اور میں اس شخص کو ایک نظر نہیں دیکھتا سوائے شیخ محی الدین عبدالقادرؒ کے اصحاب کے کیونکہ وہ لوگ رحمتِ خداوندی کے دریا میں غرق ہیں اور کوئی شخص دریا کو چھوڑ کر حوض کی طرف نہیں دیکھتا۔" واللہ اعلم بالصواب۔

اب ہم مشائخ ہند کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔

## طبقۂ اوّل

# حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

اس ملک کے مشائخ بزرگ کے پیشوا اور سلسلۂ چشتیہ کے بانی تھے،
آپ کی حیات ہی میں آپ کے خلفاء اور مریدوں وغیرہ کا سلسلہ قائم ہو گیا
تھا، بیس سال تک آپ خواجہ عثمان ہارونیؒ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف
رہے، سفر و حضر میں ان کے جامۂ خواب کی نگہداشت کرتے، پھر خلافت
کے انعام سے مشرف ہوئے۔ پتھورا رائے کے عہد حکومت میں اجمیر

آئے اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ پتھورا رائے خود بھی ان دنوں اجمیر میں تھا۔ ایک دن پتھورا نے حضرت خواجہؒ کے ایک مسلمان عقیدت مند کو کسی وجہ سے تنگ کیا۔ وہ شخص خواجہ کی خدمت میں فریادی ہوا، خواجہؒ نے اس کی سفارش میں پتھورا کو ایک پیغام بھیجا۔ پتھورا نے شیخ کے پیغام کی مطلق پروانہ کی اور کہا کہ دیکھو یہ شخص یہاں آیا ہوا ہے اور بیٹھے بیٹھے غیب کی باتیں کہتا ہے۔ جب یہ ماجرا خواجہؒ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا۔

"پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم"

ہم نے پتھورا کو زندہ پکڑ کر دے دیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انہی دنوں غزنین سے سلطان معزالدین سام (عرف سلطان شہاب الدین غوری) نے لشکر کشی کی، پتھورا نے لشکرِ اسلام کا مقابلہ کیا اور بالآخر معزالدین سام کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ اس فتح کے بعد یہ ملک اسلام کے نور سے منور ہو گیا اور کفر و فتنہ کی جڑ بیخ کٹ کر رہ گئیں کہتے ہیں کہ وفات کے بعد حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی پیشانی مبارک پر یہ نقش ظاہر ہوا

حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰہِ ۔ یعنی اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں فنا ہو گیا۔

منقول ہے کہ حضرت خواجہ ۶ رجب ۶۳۲ ہجری کو اور بعض کے نزدیک سن مذکور کے ماہ ذی الحجہ میں واصل بحق ہوئے۔ ان میں سے اول الذکر تاریخ صحیح ہے۔ آپ کو اجمیر ہی میں جہاں کہ آپ مقیم تھے سپردِ خاک کیا گیا، شروع میں آپ کی قبر اینٹوں سے بنی ہوئی تھی۔ بعد میں اس کے اوپر ایک

پتھر کا صندوق بنوا دیا گیا اور پہلی قبر کو بھی اسی طرح بحال رکھا، اسی لئے اب قبر شریف اونچی معلوم ہوتی ہے۔ سب سے پہلے جس نے حضرت خواجہؒ کے مقبرہ کی عمارت بنوائی وہ خواجہ حسین ناگوری تھے اور اس کے بعد مندو کے بعض حکمرانوں نے دروازہ اور خانقاہ تعمیر کرائی۔ دلیل العارفین میں جس میں خواجہ قطب الدین بختیار اوشی نے آپ کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ آپ کے پاکیزہ ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ چند ارشاداتِ عالیہ ذیل میں درج ہیں۔

عاشق کا دل محبت کی آگ سے دہک رہا ہوتا ہے، جو کچھ اس میں آتا ہے بھسم ہو جاتا ہے کیونکہ محبت کی آگ سے تیز تر کوئی آگ نہیں۔

بہتے پانی کی ندیوں کی آواز سنتے ہو، کیسے شور برپا کرتی ہیں، مگر جونہی دریا میں پہنچتی ہیں خاموش ہو جاتی ہیں۔

میں نے خواجہ عثمان ہارونیؒ سے سنا کہ خدا تعالیٰ کے دوست ایسے لوگ ہیں کہ اگر وہ دنیا میں ایک لمحہ بھی اس سے غافل ہو جائیں تو ان کی ہستی مٹ جائے۔

میں نے خواجہ عثمان ہاروُنیؒ کی زبان مبارک سے سنا کہ جس شخص میں یہ تین خصائل موجود ہوں تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے، سخاوت۔ جو سمندر کی سخاوت کے مانند ہو۔ شفقت جو آفتاب کی شفقت کے مانند ہو اور تواضع جو زمین کی تواضع کے مانند ہو۔

اچھوں کی صحبت اچھے کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت

بُرے کام سے بدتر ہے۔

مرید اس وقت توبہ میں ثابت قدم ہوتا ہے جب اس کے دائیں طرف کا فرشتہ بیس سال تک کوئی گناہ نہ لکھے۔ راقم سطور عرض پرداز ہے کہ یہ بات پہلے زمانے کے بعض بزرگوں سے بھی منقول ہے اور اس کی حقیقت جیسا کہ بعض متاخرین علمائے صوفیہ نے بیان کی ہے یہ ہے کہ مرید کے لئے توبہ و استغفار ہر وقت لازمی ہے اور توبہ و استغفار کے سامنے گناہوں کی تحریر ممکن نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے مطلق کوئی گناہ نہ صادر ہو۔ لہذا انھوں نے وصیت کی ہے کہ سوتے وقت ہمیشہ استغفار پڑھی جائے تاکہ دن کے گناہوں کی تحریر جو رحمتِ الٰہی کے طفیل اس وقت تک موقوف رہتی ہے عمل میں نہ آئے۔

میں نے خواجہ عثمان ہارونیؒ کی زبان مبارک سے سنا کہ آدمی فقر کا مستحق اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس عالم فانی میں اس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

محبت کی علامت یہ ہے کہ تو فرمانبردار رہے اور ڈرتا رہے، پھر محبوب تجھ کو اپنے آپ سے دور نہیں کرتا۔

عارفوں کا ایک مرتبہ ہے، جب وہ اس مرتبے پر پہنچ جاتے ہیں تو تمام دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے اپنی دو انگلیوں کے بیچ میں دیکھتے ہیں۔

عارف وہ ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے اس کے پاس آجاتا ہے یا جو بات وہ کہتا ہے اس کا جواب سن لیتا ہے

محبت میں عارف کا پست ترین رتبہ اور درجہ وہ ہے کہ اس میں صفات خداوندی پائی جائیں اور محبت میں عارف کا بلند ترین درجہ وہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے مقابلے میں کوئی دعویٰ کرے تو وہ اپنی کرامت کی فوقیت سے اس کو پکڑ لے۔

فرماتے ہیں کہ ہم کئی سال تک اس کام میں مشغول رہے آخر کار ہیبت کے سوا ہمارے حصہ میں کچھ نہ آیا۔

گناہ کرنے سے تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ کسی مسلمان بھائی کو ذلیل و خوار کرنے سے۔

اہل معرفت کی عبادت نفس کی نگہداشت ہے

حق شناسی کی علامت لوگوں سے فرار کرنا اور معرفت میں خاموشی اختیار کرنا ہے۔

عارف اس وقت تک معرفت کو نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ معارف کو یاد نہ کرے۔

عارف وہ ہوتا ہے جو ہر غیر شے کو اپنے دل سے دور کر دے تاکہ وہ یگانہ ہو جائے کیونکہ دوست یگانہ صفت ہے۔

شقاوت کی یہ نشانی ہے کہ کوئی شخص گنہگاری میں مبتلا ہو ور مقبول بارگاہ ہونے کا امیدوار ہو۔

عارف کی فضیلت اس میں ہے کہ وہ خاموش رہے اور اندوہگین ہو۔
درویش وہ ہے کہ جس کے پاس اگر کوئی شخص حاجت لے کر
آئے تو محروم ہو کر واپس نہ جائے۔

فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ درویش،
درویشوں کے ساتھ مل کر بیٹھیں۔ اور سب سے بری چیز یہ ہے کہ
درویش درویشوں سے جدا ہو کر رہیں کیونکہ اس کی ضرور کوئی وجہ
ہوتی ہے۔

اصل میں متوکل وہ شخص ہے کہ اس کو لوگوں سے تکلیف
اور رنج پہنچے تو وہ نہ تو ان کی شکایت کرے نہ حکایت۔

عارف کی یہ نشانی ہے کہ وہ موت کو دوست رکھتا ہے، راحت
و آرام کو ترک کرتا ہے۔ اور ذکر الٰہی سے شغف رکھتا ہے۔

سب سے افضل وقت وہ ہے جبکہ دل میں وسوسوں کا گزر نہ ہو۔

علم ایک بے کنار سمندر ہے اور معرفت اس سمندر کی ایک ندی،
پس خدا کجا اور بندہ کجا، علم خدا سے ہے اور معرفت بندہ سے۔

عارف کی صفت آفتاب جیسی ہے، تمام دنیا اس سے منور ہے،
دنیا کی کوئی چیز اس کی روشنی سے محروم نہیں۔

فرماتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے، بجز اسکے
کہ وہ نماز میں فرمانبرداری کریں کیونکہ مومن کی معراج بھی نماز ہے۔

# خواجہ قطب الدّین بختیار کاکیؒ

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے خلیفہ بزرگ تھے، اولیا ءاللہ میں آپ کا مقام بہت بلند اور صوفیائے کرام میں آپ ایک جلیل القدر رتبے پر فائز ہیں، بارگاہ ایزدی میں بہت مقبول، اور ترکِ دُنیا، گوشہ نشینی اور فقر و فاقہ میں کمال تک پہنچے ہوئے تھے، ہمہ وقت یادِ الٰہی میں محو رہتے، جب کوئی شخص آپ کی زیارت کے لئے آتا تو چند سے اپنی اصلی حالت پر آتے اور ملاقاتی سے متوجہ ہوتے، اگر اس وقت اپنے یا ملنے والے کے متعلق کچھ ارشاد فرماتے تو بعد میں معذوری کا اظہار کرتے اور پھر یادِ الٰہی میں مستغرق ہو جاتے، اگر آپ کی

اولاد میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو آپ کو اس وقت مطلق خبر نہ ہوتی مگر کچھ مدت بعد اس واقعہ سے آگاہ ہوتے۔

منقول ہے کہ آپ کے ہمسائے میں ایک بقال تھا۔ شروع شروع میں اس سے قرض لے لیا کرتے تھے اور اسے کہا کرتے کہ جب تمہارا قرض سو درم تک ہو جایا کرے تو اس سے آگے بند کر دیا کرو۔ جب فتوحات ملتیں تو اس میں سے ادا کر دیتے، پھر یہ عہد کیا کہ کبھی قرض نہ لیں گے، اس کے بعد خدا کے فضل سے ان کو مصلے کے نیچے سے ایک روٹی مل جاتی جس کو کھا کر گھر کے تمام لوگ گذر اوقات کرتے، بقال نے خیال کیا کہ شاید شیخ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں جو ادھار نہیں لیتے، اس لئے اس نے اپنی بیوی کو اس بات کی تحقیق کے لئے شیخ صاحب کے گھر بھیجا۔ شیخ صاحب کی بیوی نے اس کو اصل ماجرا سے مطلع کر دیا۔ اسی دن سے روٹی آنا بند ہو گئی، شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ ایک موقع پر حضرت شیخ معین الدین نے شیخ قطب الدین صاحب کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ پانسو درم تک قرض لے سکتے ہیں۔ جب آپ مرتبہ کمال کو پہنچ گئے تو اس کی ضرورت نہ رہی۔

منقول ہے کہ ابتدائے حال میں آپ نیند کے غلبہ سے تھوڑی دیر کے لئے آنکھ لگا لیتے تھے لیکن عمر کے آخری حصہ میں ہمہ وقت بیدار رہنے لگے۔ روایت ہے کہ ہر رات تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ کر سوتے لیکن انہی دنوں آپ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور تین رات درود شریف پڑھنے میں فروگذاشت ہوئی، رئیس نامی ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا

اور حضورؒ نے اس سے فرمایا کہ بختیار کاکی کو ہمارا اسلام دو اور اس سے کہو کہ وہ تحفہ جو تم مجھے ہر رات بھیجا کرتے تھے تین رات سے نہیں پہنچا۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ علی سگزی کے مکان پر صحبت گرم تھی اور خواجہ بختیار کاکی وہاں موجود تھے۔ یہ شیخ علی، خواجہ قطب الدین کے ہمسایہ اور خواجہ بزرگ حضرت معین الدین چشتی کے رشتہ داروں میں سے ایک درویش تھے، ان کی قبر بھی خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی کے مزار کے قریب ہے۔ قوالوں نے شیخ احمد جام کی غزل شروع کی جب یہ شعر پڑھا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

تسلیم و رضا کے خنجر کے شہیدوں کو غیب سے ہر گھڑی ایک تازہ جان ودیعت ہوتی ہے

تو خواجہ صاحب پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی، چار دن رات عالمِ تحیر میں ڈوبے رہے اور اس شعر کے نشے میں مست و مخمور، پانچویں رات اللہ کو پیارے ہوئے میر حسن دہلوی نے اپنی ایک ہم زمین غزل میں اس قصے کی طرف اشارہ کیا ہے[۵]

جان بر ین یک بیت دادہ است آن بزرگ آرے این گوہر زکانِ دیگر است
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

اس بزرگ نے اس ایک بیت پر اپنی جان فدا کردی۔ بے شک یہ موتی کسی اور ہی کان کا ہے۔ سچ ہے کہ تسلیم و رضا کے خنجر کے شہیدوں کو غیب سے ہر گھڑی ایک تازہ جان ودیعت ہوتی ہے۔

یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ۶۳۳ ہجری کی چودھویں رات کو پیش آیا۔ اسی سال ۲۰ ماہ شعبان کو سلطان شمس الدین التمش کی وفات ہوئی۔

دلیل العارفین[1] میں لکھتے ہیں کہ ایک بار جمعرات کو جامع مسجد اجمیر میں اپنے مرشد خواجہ معین الدین چشتی کا شرف پابوسی حاصل ہوا، سلسلہ صوفیہ کے تمام درویش، اقارب اور مریداُن کی خدمت میں حاضر تھے۔ ملک الموت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، انھوں نے فرمایا کہ موت کے بغیر دنیا کی وقعت ایک رتی کے برابر نہیں۔ حاضرین نے پوچھا کیونکر، انھوں نے ارشاد فرمایا۔

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے

پھر فرمایا کہ دوستی وہی ہے جسے تو دل سے کرے نہ کہ زبان سے، جن چیزوں سے تجھے لگاؤ ہے ان سے اپنا معاملہ ترک کر دے۔ اس وقت تو عرش کے گرداگرد طواف کرنے لگے گا، نیز انھوں نے فرمایا کہ عارفوں کی مثال آفتاب کے مانند ہے، جو تمام عالم پر درخشاں و تاباں ہیں اور ان کے انوار سے تمام دنیا روشن ہے، پھر فرمایا "اے درویش! ہمیں یہاں لایا گیا ہے، ہمارا مدفن یہیں ہوگا اور چند روز میں ہم سفر آخرت اختیار کریں گے۔"

اس کے بعد شیخ علی سنگری کو حکم دیا کہ ایک فرمان لکھے کہ شیخ قطب الدین دہلی چلا جائے کیونکہ ہم نے سجادہ کی جانشینی قطب الدین کے سپرد کر دی ہے اور دہلی اس کا مقام ہے، جب فرمان لکھا جا چکا تو اس فقیر (یعنی حضرت شیخ قطب الدین)

---

[1] یہ کتاب خواجہ معین الدین چشتی کے ملفوظات پر مشتمل ہے جو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے جمع کئے ہیں۔

کے ہاتھ میں دیا۔ یہ فقیر آداب بجا لایا، حکم ہوا، ذرا آگے آؤ۔ میں نزدیک گیا تو دست مبارک سے کلاہ اور دستار میرے سر پر رکھدی اور خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کا عصا میرے ہاتھ میں دیدیا، میرے جسم پر خرقہ پہنایا اور مصحف، مصلا اور نعلین عطا کی۔ اور فرمایا کہ یہ ایک امانت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خواجگانِ چشت تک پہنچی ہے، تجھے چاہئے کہ اسے جاری رکھو تاکہ حشر کے روز مجھے اپنے مشائخ کے روبرو شرمندہ نہ ہونا پڑے، اس درویش نے اس کو قبول کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ نے میرا ہاتھ پکڑا اور روئے مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر ارشاد فرمایا "جاؤ، خدا کو سونپا اور تمہیں اپنی منزل تک پہنچا دیا"۔ پھر فرمایا کہ نفس انسان کی عظمت و شوکت کا راز چار چیزوں میں ہے۔ اول وہ مفلوک الحال جو اپنے تئیں امیر ظاہر کرے، دوم وہ بھوکا جو اپنے آپ کو سیر چشم بتلائے، سوم وہ غمزدہ جو خوش و خرم نظر آئے اور چہارم وہ شخص جسے دشمن بھی دوست دکھائی دے، نیز فرمایا کہ جس جگہ بھی جاؤ کسی کی دلآزاری نہ کرو اور جس جگہ بھی رہو مردانہ وار رہو۔

اس کے بعد میں دہلی آکر مقیم ہو گیا اور تمام امراء و صاحبان منصب اس فقیر کی جانب رجوع ہوئے، چالیس روز نہ گزرے تھے کہ اجمیر شریف سے قاصد خبر لایا کہ تمہارے روانہ ہونے کے بعد حضرت خواجہ بیس روز تک بقید حیات رہے۔ پھر رحمت حق سے پیوست ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ بہاؤالدین ابو محمد زکریاؒ

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ ہندوستان کے اکابر اولیاء میں سے ہیں، ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے، میر حسینی سادات، مصنف نزہت الارواح اور شیخ فخرالدین عراقی صاحب لمعات نے آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور آپ کی تربیت سے مستفیض ہوئے۔

منقول ہے کہ جب آپ بغداد سے کمالات و برکات حاصل کر کے ملتان میں تشریف فرما ہوئے تو ملتان کے اکابر صوفیہ نے آپ کے آنے پر حسد و رقابت کا اظہار کیا اور بطور کنایہ ایک پیالہ دودھ سے لبریز کر کے آپ کے پاس بھیجا۔

مطلب یہ تھا کہ اس شہر میں کسی اور کی گنجائش نہیں، شیخ اس نکتے کو سمجھ گئے اور آپ نے اس دودھ سے بھرے پیالے پر ایک پھول رکھ دیا اور ان کے پاس واپس بھجوا دیا۔ اشارہ یہ تھا کہ اس شہر میں ہمارا مقام اس طرح ہوگا جس طرح دودھ پر پھول کھڑا ہے، اکابر صوفیا اس ادا کے حسن لطافت پر ششدر رہ گئے اور آپ کے کشف و کرامات کے قائل ہو گئے۔

اس زمانے کے بعض مشائخ آپ سے فقر و غنا کے بارے میں بحث کیا کرتے تھے، آپ فرماتے کہ دنیا اپنی تمام رعنائیوں کے باوصف کیا وقعت رکھتی ہے؟

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۔۔۔ کہہ دو کہ دنیا کا سرمایہ قلیل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس میں سے ہمارے پاس کتنا رہے گا، کبھی فرماتے کہ سانپ کی صحبت اس شخص کے لئے مضرت رساں ہو سکتی ہے جو اس کا منتر نہ جانتا ہو، اور فرمایا کہ غنا ہمارے رخسارۂ حال کا خال ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کے اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے درمیان گہری محبت تھی اور دونوں حضرات کئی سال تک اکٹھے رہے، بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ دونوں خالہ زاد بھائی بھی تھے، ایک دفعہ لوگوں نے آپ کی طرف سے شیخ فریدالدینؒ کے پاس کوئی پیغام بھجوایا جو شیخ کی مجلس کے حسب حال نہ تھا، اس کی معذرت میں شیخ بہاؤالدین نے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کو ایک رقعہ لکھا اور اس میں ایک بات یہ لکھی کہ

"میان ما و شما عشق بازی ست" ۔ یعنی تمہارے اور ہمارے درمیان عشق بازی ہے۔

بابا گنج شکرؒ نے اس معذرت کا جواب لکھا کہ

"میان ما و شما عشق ست بازی نیست"۔ یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان عشق ہے بازی نہیں۔
شیخ محمد نور بخش اپنی تالیف سلسلۃ الذہب میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے، علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے احوال و مقامات میں کامل تھے، ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے چلے، لوگوں کو رشد و ہدایت فرمائی اور ان کو کفر سے ایمان کی طرف، گنہگاری سے طاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے اور وہ شان عظیم کے مالک تھے۔"

ایک موقع پر اپنے مرید کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تم اللہ تبارک و تعالےٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو، ذکر ہی سے طالب محبّ تک پہنچتا ہے، محبّت ایسی آگ ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے، جب محبت راسخ ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر، فی الواقع ذکر ہوتا ہے۔ یہی وہ ذکر کثیر ہے جس پر اللہ تعالےٰ کے اس قول وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ اللہ کا ذکر بکثرت کرو تاکہ تم فلاح پاؤ" میں فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ لکھتے ہیں بعض مریدوں کی تحریرات میں اس فقیر نے یہ پڑھا ہے کہ ایک دفعہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ اپنے پیر ضیاءالدین النجیب عبدالقاہرؒ کے ساتھ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت النجیب پر حالت طاری تھی، خضر علیہ السلام آئے، شیخ نے کوئی پروا نہ کی، وہ کچھ عرصہ ٹھہر کر واپس چلے گئے، جب ہوش میں آئے تو شیخ شہاب الدینؒ نے جسارت سے پوچھا

شیخ کو گیا ہوا تھا کہ ہمارے نبیوں میں سے ایک نبی آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے اور آپ نے ان کی کوئی پروانہ کی ۔ شیخ نے ان کی طرف دیکھا اور غصے سے سرخ ہو گئے ۔ پھر کہا: "افسوس تجھے کیا معلوم ہے ، اگر خضرؑ آکر چلا گیا تو پھر آجائے گا لیکن یہ موقع جب کہ ہمیں خدا سے معاملہ تھا ہاتھ سے نکل جاتا تو پھر واپس نہ آتا ، اور یہ ندامت قیامت تک باقی رہتی "! یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ خضر علیہ السلام آگئے شیخ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور تواضع سے پیش آئے ۔ لہذا مرید کو چاہیے کہ اپنے اوقات کی حفاظت و پاسبانی کرے ، ماسوا اللہ کو دل سے دور کر دے ۔ دنیا کے لوگوں کی صحبت اپنے اوپر حرام کرے اور ذکر حق میں مشغول رہے ۔ اگر کسی کو ذکر حق سے کوئی علاقہ نہ ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بو بھی نہ سونگھ سکے گا ۔

ایک نصیحت میں کسی مرید کو ارشاد فرمایا کہ "بدن کی سلامتی قلت طعام میں ، روح کی سلامتی ترکِ گناہ میں اور دین کی سلامتی حضرت خیر الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے "!

آپ ۷ صفر ۶۶۱ ہجری میں واصل بحق ہوئے ۔ نور اللہ مرقدہٗ

# سید نور الدین مبارک غزنویؒ

آپ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفہ تھے، دہلی کے روحانی پیشوا اور شیخ الاسلام تھے، سلطان شمس الدین کے زمانے میں آپ امیر دہلی کے لقب سے مشہور تھے۔ فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ نے شیخ نظام الدین ابوالمویدکی بزرگی کے بارے میں یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ مدت تک بارش نہ ہوئی لوگوں نے ان کو مجبور کیا کہ بارش کے لئے دعا فرمائیں وہ منبر پر آئے اور بارش کی دعا فرمائی، اس کے بعد آسمان کی طرف منہ کر کے کہا "یا اللہ اگر تو پانی نہ برسائیگا تو میں پھر کسی آبادی میں رہنا ترک کر دوں گا۔" یہ کہہ کر نیچے اتر آئے، خدا تعالیٰ

کے فضل وکرم سے بارش ہوگئی ، اس واقعے کے بعد سید قطب الدینؒ ان سے ملے اور کہا کہ آپ کی ذات پر ہمیں کامل اعتقاد ہے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ درگاہ الٰہی کے نیازمند ہیں مگر آپ نے اس وقت یہ بات کیوں کہی تھی کہ اگر تو نے بارش نہ کی تو میں آبادی چھوڑ دوں گا ۔ نظام الدین ابوالموید نے فرمایا "چونکہ مجھے معلوم تھا کہ وہ ضرور بارش بھیجے گا اس لئے یہ بات کہی تی ۔

شیخ نصیرالدین محمود قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جن کا نام شیخ محمد اجل شیرازی تھا ۔ سیّد مبارک غزنوی نے انہی سے نعمت حاصل کی تھی ، اس زمانے میں ان کے مریدوں میں ایک سوداگر تھا ، وہ شیخ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے ، آپ کا غلام زادہ ہے ، نعمت سے سرفراز فرمائیں ۔ شیخ نے فرمایا ، بہتر ہو کہ جب میں کل فجر کی نماز ادا کروں اس وقت تو اپنے بچےؒ کو اپنے ساتھ لائے اور میری داہنی جانب سے اس کو میرے سامنے رکھدے ، حسنِ اتفاق سے اسی روز سید مبارک غزنوی کی ولادت ہوئی تھی اور سیّد مبارک کے والد ماجد اس مجلس میں حاضر تھے ۔ جب انھوں نے یہ بات سنی تو انھوں نے سوچا کہ میں بھی اپنے لڑکے کو لے آؤں گا اور شیخ کے سامنے بٹھا دوں گا ، اگلے دن نماز صبح کے وقت سوداگر کو آنے میں دیر ہوگئی ، سید مبارک غزنوی کے والد صبح جلدی اٹھے ، مؤذن نے تکبیر کہی ، شیخ نے نماز ختم کی تو سید مبارک غزنوی کے والد شیخ کی داہنی جانب سے آنکلے اور سید مبارک کو سامنے لاکر لٹا گیا ۔ شیخ نے ایک نظر سے اس کو دیکھا اور فیوض و برکات سے مالا مال کر دیا ۔ اس کے بعد وہ سوداگر آیا ۔ شیخ نے کہا "فیض تو سید زادے لے گیا" نیز شیخ محمودؒ نے فرمایا کہ

ایک بار غزنی میں پانی کا قحط ہو گیا۔ لوگ شیخ محمدؒ اجل شیرازی کے پاس آئے، اور ان سے کہا کہ دعا کیجئے بارش ہو جائے۔ شیخ یہ بات سُن کر گھر سے باہر نکل آئے۔ لوگ ان کے پیچھے لگ گئے، راستے میں ایک باغ آیا شیخ اس باغ میں گھس گئے، باغبان ایک پیڑ کے نیچے سو رہا تھا۔ شیخ نے اس کو جگایا اور کہا "پیڑ سوکھ رہے ہیں، اٹھو اور ان کو پانی دو" باغبان نے جواب دیا "باغ میرا ہے اور پیڑ بھی میرے ہیں جب پانی دینے کی ضرورت ہوگی اس وقت دوں گا"۔ شیخ نے باغبان سے کہا "تو پھر ان لوگوں کو منع کیوں نہیں کرتے جو میرا پیچھا کر رہے ہیں، ہم خدا کے بندے ہیں اور زمین خدا کی بستی ہے جب باری تعالیٰ چاہے گا بارش بھیج دے گا"۔ یہ بات کہہ کر واپس چلے آئے۔ اس کے بعد اس قدر بارش ہوئی کہ کوئی انتہا نہ رہی۔ سید مبارک کا مقبرہ مشہور حوض شمسی کے مشرق میں ہے۔ آپ کی وفات ۶۳۲ ہجری میں ہوئی۔

---

# شیخ حمید الدین صوفیؒ

آپ کا لقب سلطان التارکین ہے اور کنیت ابو احمد ہے۔ خواجہ
بزرگ حضرت معین الدین چشتیؒ کے خلفائے اعظم میں سے ہیں، گوشہ نشینی اور
ترک دنیا میں ثابت قدم تھے۔ خدا تعالیٰ عز اسمہ کے خاص بندوں میں
سے تھے اور آپ کی عالی ہمتی کا مقام دنیا و عقبیٰ سے برتر ہے۔ تصوف میں
آپ ایک عظیم الشان رتبے کے مالک ہیں اور مسائل طریقت کے بیان میں آپ کا
مقام بہت بلند ہے، آپ سعید بن زید کی اولاد جن کا شمار عشرہ مبشرہؓ
میں ہے۔ آپ ہندوستان کے قدیم مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے خاصی طویل

عمر پائی، فرماتے تھے کہ فتح دہلی کے بعد مسلمانوں کے گھر میں جو سب سے پہلا جنم ہوا وہ میرا ہی ہے۔ آپ کی مدت عہد خواجہ معین الدینؒ کے زمانے سے لے کر شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ابتدائی زمانے تک تھی۔ شاید شیخ نظام الدینؒ سے آپ کی ملاقات بھی ہوئی ہو، شیخ نظام الدین قدس سرہ نے آپ کی تصنیفات سے عبارات کا انتخاب کر کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور سیر الاولیاء کے مصنف نے سلطان المشائخ کے اس انتخاب سے نقل کیا ہے۔

منقول ہے کہ ایک روز خواجہ معین الدینؒ پر جذبۂ خوشی مستولی تھا۔ انھوں نے فرمایا اس وقت جو شخص جو کچھ بھی چاہتا ہے مانگ لے کیونکہ اجابت کے دروازے کھلے ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے دُنیا طلب کی اور کسی نے عقبیٰ، انھوں نے شیخ حمید الدین سے دریافت فرمایا کہ کیا تم دُنیا و عقبیٰ میں عزت و مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا:-

"بندہ را خواستی نباشد خواست خواستِ مولیٰ ست"

بندہ کی کوئی خواہش نہیں، جو خواہش ہے وہ مولیٰ کی خواہش کے مطابق ہے۔

اس کے بعد روئے مبارک خواجہ قطب الدین کی طرف کیا اور یہی بات دہرائی۔ انھوں نے عرض کیا کہ بندہ کا کوئی اختیار نہیں ہے، جو کچھ بھی حکم ہو آپ کا اختیار ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا:-

"تارکِ دُنیا، فارغِ عقبیٰ، شاہ تارکین حمید الدین الصوفیؒ"

اس روز سے آپ سلطان التارکین کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

منقول ہے کہ آپ کو مواضعِ ناگور میں سے موضع سوال میں ایک دو خیمہ

زمین مدد معاش کے طور پر ملی ہوئی تھی جس میں وہ خود ہل چلاتے اور تخم ریزی کرتے تھے اور اس سے اپنے اہل و عیال کا پیٹ پالتے تھے۔

آپ کی وفات ۲۹ ربیع الآخر ۶۷۳ ہجری کو واقع ہوئی، مزار شریف ناگور میں ہے۔

شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریاؒ سے فقر و غنا کے موضوع پر آپ کی بہت خط و کتابت ہوئی تھی اس میں سے ایک مراسلہ کا مضمون یہ ہے کہ مشائخ کے خیال کے مطابق اور نصوص و احادیث کی رو سے دنیا اور اس کا مال و اسباب حضرت تعالیٰ تک پہنچنے میں مانع ہے اور جب ہم یہ سنتے ہیں کہ ہمارے زمانے کے بعض مشائخ کے پاس اس کا حصہ کثیر ہے اور اس کے باوجود ان سے خوارق عادات اور کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں تو اس فقیر کو اس بارے میں سخت حیرت ہوتی ہے، اگر آنجناب براہ لطف و کرم اس عقدہ کی گرہ کشائی کریں تو عین عنایت ہوگی۔

ایک دوسرے خط میں رقم طراز ہیں کہ اس احقر نے شیخ بہاؤالدین کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا اور اس میں ان مشکلات کے بارے میں جو اس مسکین کو درپیش تھیں، حضرت عالی سے جواب کی التماس کی تھی۔ حضور نے کسی وجہ سے اس کا جواب نہ دیا اور اگر دیا بھی تو تشفی بخش نہیں تھا، چنانچہ اس حقیر نے درگاہ حضرت تعالےٰ میں منت کی اور گریہ و زاری سے دعا کی کہ اپنے بندے کی مشکل آسان کرے اور اس مقصود کا کوئی سراغ دے، حضرت مجیب الدعوات نے بندے کی دعا قبول فرمائی اور یہ معلوم ہوا کہ اہل شریعت جو ثواب آخرت کے طالب ہوتے ہیں اور ثواب حاصل کرنے کے لئے خوشی، دنیا ترک سے پاکیزہ افعال کا اکتساب

کہتے ہیں، ان سے تقویٰ و پرہیزگاری کے حقائق اور وہ روحانی و نفسانی اسرار جن کو ارباب طریقت پا لیتے ہیں مخفی رہتے ہیں، اسی طرح ارباب طریقت قرب و نزدیکی کے ان اسرار سے اور تجلی ذات کے ان انوار سے جو طالبانِ مولا کے لئے مخصوص ہیں، جن کے نزدیک ماسوائے حق ہر چیز خواہ وہ کشف و مشاہدہ ہی کیوں نہ ہو حجاب ذات کا باعث ہوتی ہے، محجوب و معذور رہتے ہیں، پس جو شخص ہر اس چیز کی تحصیل میں جو ماسوائے حق ہے عاجز ہو درحقیقت محجوب ہے، اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ محجوب ہے۔

آپ نے بہت سی تصنیفات اور مکتوبات یادگار چھوڑے ہیں، اس کے علاوہ آپ نے اشعار بھی لکھے ہیں۔ آپ کی سب سے مشہور تصنیف کا نام اصول الطریقہ ہے۔ اس میں ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

" راہ سلوک کے رہرو جن کا مقصد درگاہ الٰہی تک رسائی حاصل کرنا ہے تین جماعتوں میں تقسیم ہیں، جیسا کہ کلام مجید میں آیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرَاتِ ۔ ہم نے اپنے بندوں کو چن لیا ہے جن میں کچھ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس پر زیادتی کرتے ہیں کچھ بہت محتاط ہیں اور کچھ نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں۔

یعنی معذور[۱]، مشکور[۲] اور فانی[۳] ۔ معذور کون ہیں؟ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور توحید کا اقرار کرنے کے بعد حضرت ایزدی کی بارگاہ میں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو دیر میں آتے ہیں اور آہستہ آہستہ آتے ہیں اور سارِعُوا

(جلدی کرو) کے خطاب سے غافل ہیں۔ مشکور کون ہیں؟ وہ لوگ جو ایمان سے ہم عنان اور اقرار سے ہم رکاب آتے ہیں اور فائی وہ ہیں جو اَلَستُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کے خطاب کو یاد رکھتے ہیں اور اس کا جواب قَالُوا بَلٰی (کیوں نہیں) ابھی نہیں بھولے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ دنیا میں دعوتِ اسلام سے پہلے ہی خطابِ ازلی اور جوابِ لم یزلی کے حکم کو قبول کرکے شروع ہی میں اسرارِ الٰہی کی طلب میں نکل آئے، بہت سے لوگ اس قسم کے تھے جو پوشیدہ طور پر چلے گئے اور کسی شخص کو ان کے نام تک کا پتہ نہ لگا اور نہ ہی ان کا کوئی نشان ملا، ان میں سے جن لوگوں سے شناسائی ہوئی وہ ہمارے رسالت مآب صلعم کی تعریف سے ہوئی ورگرنہ کسی شخص کو ان کے نام ونشان کا سراغ نہ ملتا، انہی میں سے ایک امیر المومنین ابوبکر صدیق تھے جو دعوت سے پہلے رسالت کی طلب میں نکلے اور اپنے درد کی دوا چاہی۔ ان میں سے ایک امیر المومنین علی مرتضےٰ تھے جو اپنے سن بلوغ سے پہلے ہی دعوت قبول کرنے کے لئے تیار تھے، ایک حضرت اویس قرنیؓ تھے کہ اگر پیغمبر اسلام ان کی تعریف نہ فرماتے تو ان کا نام بھی کسی تذکرہ میں نہ ملتا اور ان کا حال کسی کتاب میں درج نہ ہوتا، آفرین اُس قدرت پر جو ان لوگوں کو رب العزت کی بارگاہ میں حاصل تھی کہ انھوں نے دنیا میں کچھ نہ رکھا اور دنیا سے کچھ نہ لے گئے، آزاد آئے اور شاد گئے۔ ان میں سے ایک حضرت سلمان فارسیؓ تھے، جو دعوت سے پہلے طلب ہدایت میں نکلے اور خود ہی

عہدِ ربوبیت کا اقرار کیا۔ لہٰذا فانی وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو معلوم ہوگیا کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ کی ذات موجود ہے جس کو فنا روا نہیں تو وہ لوگ فنا کے طالب ہوئے کیونکہ اس کا وجود نہیں، اس طرح انھوں نے راہِ عدم میں قدم رکھا اور اس راستے میں سرگرداں رہے۔ انھوں نے نومیدی کا تختہ پڑھ لیا جو پڑھا نہیں جا سکتا اور راہِ فنا میں الف کے مانند یگانہ و فرد ہوگئے، نہ ہی ان کا وجود باقی رہا اور نہ ہی فنا کا خیال، عین فنا میں انھوں نے بقا حاصل کی، فنا میں باقی رہنے کو بقائے ابد کہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ درویش کہتے ہیں۔ ہمارے مُلک کو زوال نہیں یعنی ہمارا مُلک درویشی ہے اور درویشی ایک امرِ نفی ہے نہ کہ امرِ اثبات۔ اثبات کی نفی ہو سکتی ہے مگر نفی کی نفی روا نہیں۔ یہ ایک گہرا بھید ہے جو مشکل سے سمجھ میں آتا ہے۔"

ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ مراتب راہ کا پہلا مرتبہ علم ہے۔ علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ علم کے بغیر عمل درست نہیں ہوتا۔ مراتب طریقت کا دوسرا مرتبہ عمل ہے کیونکہ عمل کے بغیر نیت کا وجود نہیں۔ مراتب درگاہ کا تیسرا مرتبہ نیت ہے نیت صحیح ہونی چاہیئے کیونکہ صحیح نیت کے بغیر باطل کے علاوہ اور کوئی عمل نہیں ہوتا۔ چوتھا مرتبہ صدق ہے صدق کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر عشق کا وجود نہیں ہوتا۔ پانچواں مرتبہ عشق ہے۔ عشق اس لئے ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر توجہ درست نہیں ہوتی۔ چھٹا مرتبہ توجہ ہے۔ توجہ اس لئے ضروری ہے کیونکہ توجہ کے بغیر سلوک حاصل نہیں ہوتا۔ ساتواں مرتبہ سلوک ہے،

سلوک اس لئے درکار ہے کیونکہ اس کے بغیر حضوری حاصل نہیں ہوتی، آٹھواں مرتبہ حضوری ہے۔ حضوری اس لئے ضروری ہے تاکہ مقصود کا دیدار نصیب ہو۔
ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا فخر ہر حالت میں مذموم ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: "فقر ایک امر عدم ہے۔ وجود پر فخر کرنا مذموم ہے اور عدم پر فخر کرنا محمود، اس لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت کے وجود پر فخر نہ کیا لیکن جب فقر کا معاملہ پیش آیا تو فرمایا "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" میرا فقر میرا فخر ہے۔"

# قاضی حمید الدین ناگوریؒ

آپ کا اسم گرامی محمد بن عطا ہے، ہندوستان کے قدیم مشائخ میں سے ہیں، علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے، خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مصاحبین میں سے تھے اگرچہ آپ کو سلسلۂ سہروردیہ سے بھی نسبت ہے اور شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین رحؒ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں میرے بہت سے خلفا ہیں اور ان میں بزرگ ترین شیخ حمید الدین ناگوری ہیں۔ آپ کے مشرب میں وجد و سماع غالب تھا سماع سے والہانہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں کسی شخص کو سماع میں اتنا دخل نہ

تھا، علمائے وقت آپ کے حضور میں جمع رہتے تھے۔ آپ کے بعد شیخ نظام الدین
اولیاؒ نے اس دستور کو جاری رکھا اور تغلق شاہ کے عہد میں ان کے حضور میں بھی
علمائے وقت جمع رہتے تھے وہ ان علماء کو بھی جو قاضی حمید الدین کے زمانے
میں جمع ہوتے تھے اپنی مجلس میں بلایا کرتے۔

قاضی حمید الدینؒ بہت سی تصانیف کے مالک ہیں، آپ کا انداز بیان
عشق و مستی سے لبریز ہے، آپ کی ایک مشہور و معروف تصنیف کا نام طوالع شموس
ہے۔ اس میں اسمائے خداتعالیٰ کی شرح بیان کی ہے، تمام مطالب نہایت
بلند اور تاثیر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آپ جامع علوم شریعت، طریقت و حقیقت
تھے، آپ کا مزاج ظرافت کی مائل تھا۔ اور کبھی کبھی اپنے احباب سے خوش طبعی
فرماتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن شیخ برہان الدین اور قاضی کبیر جو اپنے زمانے
کے فقہا میں تھے اور دیگر احباب آپ کی معیت میں گھوڑوں پر سوار ہو کر کہیں جا رہے
تھے جس گھوڑے پر قاضی حمید الدین سوار تھے وہ بہت چھوٹا تھا اور دوسرے
گھوڑوں کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ قاضی کبیر نے آپ سے کہا کہ تمہارا گھوڑا
بہت چھوٹا ہے، قاضی صاحب نے جواب دیا مگر بڑے سے اچھا ہے!!

آپ کو شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے بڑی عقیدت تھی، فوائد الفواد میں
مذکور ہے کہ ایک مرتبہ شیخ فرید الدینؒ نے سماع کی خواہش ظاہر کی تو اس وقت
قوّال موجود نہ تھے، انھوں نے بدر الدین اسحاقؒ سے کہا کہ وہ مکتوب لاؤ جو قاضی
حمید الدین ناگوری نے بھیجا ہے۔ شیخ بدر الدین گئے اور مکتوبات و رقعات
کا پلندا لاکر سامنے رکھ دیا، جب اس کو کھولا گیا تو پہلے وہی خط ہاتھ میں آیا۔

اسے شیخ فریدالدین کی خدمت میں پیش کیا گیا، شیخ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر پڑھو، شیخ بدرالدین نے خط پڑھنا شروع کیا اس میں یہ تحریر تھا کہ فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا جو درویشوں کا غلام ہے اور بسر و چشم ان کے قدموں کی خاک ہے۔ شیخ گنج شکرؒ نے اتنا ہی سنا تو ان پر حالت طاری ہو گئی۔ اس کے بعد انھوں نے یہ رباعی بار بار پڑھی جو اس مکتوب میں تحریر تھی۔ رباعی

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد　　آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد

گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال　　آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

وہ عقل و فہم کہاں جو تیرے کمال کا ادراک کر سکے۔ وہ روح کہاں جو تیرے جلال تک رسائی حاصل کر سکے۔ میں مانتا ہوں کہ تو نے اپنا جمال بے نقاب کر دیا ہے لیکن وہ دیدۂ بصیرت کہاں جو اس کی کُنہ تک پہنچ سکے"۔

آپ کا مزار خواجہ قطب الدینؒ کے پائین ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے، کہتے ہیں کہ آپ نے ازراہِ تعظیم خواجہؒ کے پائین رہنا پسند فرمایا، آپ کی اولاد کو یہ ناگوار گزرا اور انھوں نے خواجہ صاحب کی قبر سے بلند تر ایک چبوترا بنوا دیا آپ ۶۰۵ ہجری میں واصل باللہ ہوئے۔

منقول ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اس شہر میں قاضی حمید الدین ناگوری نے سماع کا سکہ بٹھا دیا اور قاضی منہاج الدین جورجانی جب قاضی مقرر ہوئے تو اس کام کو تقویت پہنچی، چونکہ وہ خود صاحب سماع تھے، نیز شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ ایک بار قاضی حمید الدین ناگوریؒ ہمارے پاس تشریف لائے، چونکہ وہ سماعی تھے، اس لئے باوجود اس کے کہ

قوال بڑے ہوشیار تھے، ان پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا، صاحب سماع نے کہا اگر کسی صاحب کو کسی کے ساتھ رنجش ہو تو وہ باہر نکل آئیں اور صفائی کرلیں، یہ بھی ہوگیا لیکن مؤثر ثابت نہ ہوا، پھر کہا کہ اگر کوئی بیگانہ شخص آیا ہوا ہو تو وہ باہر نکل آئے، ہر چند تلاش کی گئی لیکن کوئی نہ تھا۔ چنانچہ سماع کو چھوڑ کر استغفار میں مشغول ہوگئے، اس اثنا میں ایک درویش آنکلا اور اس نے ایک شعر پڑھا، اس کے سنتے ہی وجد طاری ہوگیا۔ اس محفل میں ایک عزیز اسی وقت جان بحق ہوگیا۔

---

# شیخ جلال الدین تبریزیؒ

آپ کا شمار کامل ترین مشائخؒ میں ہے، آپ کے اوصاف مشائخ چشت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ فوائد الفواد میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ سے منقول ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید تھے، مرشد کی وفات کے بعد شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے پاس پہنچے اور ان کی خدمت میں وہ انہماک اور خلوص پیدا کیا جو کسی خادم و مخدوم کو میسر نہیں، کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ہر سال سفر حج کو تشریف لے جاتے تھے، چونکہ بوڑھے اور ناتوان ہو چکے تھے، اس لئے جو توشہ ان کے ساتھ لے جاتے تھے

آپ کی طبیعت کے موافق نہ آتا تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے یہ اہتمام کیا کہ چولھا اور پتیلا اپنے سر پر اٹھا کر ساتھ لے چلتے تھے اور چولھے کو اس ترکیب سے گرم رکھتے کہ سر نہ جلے، جب شیخ کھانا مانگتے تو گرم گرم ان کے سامنے رکھ دیتے۔

آپ خواجہ قطب الدینؒ اور شیخ بہاؤ الدینؒ سے دوستانہ مراسم رکھتے تھے آپ کا ذکر مشائخ چشت کی کتابوں میں اکثر آیا ہے۔ خواجہؒ کے زمانے ہی میں دہلی تشریف لائے تھے۔ شیخ الاسلام دہلی شیخ نجم الدین صغری جن کی قبر مولانا برہان الدین بلخی کے برابر ہے آپ کے مخالف ہوگئے اور انھوں نے آپ پر کسی قبیح فعل کی تہمت لگائی۔ آپ برافروختہ ہو کر بنگال چلے گئے۔ ایک دن وہاں پانی کے کنارے بیٹھے تھے کہ یکبارگی اٹھے اور دوبارہ وضو کیا اور حاضرین سے کہا کہ آؤ شیخ الاسلام دہلی کی نماز جنازہ پڑھیں کیونکہ وہ اس گھڑی انتقال کر گیا ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ آپ کا فرمانا درست ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ حاضرین کی طرف دیکھ کر کہنے لگے "شیخ الاسلام دہلی نے ہم کو شہر سے باہر نکال دیا تھا۔ ہمارے شیخ نے اس کو دنیا سے باہر نکال دیا"

نیز فوائد الفواد میں منقول ہے کہ سلطان المشائخ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ شیخ جلال الدین تبریزیؒ جب دہلی میں آئے تو تھوڑے عرصہ کے بعد چل دیئے اور کہنے لگے کہ جب میں اس شہر میں وارد ہوا تو زرِ خالص تھا اور اب چاندی میں تبدیل ہو گیا ہوں۔ معلوم نہیں اس سے آگے کیا ہو"

اسی کتاب میں منقول ہے کہ جب شیخ جلال الدین تبریزیؒ بدایوں

پہنچے تو ایک دن گھر کی دہلیز پہ بیٹھے تھے۔ ایک شخص دہی بیچنے والا سر پر دہی کا کونڈا رکھے مکان کے سامنے سے گذرا، یہ دہی بیچنے والا ڈاکوؤں کے ایک گروہ سے تعلق رکھتا تھا جو بدایوں کے گردونواح میں پھرتا تھا۔ اس کی نظر شیخ جلال الدین کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو ایک ہی جھلک میں اس کا باطن فنا ہو گیا، جب شیخ نے اس کو تیز نظروں سے دیکھا تو کہنے لگا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں اس قسم کے مردانِ مومن بھی ہیں" اور اسی وقت ایمان لے آیا، شیخ نے اس کا نام علی رکھا، مسلمان ہونے کے بعد وہ اپنے گھر گیا اور ایک لاکھ جیتل لے کر خدمت میں حاضر ہوا، شیخ نے قبول کر لئے اور فرمایا کہ ان چاندی کے سکوں کو اپنے پاس رکھو، جہاں میں کہوں گا خرچ کرنا۔ القصہ اس نے اس چاندی کی بخشش شروع کی اور کسی کو سو درم دیتا تھا، کسی کو پچاس، یعنی کسی کو زیادہ اور کسی کو کم، جس کو تھوڑا دینے کا حکم ہوتا اس کو پانچ جیتل دیتا، شیخ کا کم سے کم صدقہ پانچ جیتل ہوتا تھا، تھوڑے عرصے کے بعد سب رقم ختم ہو گئی اور صرف ایک درم باقی رہ گیا۔ علی کہتا ہے کہ میرے دل میں خیال آیا اب میرے پاس ایک درم سے زیادہ نہیں اور شیخ کا کم سے کم صدقہ پانچ درم مقرر ہے اگر وہ کچھ بخشنے کا حکم دیں تو میں کیا کروں گا اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ ایک سائل آگیا، شیخ نے مجھ کو حکم دیا کہ ایک درم اس کو دے دو۔

کہتے ہیں کہ شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاؤالدین ذکریا اکثر باہم سفرو سیاحت کرتے رہے، ایک دفعہ وہ شیخ فریدالدین عطار کے شہر میں داخل ہوئے، شیخ بہاؤالدین منزل پر پہنچ کر اپنے معمول کے مطابق عبادت میں مشغول ہو گئے

اور شیخ جلال الدین شہر کی سیر کو نکل گئے۔ آپ نے شیخ فرید عطار کو ایک جگہ بیٹھے دیکھا اور ایک نظر ہی میں ان کے انوارِ کمالات سے مسحور ہو گئے۔ جب اپنی قیام گاہ میں واپس آئے تو شیخ بہاؤالدین سے کہنے لگے کہ آج میں نے ایک شاہباز دیکھا جس نے مجھے وارفتہ کر دیا ہے۔ شیخ بہاؤالدین نے فرمایا کہ اس وقت تم نے اپنے پیر کے جمال کو یاد رکھا تھا؟ کہنے لگے کہ اس کے سامنے میں سب کچھ بھول گیا۔ اس دن سے شیخ جلال الدین اور شیخ بہاؤالدین ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔

جوامع الکلم جو سید محمد گیسو دراز کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اس میں لکھا ہے کہ شیخ فریدالدینؒ لڑکپن میں یادِ حق میں محو رہتے تھے اور لوگ ان کو قاضی بچہ دیوانہ کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ جلال الدینؒ اس جگہ پہنچے اور پوچھا کہ یہاں کوئی درویش ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک لڑکا ہے دیوانہ ڈول، جو جامع مسجد میں پڑا رہتا ہے، شیخ جلال الدین اس لڑکے کو دیکھنے گئے اور اس کے ہاتھ میں ایک انار دیا۔ اس نے روزہ رکھا ہوا تھا، اس لئے انار لوگوں میں بانٹ دیا گیا۔ اتفاق سے انار کا ایک دانہ وہیں گرا رہ گیا۔ لڑکے نے اسی ایک دانے سے افطاری کے وقت روزہ کھولا۔ اسی روز سے اس کے روحانی مراتب میں اضافہ ہو گیا اور اس نے خیال کیا کہ اگر میں سارا انار کھا لیتا تو کتنا آگے نکل جاتا۔ جب وہ شیخ الاسلام قطب الدینؒ کا مرید ہوا تو اس نے یہ قصہ سنایا۔ شیخ الاسلام نے فرمایا "بابا فرید! جو کچھ بھی تھا اسی ایک دانے میں تھا جو تیرے لئے رکھ لیا تھا۔"

شیخ جلال الدینؒ کا مزار شریف بنگال میں ہے۔

---

## شیخ نظام الدین ابوالمویدؒ

آپ سلطان شمس الدین کے عہد کے مشہور بزرگوں میں سے ہیں۔ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے ہم عصر تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے بھی آپ کو دیکھا تھا، فوائد الفواد میں میر حسن لکھتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے عرض کیا کہ آپ کبھی ان کی مجلس وعظ میں تشریف لے گئے ہیں، شیخؒ نے فرمایا "ہاں، لیکن میں اس زمانے میں ابھی بچہ تھا اور مطالب کو حسب منشا نہ سمجھ سکتا تھا، ایک دن میں ان کی مجلس میں گیا، ان کو دیکھا کہ جوتا پہنے ہوئے مسجد کے دروازے میں کھڑے ہیں پھر انھوں نے پاؤں سے جوتا اتارا اور ہاتھ میں

پکڑ کر مسجد میں داخل ہو گئے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ میں نے آج تک کسی شخص کو شیخ ابوالمؤید کی طرح راحت و سکون سے نماز پڑھتے نہیں دیکھا ہے۔ اس کے بعد وہ منبر پر چڑھ گئے، قاسم نامی ایک خوش آواز قاری نے کوئی آیت پڑھی، بعد ازاں شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے آغاز کلام کیا کہ میں نے اپنے باپ کے ہاتھ کی تحریر دیکھی ہے، ابھی وہ کچھ اور نہ کہنے پائے تھے کہ یہ بات حاضرین کے دل پر لگی، اور انھوں نے رونا شروع کر دیا، پھر شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے یہ شعر پڑھا ؎

بر عشقِ تو و بر تو نظر خواہم کرد — جان در غمِ تو زیر و زبر خواہم کرد

میں تمہارے عشق پر اور تم پر ایک نظر ڈالوں گا اور تمہارے غم محبت میں اپنی زندگی کو تباہ و برباد کر دوں گا

اس شعر کے سنتے ہی حاضرین میں شور برپا ہو گیا۔ اسکے بعد انھوں نے دو تین بار یہی دو مصرعے دہرائے اور کہا "اے مسلمانو! اس رباعی کے اگلے دو مصرعے یاد نہیں پڑتے کیا کروں، یہ بات انھوں نے اس عاجزانہ پیرایہ میں کہی کہ تمام سامعین پھڑک اٹھے پھر قاسم قاری نے وہ دو مصرعے یاد دلائے ؎

پُر درد دلے بخاک در خواہم شد — پُر عشق سرے زگور بر خواہم کرد

میں درد بھرا دل کے ساتھ خاک میں مل جاؤں گا اور عشق کے جنون میں قبر سے باہر نکلوں گا۔

انھوں نے یہ رباعی تمام کی اور منبر پر سے اتر پڑے"

شیخ نظام الدین ابوالمؤید کے دادا کو شمس العارفین کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور شیخ جمال کو یوی جن کا مقبرہ کول میں ہے آپ کی اولاد سے ہیں۔

---

# شیخ برہان الدین محمودؒ

بن ابی الخیر اسعد البلخی سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد کے اکابر علماء میں سے تھے۔ علم و دانش اور وجد و سماع سے بہرہ وافر رکھتے تھے، جامع علوم شریعت و طریقت تھے۔ آپ کو شعر و شاعری سے بھی شغف تھا اور بعض درویشانہ اشعار آپ کی طرف منسوب ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: میں چھ سات برس کا بچہ ہی تھا کہ اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ کہیں جا رہا تھا، یکایک مولانا برہان الدین مرغینانیؒ صاحب ہدایہ کی آمد کا شور سنائی دیا، والد ماجد اُن کے راستے سے کنارہ کر کے دوسرے

کوچے میں چلے گئے اور مجھے وہیں چھوڑ گئے، جب مولانا برہان الدین مرغینانی کا جلوس نزدیک پہنچا تو میں نے آگے بڑھ کر ان کو سلام کیا۔ انھوں نے میری طرف بڑی تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا "خدا مجھ سے یہ بات کہلوا رہا ہے کہ یہ بچہ اپنے زمانے کا علامہ ہوگا۔" میں نے یہ بات سنی اور ان کی رکاب میں چل دیا۔ پھر انھوں نے فرمایا "خدا مجھ سے یہ بات کہلواتا ہے کہ یہ بچہ اس مرتبے کو پہنچے گا کہ بادشاہ اس کے دروازے پر حاضر ہوں گے"۔

نقل ہے کہ آپ بار بار فرمایا کرتے تھے خدا تعالےٰ کے یہاں مجھ سے کسی گناہ کبیرہ کے بارے میں پرسش نہیں ہوگی، سوائے ایک کے، حاضرین نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ کبیرہ ہے، کہنے لگے کہ ستار کا نغمہ، کیونکہ میں نے ستار بہت سنی ہے اور اگر اس وقت بھی ممکن ہو تو سننے کے لئے تیار ہوں۔

آپ کی قبر حوض شمسی کے مشرق کی جانب ہے، اس کو تختۂ نور کہتے ہیں، اس مقام کے لوگ آپ کی قبر کی مٹی بچوں کو کھلاتے ہیں تاکہ حصولِ علم میں خیر و برکت ہو، اسی وجہ سے آپ کی قبر پائین سے شکستہ ہوگئی تھی اور کئی بار ویران ہو کر از سر نو تعمیر ہوتی رہی۔

# شیخ احمد نہروانیؒ

قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، کامل بزرگ تھے، آپ کا پیشہ بافندگی تھا، شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا قدس سرہ اگرچہ بہت کم لوگوں کو پسند فرماتے تھے، لیکن شیخ احمد نہروانیؒ کے باب میں فرماتے ہیں کہ اگر احمد کی مشغولیٔ حق کا اندازہ لگائیں تو وہ دس صوفیوں کے سرمایۂ معرفت کے برابر ہوگی۔

شیخ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ جس مجلسِ سماع میں شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ واصل بحق ہوتے اس میں احمد نہروانی بھی موجود تھے۔

شیخ نصیر الدین محمودؒ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد نہروانی جب کرگھے پر کام کرتے

تو کبھی کبھی ان پر حالت طاری ہو جاتی تھی، اس وقت وہ از خود غائب ہو جاتے اور
کام کرنا بند کر دیتے تھے۔ لیکن کپڑا بننے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ایک روز
قاضی حمید الدین ناگوری آپ سے ملنے آتے ہوئے تھے، ملاقات کے بعد رخصت
ہونے لگے تو قاضی صاحب نے فرمایا "احمد! یہ کام کب تک کرتے رہو گے" یہ کہکر
وہ تو چلے گئے۔ شیخ احمد اسی وقت میخیں کسنے کے لئے اٹھے لیکن وہ ڈھیلی پڑ چکی تھیں
آپ کا ہاتھ میخ پر لگا اور ٹوٹ گیا، شیخ احمد نے ہندوستانی میں کہا "اس بوڑھے
(یعنی قاضی حمید الدین) نے میرا ہاتھ توڑ ڈالا" اس واقعہ کے بعد شیخ احمد نے کپڑا
بننے کا کام چھوڑ دیا اور ہمہ تن اللہ سے لو لگالی۔ آپ کی قبر بدایوں میں ہے۔

---

## شیخ محمد ترک نارنولیؒ

آپ کا اصلی وطن ترکستان تھا۔ وہاں سے ہندوستان تشریف لائے اور نارنول میں مقیم ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ آپ خواجہ عثمان ہارونیؒ کے مرید تھے۔ ملفوظات مشائخ میں ہم نے کہیں آپ کا ذکر نہیں دیکھا، اس ملک کے عوام آپ کو پیر ترک یا ترک سلطان کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں، آپ کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ جب آپ ترکستان سے ہندوستان میں وارد ہوئے تو قصبہ نارنول میں آکر سکونت اختیار کی، یہاں پہلے ایک حوض تھا جس کے کنارے آپ کا مزار ہے۔ اب وہ حوض مسمار ہو چکا ہے اور شہر کی آبادی میں آچکا ہے۔ آپ

مجرّد، متوکّل، عورتوں کی صحبت سے دُور اور افزائش نسلی سے نفور رہے۔ کسی شخص کی بیعت نہ لی اور اپنا مرید نہ بنایا۔

کہتے ہیں کہ شیوعِ اسلام کے ابتدائی زمانے میں نارنول میں کفّار کا غلبہ تھا اور شہر میں مسلمان بہت تھوڑے تھے۔ ہندو موقع کی تاک میں رہتے تھے۔ عید کا دن تھا، نماز میں یکبارگی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور ان کو شہید کر دیا۔ اس روز اکثر مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا، شیخ محمد ترک کو بھی اسی دن شہادت نصیب ہوئی۔ اکثر شہدا کو حوضِ شہدپال کے کنارے دفن کیا گیا۔ لہٰذا شیخ محمد ترک بھی اپنی جائے قیام میں مدفون ہوئے، اس قبرستانِ شہیداں میں دو شہید سوئے پڑے ہیں، ان میں سے ایک کا مزار بلندی پر ہے اسے بلند شہید کہتے ہیں۔ دوسرے کا مدفن نشیب میں واقع ہے اس کو نشیب شہید کہتے ہیں۔ دونوں کلام مجید کے حافظ تھے۔ کہتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے ان کی قبروں سے تلاوتِ قرآن کی آواز سنی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسباقِ قرآن کی تکرار کر رہے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو کسی بادشاہ نے زبردستی ٹھٹھہ کی جانب بھیج دیا۔ وہ نارنول کے راستے سے ٹھٹھہ کی طرف جا رہے تھے، جب نارنول ایک کوس رہ گیا تو سواری سے نیچے اتر آئے اور شیخ محمد ترک کے مقبرہ کی طرف رجوع ہوئے، روضہ کے اندر قبر کے سامنے ایک پتھر لگا ہوا ہے، تھوڑی دیر اس پتھر کے سامنے کھڑے رہے، پھر شیخؒ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے، زیارت سے فارغ ہو چکے تو لوگوں نے دریافت کیا۔ اس میں کیا راز تھا کہ پہلے آپ پتھر کی طرف متوجہ ہوئے اور بعد میں قبر کی طرف؟

آپ نے فرمایا "خوش قسمت ہے وہ خادم جس کی نوازش کے لئے خود مخدوم اس کے گھر آئے اور اس کو سرفراز کرے، میں نے جناب سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اس پتھر میں جلوہ فگن دیکھی اور جب تک کشفِ معانی کا سلسلہ جاری رہا میں پتھر کی طرف متوجہ رہا، جس وقت وہ مطالب میری چشمِ بصیرت سے اوجھل ہوگئے میں شیخ کی قبر کی جانب متوجہ ہوا" یہ کہکر شیخ نصیر الدین محمودؒ سر جھکا کر مراقبے میں چلے گئے، جب مراقبے سے سر اٹھایا تو فرمایا جس کسی کو کوئی سخت مشکل درپیش ہو اور وہ اس روضے سے متوجہ ہو تو امید ہے کہ وہ مشکل آسان ہو جائے گی! اس پر ایک شخص نے گستاخانہ کہا کہ اب تو آپ خود مشکل میں مبتلا ہیں۔ شیخ نصیر الدین نے فرمایا۔ "میرے کہنے کا مقصد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی برکت سے میری مشکل آسان کر دے گا" اس کے بعد وہ چل پڑے لیکن ابھی نارنول سے دو تین کوس نہ گئے ہوں گے کہ بادشاہ کی موت کی اطلاع ملی۔ شیخ نصیر الدین محمودؒ واپس دہلی آگئے۔ وہ پتھر اب تک شیخ محمد ترک کی قبر کے مقابل موجود ہے اور لوگ اس کی زیارت سے شرف یاب ہوتے ہیں۔

---

# شیخ ترک بیابانیؒ

آپ شاہ ترکمان کے لقب سے مشہور ہیں ، روایت ہے کہ آپ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مریدوں میں سے ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب ، آپ کے حالاتِ زندگی کچھ معلوم نہیں ہو سکے کہ تحریر میں لائے جائیں ، آپ کی قبر فیروز آباد کی جانب قلعہ دہلی کے نزدیک ہے ۔

---

# شیخ شاہی موئے تابؒ

آپ کا قیام بدایوں میں تھا، قاضی حمید الدین ناگوریؒ آپ کو "شاہ روشن ضمیر" کہا کرتے تھے، جب آپ کو خرقہ عطا کیا تو شیخ محمود موئینہ دوز کی خدمت میں روانہ کر کے یہ پیغام بھجوایا کہ آج ہم نے یہ کام کیا ہے کہ ایک بادشاہ (شاہی) کو گدڑی پہنا دی ہے، آپ اس بات کو پسند فرمائیں گے، شیخ محمود نے جواب دیا، آپ کی ہر بات پسندیدہ ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک دن آپ کے چند دوست دھوپ میں کھڑے رہے یہاں تک کہ ان کے پسینہ بہنے لگا۔ خواجہ شاہیؒ نے اسی وقت حجام کو بلوایا،

حاضرین نے پوچھا، کیا ماجرا ہے۔ فرمایا "میرے دوستوں کا جس قدر پسینہ بہہ چکا ہے میں اپنا اتنا ہی خون نکلوانا چاہتا ہوں۔" یہ تمام داستان خیرالمجالس میں لکھی ہوئی ہے، اصل واقعہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ آپ کے دوست آپ کو کہیں باہر لے گئے اور وہاں جا کر انھوں نے کھیر پکائی، جب دسترخوان چنا گیا تو شیخ شاہی نے فرمایا کہ اس کھانے سے خیانت کی بُو آتی ہے ہم اسے نہیں کھائیں گے، دوست حیران رہ گئے اور کہنے لگے ہم میں سے تو کسی نے خیانت نہیں کی، لیکن ان میں سے دو دوست جنھوں نے کھیر پکائی تھی آگے بڑھے اور عرض کیا کہ دودھ کو اُبال آگیا تھا اور جھاگ باہر بہہ رہی تھی، ہمارے پاس کوئی فالتو برتن نہ تھا، اس لئے ہم نے سوچا کہ شیرہ زمین پر گر رہا ہے، بہتر ہے کہ ہم کھالیں، کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا آپ نے ارشاد فرمایا "اس سے پہلے کہ کھانا دوستوں کے سامنے رکھا جائے جو کوئی کھاتا ہے خیانت کرتا ہے۔" ان کا عذر قبول نہ ہوا اور ان کو خفیف ہونا پڑا۔ چونکہ موسم گرم تھا اس لئے ان کے پسینہ ٹپکنے لگا، آپ نے فرمایا "میں نے تمھیں معاف کردیا۔ آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا" بعد میں حجام کو بُلوا کر حکم دیا کہ جتنا پسینہ میرے دوستوں کا بہہ چکا ہے اسی قدر میرا خون زمین پر گرادو۔

شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں "ایک طرف محبت کا یہ عالم کہ اپنا خون بہا دینے کا حکم دیا اور دوسری طرف آداب کا اس قدر لحاظ کہ ان کا عذر قبول نہ فرمایا۔"

منقول ہے کہ ایک دفعہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید بیمار ہوگئے، انھوں نے حضرت شاہی موئے تاب کو بلا بھیجا اور کہا کہ ہمت فرمائیے میری بیماری صحت میں تبدیل ہو جائے، خواجہ شاہیؒ نے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ آپ بزرگ ہیں

اور مجھ سے یہ خواہش کرتے ہیں، میں تو ایک بازاری آدمی ہوں، اس وادی میں میرا گذر کہاں، شیخ نظام الدین نے ان کی معذرت قبول نہ کی اور فرمایا آپ کو ضرور دعا کرنی چاہیئے اور ہمّت باندھنی چاہیئے تاکہ میں تندرست ہو جاؤں، آپ نے کہا بہت اچھا، میرے دو دوست بلوائیے، ایک کا نام شرف ہے جو ایک پرہیزگار شخص ہے اور دوسرا ایک درزی ہے، چنانچہ ان دونوں کو بلایا گیا۔ خواجہ شاہی نے ان سے کہا کہ شیخ نظام الدین ابوالمؤید نے مجھے اس کام کے لئے فرمایا ہے، اب تم میری مدد کرو، شیخ کا بدن سر سے لے کر سینے تک میرے سپرد ہے اور سفلی حصہ یعنی سینے سے ایک پاؤں تک ایک سنبھال لے اور دوسرے پاؤں تک دوسرا لے۔ قصہ مختصر تینوں مصروفِ کار ہو گئے اور شیخ نظام الدین ابوالمؤید کی بیماری کلی طور پر صحت میں تبدیل ہو گئی۔

---

# شیخ بدرالدین موئے تاب رح

یہ بزرگوار شیخ شاہی موئے تاب رح کے بھائی تھا۔ شیخ شاہی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت کے مطابق آپ خواجہ قطب الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا "آئیے شیخ بدرالدین! صاحب ولایت"۔
آپ کا مزار بدایون میں نمازگاہ شمسی کے عقب میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# خواجہ محمود موئینہ دوزؒ

قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے مرید ہیں، آپ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے مصاحبوں اور عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ان کے یہاں سب مجالس میں برابر شریک ہوتے تھے، خواجہؒ کے ملفوظات میں اکثر جگہ آپ کا ذکر آیا ہے، آپ کا مقبرہ خواجہ قطب الدینؒ کے روضے کے قریب ہی اس دروازے کے باہر واقع ہے جو حوض شمسی کی طرف کھلتا ہے، جو حاجت مند جاتا ہے آپ کے روضۂ مبارک پر سے ایک پتھر اٹھا کر ایک گوشہ میں رکھ دیتا ہے جب اس کی مراد پوری ہو جاتی ہے تو اس پتھر کے ہموزن شکر تقسیم کر دیتا ہے۔

# مولانا مجد الدین حاجیؒ

ملفوظاتِ مشائخ میں آپ کا کوئی ذکر اور آپ کے حالات کے بارے میں
کسی قسم کا اشارہ نہیں ملتا، لیکن بعض بزرگوں کی زبانی سُنا ہے کہ آپ سلسلۂ
سہروردی سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے
مرید ہیں، آپ نے بارہ مرتبہ زیارت حرمین کی سعادت حاصل کی اور آخر کار دہلی
میں وارد ہوئے۔ سلطان شمس الدین التمش نے آپ کو صدرِ ولایت مقرر کیا
لیکن آپ اس منصب پر رضامند نہ تھے۔ دو سال تک فرائض منصبی بوجہ احسن
عہدہ برآ ہوتے رہے اور عمدہ نظم ونسق کی مثال قائم کی، اس کے بعد التماس کی

کہ اب فقیر کو معذور سمجھیں اور معاف کر دیا جائے، سلطان شمس الدین نے آپ کی عرضداشت قبول کی اور آپ کو صدارت کے عہدے سے سبکدوش کر دیا۔

ایام تشریق[1] میں جب کہ خورد و نوش اور ضیافت فی سبیل اللہ کا سلسلہ عام ہوتا ہے یہاں کے لوگوں کا معمول ہے کہ گھروں سے باہر نکل جاتے ہیں اور خواجہ حاجیؒ کے مزار پر جمع ہوتے ہیں، اس اجتماع کو مولانا مجد حاجی کا ختم کہتے ہیں۔

---

[1] عید اضحیٰ کے بعد کے تین روز یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ماہ ذی الحجہ۔

# شاہ خضرؒ

قلندریہ مشرب کے بزرگ تھے، آپ کا اصلی وطن ولایت روم ہے۔ بے شمار کرامات اور خوارق عادات آپ سے منسوب ہیں، گو آپ نے کبھی خلافت اور بیعت کے مراسم قائم نہیں کئے تھے مگر جب ہندوستان تشریف لائے تو اس زمانے میں شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بقید حیات تھے، چنانچہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ نے ان کی روحانی جانشینی کا اعزاز حاصل کیا۔ خواجہؒ صاحب نے اپنی کلاہ اور خرقہ بھی آپ کے یہاں بھجوا دیا اور آپ کو رخصت ہونے کی اجازت دی، اس کے بعد آپ کو جونپور کی جانب سفر کرنے کا اتفاق ہوا،

جب سرہر پور پہنچے تو شاہ قطب آپ کے مرید ہو گئے ۔ شاہ قطب کو منصب خلافت عطا کرنے کے بعد شاہ خضر روم تشریف لے گئے ، اب ہندوستان میں آپ کا سلسلہ قائم ہے جو قلندریہ چشتیہ کے نام سے منسوب ہے ۔

# شیخ بدرالدین غزنوی رحؒ

خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کے خلیفہ تھے، آپ اہل سماع سے تعلق رکھتے تھے۔ مشائخ وقت آپ کی بزرگی کے معترف تھے، وعظ و نصیحت بڑے جاذب اور دل کش پیرائے میں کرتے، عشق و محبت آپ کی گفتگو کا عام موضوع تھا۔ شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی مجلسِ وعظ میں اکثر شریک ہوتے تھے۔ شیخ بدرالدینؒ جب غزنین سے تشریف لائے تو پہلے لاہور میں وارد ہوئے اور پھر دہلی جاکر خواجہ بختیار کاکیؒ کے مرید ہو گئے۔

سیر الاولیا میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ سے منقول ہے کہ

شیخ بدرالدین غزنوی کی ملاقات حضرت خضرؑ سے تھی، ایک دفعہ آپ کے والد بزرگوار نے کہا اگر تم خضرؑ سے میری ملاقات کرادو تو کیا ہی اچھا ہو، اس کے بعد ایک روز آپ مسجد میں وعظ فرمارہے تھے کسی اونچی جگہ پر ایک شخص لوگوں سے بہت پرے بیٹھا تھا۔ شیخ نے اپنے والد ماجد کو اشارہ کیا کہ وہ ہیں خواجہ خضرؑ والد نے کہا کہ وعظ کے بعد ان سے ملوں گا، جب مجلس ختم ہوگئی تو خضرؑ بھی وہاں سے روپوش ہوگئے۔

سلطان المشائخ فرماتے ہیں میں نے شیخ بدرالدینؒ سے سنا کہ خواجہ قطب الدین قدس سرہ یہ دو بیتی اکثر پڑھا کرتے تھے۔ رباعی

سودائے تو اندر دل دیوانۂ ماست ہر جا کہ حدیث تست افسانۂ ماست
بیگانہ کہ از تو گفت آن خویش من ست خویشی کہ نہ از تو گفت بیگانۂ ماست

ہمارا دیوانہ دل تمہارے عشق کے سودا میں مبتلا ہے جہاں کہیں تمہارا ذکر ہو وہاں ہمارا افسانہ بھی دہرایا جاتا ہے۔ جس بیگانے نے تمہارا نام لیا وہ مجھے جان سے عزیز ہے۔ اور جس نے تمہارا ذکر نہ کیا وہ میرے لئے بیگانہ ہے۔

نیز وہ فرماتے ہیں کہ شیخ بدرالدین غزنویؒ سن رسیدہ تھے اور بہت ضعیف ہو چکے تھے، لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ شیخ اتنے بوڑھے ہوگئے ہیں تو رقص کس طرح فرماتے ہیں انھوں نے جواب دیا۔

"شیخ نمی رقصد عشق می رقصد، ہر جا کہ عشق ست او را رقص ست"

یعنی شیخ نہیں ناچتا عشق ناچتا ہے جہاں عشق ہے وہاں رقص ہے۔

سلطان المشائخ نے یہ بھی فرمایا کہ شیخ بدرالدینؒ ضعف اور بڑھاپے سے اٹھ

نہیں سکتے تھے مگر جب راگ سنتے تھے تو اس طرح رقص فرماتے جیسے کوئی دس برس کا بچہ ناچ رہا ہو۔

آپ کا مرقد خواجہ قطب الدینؒ کے پائیں میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

## خواجہ بسبتؒ

خواجہ قطب الدینؒ کے مزار سے بلند تر شمال کی جانب ایک قبر ہے جو خواجہ بسبت کے نام سے منسوب کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ فتح دہلی کے اوائل میں مدفون ہوئے اور اس وقت تک خواجہ قطب الدینؒ کا مقبرہ نہیں بنا تھا صاحب قبر کے حالات کا مطلق کوئی علم نہیں، واللہ اعلم

# مولانا ناصح الدینؒ

آپ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے صاحبزادے اور ان کے سجادہ نشین ہیں۔ سیرالاولیا میں سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص جس کا نام عزیز بشیر تھا مولانا ناصح الدین بن قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بدایوں سے دہلی آیا تاکہ آپ سے خرقۂ درویشی حاصل کرے۔ اس مقصد کے لئے اس نے حوض سلطان پر لوگوں کو اکٹھا کیا، کچھ درویش بھی وہاں پہنچے۔ اس اثنا میں اس شخص نے جو گھر سے خرقہ کی طلب میں نکلا ہوا تھا، حوض سلطان کی طرف دیکھ کر کہا "یہ تو ایک

معمولی حوض ہے، بدایون کا حوض سا غر اس سے بہتر ہے" وہاں محمد کبیر بھی موجود تھا، اس نے جب یہ بات سنی تو مولانا تاج الدینؒ سے آکر کہدیا کہ وہ شخص بہت جھوٹا ہے اس کو ہرگز خرقہ نہ پہنایا جائے۔

# شیخ فخر الدینؒ

خواجہ بزرگ حضرت معین الدین قدس سرہ کے فرزند ارجمند تھے۔ کھیتی باڑی آپ کا شغل تھا۔ آپ نے ماندل کی بستی قائم کی جو اجمیر کے قریب واقع ہے۔ ملفوظات مشائخ چشتیہ میں جو مذکور ہے کہ خواجہ بزرگ کی اولاد نے ایک گاؤں بسایا مگر حاکم تنگ کرتا تھا اور خواجہ صاحبؒ اس سلسلہ میں دہلی تشریف لائے تو یہاں شیخ فخر الدینؒ ہی کی طرف اشارہ ہے۔ آپ اپنے والدِ ماجد کے بعد بیس سال تک زندہ رہے اور اجمیر سے سولہ کوس پر قصبہ سرواڑ میں عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ آپ کا مدفن قصبہ سرواڑ میں حوض کے نزدیک ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# طبقۂ دُوم

## حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ اور ان کے معاصرین و مریدین کے حالات

## حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ آپ نے خواجہ بزرگ حضرت معین الدین چشتیؒ سے بھی نعمتِ فقر حاصل کی، آپ کا شمار اکابر اولیاء اور ارکانِ صوفیہ میں ہے، ریاضت مجاہدہ، فقر اور ترکِ دُنیا میں

بکمال بڑھے ہوئے تھے، آپ کی ذات گرامی سراسر کشف و کرامات کا نمونہ اور اور ذوق محبت کی علامت تھی، ستر و اخفا کا ہمیشہ اہتمام کرتے اور اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے دور رکھتے تھے، مدت دراز تک شہر بشہر پھرتے رہے، آخرکار اجودھن آئے، یہاں کے باشندے سخت تند خو، ظاہر پرست اور درویشوں کے منکر تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مقام میرے رہنے کے لائق ہے۔ چنانچہ یہیں سکونت پذیر ہو گئے اور لوگوں کے اِزدحام سے نجات پائی۔ قصبہ کے باہر کریر کے درخت تھے۔ آپ ایک گھنے درخت کے نیچے یادِ حق میں مشغول ہو گئے، راہِ سلوک کے بیشتر مقامات اسی جگہ کی جامع مسجد میں طے کئے۔ یہیں عیالدار ہوئے، شدید فاقوں، مجاہدوں اور ریاضت کشی کے بعد آخرکار آپ کا روحانی مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔

منقول ہے کہ ایک بار آپ کا لباس پارہ پارہ اور بہت بوسیدہ ہو گیا تھا۔ ایک شخص نے نیا کرتہ نذر کیا، آپ نے وہ کرتہ پہن کر فوراً ہی اتار ڈالا اور شیخ نجیب الدین متوکل کو دے کر ارشاد فرمایا کہ جو ذوق مجھ کو اس پرانے کرتہ میں حاصل تھا اس کرتہ میں نہیں۔

روزہ اکثر شربت سے افطار کرتے تھے۔ ایک پیالہ شربت کا جس میں تھوڑی سی کشمش ملی ہوتی حاضر کیا جاتا تو اس میں سے نصف بلکہ دو تہائی شربت حاضرین میں تقسیم کر دیتے اور باقی خود نوش فرماتے، پھر اس میں سے بھی کسی طلبگار کو عنایت کر دیتے، اس کے بعد دو روغنی روٹیاں لائی جاتیں، ان میں سے ایک ٹکڑا خود کھاتے اور باقی حاضرین میں بانٹ دیتے۔ پھر طرح طرح کے کھانے

دسترخوان پر چُنے جاتے، ان کھانوں کو مہمان نوش جان کرتے لیکن خود دوسرے دن افطاری تک کچھ نہ تناول فرماتے۔ سوتے وقت اسی کمبل کو بستر استراحت بنا لیتے جس پر دن کو بیٹھتے تھے۔ کثرتِ استعمال کے باوجود وہ کمبل نہیں پھٹتا تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے منقول ہے کہ شیخ فریدالدینؒ زیادہ تر زنبیل کی روٹی تناول فرماتے، افطار کے وقت تو ضرور ہی زنبیل کی روٹی کے دو ٹکڑے لائے جاتے۔ شیخ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شیخ فریدالدینؒ کی خدمت میں کئی سال زنبیل گردانی کرتا رہا، شیخ نظام الدین اولیاءؒ اکثر فرمایا کرتے کہ جس رات شیخؒ کے یہاں دلیہ یا گُل کریر پیٹ بھر کر کھانے کو ملتا اس دن عید ہوتی اور پھر یہ سفت کا کھانا تھا ایک ساتھی چگ لے کر آتا اور سب کھا لیتے، لیکن جب دلیہ اور کریر کا موسم نہ ہوتا تو زنبیل گردانی کرتے، شیخ نصیرالدین محمودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کی خدمت میں بھی کئی سال تک زنبیل گردانی کی ہے، وہ لوگ یہی کچھ کھا کر ایسے مقاماتِ عالیہ پر فائز ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ خادم نے شیخؒ کی خاطر ایک درم کا نمک اودھار لیا، جب افطار کے وقت اس نے کھانا پیش کیا تو آپ کو نورِ باطن سے معلوم ہو گیا اور فرمایا

"ازیں بوئے تصرف می آید، روانہ باشد کہ من ایں طعام بخورم"

یعنی اس کھانے میں سے خیانت کی بُو آتی ہے اس لئے میرے لئے یہ کھانا جائز نہیں۔

ایک مرتبہ زوجہ محترمہ نے آکر عرض کیا کہ اے خواجہ! آج فلاں لڑکا

بھوک سے مر رہا ہے۔ شیخؒ نے سر اوپر اٹھایا اور فرمایا۔

"مسعود بندہ کیا کرے، اگر تقدیرِ الٰہی آجائے اور وہ اس دُنیا سے سفر کر جائے تو اس کے پاؤں باندھ کر باہر پھینک دینا۔"

نقل ہے کہ جب آپ نے مجاہدہ و ریاضت اختیار کرنا چاہا تو اس باب میں خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ سے عرض کیا، خواجہ صاحب نے فرمایا کہ طے[1] کا روزہ رکھو، آپ نے اس پر عمل کیا اور تین دن تک کچھ نہ کھایا۔ تیسرے دن افطاری کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لے کر حاضرِ خدمت ہوا، آپ نے رزقِ غیب سمجھ کر روزہ افطار کیا۔ مگر فوراً ہی کراہت محسوس ہوئی اور اسی وقت قے آگئی۔ آپ نے یہ حقیقت پیر و مرشد کی خدمت میں بیان کی، انھوں نے فرمایا

"مسعود! تو نے تین دن کے بعد ایک شرابی کے کھانے سے افطار کیا لیکن عنایتِ خداوندی تیرے کام آئی اور وہ کھانا تیرے معدے سے نکل گیا اب جا اور تین دن پھر طے کا روزہ رکھ اور جو کچھ غیب سے ملے اس سے افطار کر۔"

آپ نے پھر تین دن تک روزہ رکھا، جب افطار کا وقت آیا تو کوئی کھانا نہ پہنچا۔ یہاں تک کہ ایک رات گذر گئی، ضعف بڑھ گیا۔ حرارت سے جسم جلنے لگا۔ آپ نے زمین کی طرف ہاتھ بڑھایا اور چند سنگریزے اٹھا کر منہ میں رکھ لئے۔

---

[1] اس روزے میں افطار کے وقت پانی تو پی لیتے ہیں لیکن کبھی متواتر تین دن، کبھی دس دن کبھی ایک مہینہ، کبھی چھ مہینے اور کبھی ایک سال تک کچھ نہیں کھاتے۔

یہ سنگریزے آپ کے منہ میں شکر پارے بن گئے۔ جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو خیال کیا شاید یہ مکر و فریب ہو، چنانچہ آپ نے وہ شکر پارے منہ سے نکال کر باہر پھینک دیئے، پھر بدستورِ سابق ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی، ضعف انتہائی شدت اختیار کر گیا تو زمین پر سے چند اور سنگریزے اٹھا کر منہ میں رکھے وہ بھی شکر بن گئے۔ اسی طرح اس کرامت کی تین بار تکرار ہوئی، تب آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ لطفِ خداوندی ہے۔ دن چڑھے آپ نے یہ ماجرا اپنے مرشد خواجہ قطب الدینؒ سے بیان کیا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا "تم نے اچھا کیا کہ سنگریزوں سے افطاری کی کیونکہ یہ دستِ غیب کی برکت تھی، جاؤ تم ہمیشہ شکر کے مانند شیریں رہو گے"۔

اس دن کے بعد آپ گنج شکر کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ یہ قصہ سیر الاولیا میں مذکور ہے، شکر گنج کی وجہ تسمیہ میں اس کے علاوہ ایک اور روایت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک سوداگر شکر لاد کر کہیں لے جا رہا تھا۔ خواجہ صاحبؒ نے اس سے شکر مانگی، سوداگر نے کہا، یہ شکر نہیں نمک ہے۔ آپ نے فرمایا "نمک ہی ہوگا" سوداگر نے جب منزلِ مقصود پر پہنچ کر مال کو کھولا تو سب نمک ہی نمک تھا، اسی وقت شیخ فریدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تقصیر کی معافی چاہی۔ پھر عرض کیا۔ دعا فرمائیں کہ یہ نمک شکر میں تبدیل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا "شکر ہو جائے گی"۔ چنانچہ پھر نمک شکر میں تبدیل ہو گیا۔

خانخاناں محمد بیرم خاں نے اس واقعہ کو اس طرح منظوم کیا ہے ؎

کانِ نمک، جہانِ شکر، شیخ بحر و بر  آں کز شکر نمک کند و از نمک شکر

کانِ نمک وگنج شکر شیخ فرید | کز گنج شکر کانِ نمک کرد پدید
در کانِ نمک کرد نظر گشت شکر | شیریں تر ازیں کرامتی کس نشنید

نمک کی کان، شیرینی کی دنیا خشکی و تری کے خواجہ جو شکر کو نمک بنا دیتے ہیں اور نمک کو شکر، کانِ نمک اور خزانۂ شکر شیخ فرید ہی تو ہیں جنھوں نے شکر کے خزانے کو نمک کی کان بنا دیا اور جب نمک کی کان پر نظر کی تو وہ شکر بن گئی، اس سے زیادہ شیریں کرامت آج تک سننے میں نہیں آئی۔

آپ نے اُچھ کی جامع مسجد کے کنویں پر چالیس روز تک چلّہ معکوس کیا، ہر رات اپنے آپ کو ایک درخت پر سے کنوئیں کے اندر اُلٹا لٹکا لیتے اور دن کے وقت باہر نکل آتے تھے۔

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ ۶۶۴ ہجری میں اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ عمر شریف ۹۵ سال کی تھی۔ منقول ہے کہ پانچویں محرم کی رات کو حضرت بابا صاحب پر مرض کا غلبہ ہوا، آپ نے عشا کی نماز باجماعت پڑھی اور بے ہوش ہو گئے، ایک ساعت کے بعد ہوش میں آئے تو فرمایا، کیا میں نے عشا کی نماز پڑھ لی ہے؟ حاضرین نے عرض کیا "ہاں پڑھ چکے ہیں"!

آپ نے فرمایا "ایک بار اور پڑھ لوں، پھر کون جانے کیا ہو"۔ چنانچہ دوسری مرتبہ نماز پڑھی اور بے ہوش ہو گئے۔ اب کے بے ہوشی کا غلبہ زیادہ تھا، پھر ہوش میں آئے تو وہی سوال دہرایا۔ حاضرین نے جواب دیا کہ آپ دو بار پڑھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک بار اور پڑھ لوں کون جانے کیا ہو۔ تب آپ نے تیسری مرتبہ پڑھی اور اس کے بعد یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کہتے ہوئے

جان بحق تسلیم کی،

حضرت بابا گنج شکرؒ کے بعض ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں:

نامرادی کا دن مردانِ خدا کی شبِ معراج ہے۔

اپنی سرگرمی کو لوگوں کی سرد کلامی کی وجہ سے ترک نہیں کرنا چاہئے۔

جب فقیر اپنا لباس پہنتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ اس نے کفن پہن لیا ہے۔

جیسا تو ہے ویسے ہی نظر آ ورنہ اصلیت خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔

جَذْبَۃٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ۔

ایک جذبۂ حق دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔

رباعی

| | |
|---|---|
| دوشینہ شبم دل حزینم بگرفت | واندیشۂ یارِ نازنینم بگرفت |
| گفتم بسرِ دیدہ روم بردرِ تو | اشکم بدوید آستینم بگرفت |

کل رات میرا دلِ حزیں رنج و غم میں مبتلا ہو گیا اور یارِ نازنین کے خیال میں کھو گیا میں نے سوچا کہ بسرِ چشم تمہارے پاس حاضر ہو جاؤں لیکن طفلِ اشک نے بڑھ کر میرا آستین پکڑ لی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے سامنے سماع کے حرام یا حلال ہونے کے موضوع پر جس میں علماء کا اختلاف ہے گفتگو ہو رہی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا۔

"سبحان اللہ! کوئی تو جل کر راکھ ہو جائے اور دوسرے ابھی اختلاف میں پڑے ہوں۔"

ایک موقع پر ارشاد فرمایا :-

اَلْآفَۃُ فِی التَّدْبِیْرِ وَالسَّلَامَۃُ فِی التَّسْلِیْمِ - تدبیر میں آفت ہے اور تسلیم میں سلامتی ۔

نیز فرماتے ہیں :-

اَلْعُلَمَاءُ اَشْرَفُ النَّاسِ وَالْفُقَرَاءُ اَشْرَفُ الْاَشْرَافِ

علماء لوگوں میں اشرف ہیں اور فقراء اشراف میں اشرف ہیں۔

اَلْفَقِیْرُ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ کَالْبَدْرِ بَیْنَ کَوَاکِبُ السَّمَاءِ

فقیر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ آسمان کے ستاروں میں چودھویں رات کا چاند۔

ایک مرتبہ فرمایا انسانوں میں سب سے رذیل وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو کھانے پینے اور ملبوسات میں مصروف رکھتا ہے

نقل ہے کہ ایک بار کسی شخص نے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ[1] کی خدمت میں عرض کیا کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے پاس اس کی سفارش کر دیجیے آپ نے یہ سفارش نامہ ان الفاظ میں تحریر فرمایا۔

رَفَعْتُ قَضِیَّۃً اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ اِلَیْکَ فَاِنْ اَعْطَیْتَہٗ شَیْئًا فَالْمُعْطِیْ ھُوَ اللّٰہُ وَاَنْتَ الْمَشْکُوْرُ وَاِنْ لَّمْ تُعْطِہٖ شَیْئًا فَالْمَانِعُ ھُوَ اللّٰہُ وَاَنْتَ الْمَعْذُوْرُ

میں اس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور اس کے بعد آپ تک

---

[1] نسخہ مجتبائی میں شیخ بدرالدین لکھا ہے جو غالباً کتابت کی غلطی ہے۔

پہنچا ہوں۔ اگر آپ اس کو کچھ عطا کر دیں گے تو حقیقی عطا کرنے والا اللہ تعالےٰ ہوگا اور آپ مشکور ہوں گے اور اگر آپ کچھ نہ دیں گے تو اس کا مانع اللہ تعالےٰ ہوگا اور آپ معذور سمجھے جائیں گے۔

---

# سُلطان المشائخ خواجہ نظام الدّین اولیاءؒ

شیخ الشیوخ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ اسم مبارک محمد بن احمد بن علی بخاری اور القاب سلطان المشائخ و نظام اولیاء تھے۔ بارگاہ الٰہی میں محبوب و مقرب تھے۔ ملک ہندوستان آپ کی برکات و فیوض سے مالامال ہے۔ آپکے دادا خواجہ علی بخاری اور نانا خواجہ عرب، دونوں بخارا سے وارد ہوئے اور کچھ مدّت لاہور میں رہ کر بدایوں چلے آئے اور یہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ والد بزرگوار خواجہ احمد آپ کے بچپن ہی میں انتقال فرما گئے اور بدایوں میں مدفون ہوئے۔ شیخ نظام الدین نے ہوش

سنبھالا تو والدہ ماجدہ نے آپ کو مکتب میں داخل کرا دیا، مکتب میں آپ نے کلام مجید پڑھا اور دیگر کتابوں کا درس لینا شروع کیا۔ لڑکپن ہی میں جب سن شریف بارہ کے قریب ہوگا آپ لغت کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ابو بکر نام ایک قوال ملتان سے آپ کے استاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بیان کیا کہ میں نے شیخ بہاؤ الدین زکریا کی مجلس سماع میں یہ شعر گایا ؏

لَقَدْ لَسَعَتْ حَیَّةُ الْھَوٰی کَبِدِیْ

تحقیق خواہشات کے سانپ نے میرے جگر کو ڈسا ہے۔

دوسرا مصرع یاد نہیں آتا تھا، شیخ موصوف نے فوراً یاد دلا دیا[1]۔ اس کے بعد اس قوال نے شیخ بہاؤ الدین زکریا کی مدح و توصیف شروع کی اور ان کی درگاہ کے ذکر و عبادات کی ستائش میں یہاں تک کہا کہ وہاں کی چکّی پیسنے والی لونڈیاں بھی ذکر کرتی ہیں، غرضکہ اس طرح کی بہت باتیں سنائیں۔ لیکن شیخ نظام الدین کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ میں وہاں سے اجودھن آیا اور یہاں ایک بادشاہ طریقت کی زیارت کی، پھر اس کے اوصاف بیان کرنا شروع کئے، یہ سنتے ہی آپ کے سینے میں محبت و ارادت کا وہ طوفان اٹھا کہ از خود رفتہ ہوگئے اسی لمحہ آپ شیخ فرید الدین کے گرویدہ و شیفتہ ہوگئے اور یہ شیفتگی روز بروز بڑھنے لگی، اٹھتے، بیٹھتے، سوتے

---

[1] دوسرا مصرع یہ ہے: فَلَا طَبِیْبَ لَھَا وَلَا رَاقِیْ۔ نہ کوئی اس کا معالج ہے اور نہ منتری ——— بحوالہ رسالہ سپہ سالار،

کھاتے پیتے آپ کی زبان پر شیخ فریدالدین کا ذکر تھا۔ بعد ازاں آپ حصولِ تعلیم کی غرض سے دہلی تشریف لائے اور صدرِ ولایت شمس الملک کی شاگردی میں مقاماتِ حریری کا مطالعہ کیا، یہاں آپ نے علم حدیث کی بھی تحصیل کی۔ طلبہ کے درمیان آپ نظام الدین بحاث کے نام سے مشہور تھے۔ پھر حضرت شیخ فریدالدینؒ کے شوقِ ارادت میں اجودھن تشریف لے گئے، اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی۔ آپ نے ان سے قرآن کے چھ پارے قرأت کے ساتھ پڑھے اور عوارف المعارف کے چھ ابواب کی سند حاصل کی، تمہید ابوشکور سالمی اور بعض دیگر کتابیں بھی ان سے پڑھیں۔

فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیخ فریدالدینؒ کی سعادتِ پابوسی حاصل کی تو سب سے پہلے شیخ کی زبانِ مبارک سے یہ شعر نکلا ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ    سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

تیرے فراق کی آگ نے دل کو کباب کردیا ہے اور تیرے شوق کی طغیانی نے جان کو تباہ و برباد کردیا ہے۔

اس وقت میں نے چاہا کہ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے شوق و آرزو کا قصہ بیان کروں مگر حضوری کی دہشت نے اس قدر غلبہ کیا کہ میں صرف یہی کہہ سکا کہ بندہ کے دل میں قدمبوسی کا اشتیاق نہایت غالب تھا۔ جب انھوں نے مجھ میں دہشت کے آثار ملاحظہ فرمائے تو ارشاد ہوا

لِکُلِّ دَاخِلٍ دَھْشَۃٌ یعنی ہر داخل ہونے والے کو دہشت ہوتی ہے۔

اسی روز میں شیخ کی بیعت سے مشرف ہوا اور دریافت کیا کہ اب کیا حکم ہے

کیا تحصیل علم کو ترک کر کے اوراد و نوافل میں مشغول ہو جاؤں، انھوں نے فرمایا "ہم کسی کو تعلیم سے منع نہیں کرتے، یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو۔ دیکھو کیا غالب آتا ہے، درویش کے لئے قدرے علم بھی ضروری ہے"

اس کے بعد شیخ نظام الدینؒ نعمت خلافت سے شرف یاب ہو کر دہلی چلے آئے، جب تک شیخ فریدالدین گنج شکرؒ حیات میں رہے، آپ تین بار اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں تشریف لے گئے لیکن ان کے وصال کے موقع پر حاضر نہ تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ شیخ فریدالدینؒ بھی اپنے پیر و مرشد خواجہ قطب الدینؒ کے وصال کے وقت اور خواجہ قطب الدینؒ اپنے پیر طریقت خواجہ بزرگ معین الدین قدس سرہ کے وصال کے موقع پر موجود نہ تھے۔ بعد ازاں شیخ نظام الدین اولیاء ایک غیبی اشارہ پا کر دہلی سے متصل غیاث پور میں آکر مقیم ہو گئے جہاں اس وقت آپ کی خانقاہ ہے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "میں اپنے شیخ طریقت کے ہمراہ کشتی میں سوار تھا، شیخؒ نے مجھ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا، ادھر آؤ تمہیں کچھ بتاؤں پھر کہا کہ جب تم دہلی جاؤ تو مجاہدہ اختیار کرو، بے کار رہنے میں کچھ فائدہ نہیں، روزہ رکھنا نصف راہ ہے اور دوسرے اعمال مثلاً نماز اور حج نصف راہ ایک بار انھوں نے فرمایا۔ میں نے دعا مانگی ہے کہ جو کچھ تو خدا تعالےٰ سے چاہے گا تجھ کو مل جائے گا، یہ بھی فرمایا کہ میں نے تمہارے لئے دنیاوی قدرت کی بھی دعا مانگی ہے۔ خلافت عطا کرتے وقت ارشاد فرمایا۔ راہ سلوک میں استعداد حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ کرنا چاہیئے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ

وہ حجرہ کے اندر ننگے سر بیٹھے ہوئے ہیں، گبشرہ، بارگ متغیر ہو رہا ہے اور یہ بیت پڑھ رہے ہیں۔

رباعی

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم خاکی شوم و زیر پائے تو زیم
مقصود منِ خستہ زکونین توئی از بہرِ تو میرم و برائے تو زیم

میری خواہش ہے کہ ہمیشہ تیری رضا میں زندگی کے دن گذاروں میں چاہتا ہوں کہ خاک میں مل جاؤں اور تیرے پاؤں تلے زندگی بسر کروں، دنیا و عقبیٰ میں مجھ خستہ حالی کا مقصود تو ہی ہے اور میری حیات و موت تجھی سے وابستہ ہے۔

یہ پڑھ کر سربسجدہ ہوگئے۔ چند مرتبہ اسی طرح کیا، پھر میں حجرہ میں داخل ہوا اور اپنا سر شیخؒ کے قدموں میں رکھ دیا۔ انھوں نے فرمایا بتاؤ کیا مانگتے ہو میں نے کچھ مدعائے دینی طلب کیا، شیخؒ نے مجھ کو بخش دیا۔ بعدہٗ میں پشیمان ہوا کہ میں نے یہ کیوں نہ مانگا کہ بحالت سماع واصل بحق ہو جاؤں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو خواب میں ایک کتاب دی گئی جس میں لکھا تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہنچاؤ، مومن کا دل ربوبیت کے ظہور کا محل ہے۔ قیامت کے بازار میں کوئی مال اس قدر مقبول نہ ہوگا جتنا کہ دلوں کی راحت رسانی۔

---

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان علاء الدین خلجی نے بغرضِ امتحان شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں امورِ ملکی کی تدبیر میں چند فصلیں لکھ کر روانہ کیں، ان میں سے ایک فصل کا یہ مضمون تھا " چونکہ حضرت شیخ تمام دنیا کے مخدوم ہیں اور دین و دنیا میں جس شخص کی کوئی ضرورت ہوتی ہے آپ کے آستانے سے پوری ہو جاتی

ہے، خداوند تعالےٰ نے دُنیا کی سلطنت کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں دی ہے، ہمیں چاہیئے کہ جو کام اور جو مصلحت سلطنت میں پیش آئے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کریں تاکہ جس چیز میں ملک کی بھلائی اور ہماری بہتری ہو اس سے آگاہ فرمائیں۔ اس مقدمہ کی بنا پر اس مضمون کی چند فصلیں لکھ کر خدمت میں ارسال کی جاتی ہیں جن امور میں خیریت وصلاح کا پہلو ہو وہ ان کے ذیل میں تحریر فرمادیں تاکہ ان پر عمل کیا جائے"۔

سلطان نے یہ رقعہ خضر خان کے ہاتھ ارسال کیا جو اس کا محبوب ترین فرزند تھا اور شیخ کا مرید بھی تھا خضر خان نے جب یہ رقعہ شیخ کے دست مبارک میں دیا تو آپ نے اسے کھولا بھی نہیں اور حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آؤ فاتحہ پڑھیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ درویشوں کو بادشاہوں کے کام سے کیا واسطہ، میں ایک درویش ہوں اور شہر کے ایک گوشے میں دنیا سے الگ تھلگ بادشاہ اور مسلمانوں کے لئے دعاگوئی میں مشغول ہوں، اگر بادشاہ اس وجہ سے مجھے کچھ کہے گا تو میں شہر چھوڑ کر چلا جاؤں گا ارض اللہ واسعۃ۔ خدا کی زمین وسیع ہے۔ جب یہ خبر سلطان علاؤ الدین کو پہنچی تو وہ بہت خوش ہوا اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ پھر اس نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کی التماس کی۔ شیخ نے فرمایا کہ آپ کے آنے کی ضرورت نہیں، میں آپ کے غیاب ہی میں دعاگوئی میں مشغول ہوں "دعائے غیب را اثر ہاست" اور دعائے غیب میں بڑا اثر ہے۔ سلطان علاؤ الدین نے اس کے بعد بھی ملاقات کے لئے منت سماجت کی تو شیخ نے پیغام بھجوایا کہ اس ضعیف کے گھر کے دو دروازے ہیں

اگر بادشاہ ایک دروازے سے داخل ہوگا تو میں دوسرے دروازے سے نکل جاؤں گا۔

منقول ہے کہ آپ نے وفات سے چالیس روز پہلے کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ آخری وقت پر جب کہ اس عالم فانی کو الوداع کہہ رہے تھے آپ فرماتے کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے اور میں نے نماز پڑھ لی ہے، اگر حاضرین کہتے کہ نماز تو آپ نے پڑھ لی ہے تو فرماتے دوسری بار پڑھتے ہیں، چنانچہ ہر نماز کو آپ دوبارہ پڑھتے تھے اور فرماتے "ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں، ہم جاتے ہیں" پھر اپنے خادم سے فرمایا اگر گھر میں کسی قسم کی کوئی چیز رکھی ہے تو کل روزِ قیامت خداوند تعالےٰ کو جواب دہ ہوں گا، خادم نے سب کچھ لٹا دیا مگر کچھ غلہ درویشوں کے چند روز کھانے کے لئے رکھ لیا، آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا یہ کیا مُردوں کا مال رکھ لیا ہے، اس کو بھی باہر نکالو اور گھر میں جھاڑو پھیر دو، اسی وقت توشہ خانوں کو کھول دیا گیا، ایک دنیا جمع ہو گئی اور سب کچھ لٹا دیا گیا: مریدوں نے عرض کیا کہ مخدوم کے بعد ہم مسکینوں کا کیا حال ہوگا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں میرے روضے میں اتنا مل جایا کرے گا کہ خرچ کے لئے کافی ہوگا، انھوں نے کہا ہمارے درمیان آمدنی کی تقسیم کون کرے گا، فرمایا وہ شخص جو اپنے حصے سے در گزر کرے،

آپ ۱۱ ربیع الاول ۷۲۵ ہجری کو بروز چہار شنبہ طلوعِ آفتاب کے وقت رحمتِ ایزدی سے پیوست ہو گئے،

ارشاداتِ عالیہ میں ہے کہ رہرو، کمال حاصل کرنے کی طرف متوجہ

ہوتا ہے یعنی سالک جب تک منازلِ سلوک پر گامزن ہوتا ہے کمال کا امیدوار ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ رہروؤں کی تین قسمیں ہیں (۱) سالک (۲) واقف اور (۳) راجع۔ سالک وہ ہے جو مسلسل راہِ سلوک پر چل رہا ہو، واقف وہ ہے جس کو طاعت و عبادت میں وقفہ حاصل ہو، اس محل پر حاضرین نے سوال کیا "کیا سالک کو بھی وقفہ ہو جاتا ہے؟" آپ نے فرمایا، ہاں جس وقت سالک کی طاعت میں فتور واقع ہو جاتا ہے اور اس کو طاعت کا ذوق نہیں رہتا تو اس کو وقفہ ہو جاتا ہے، اگر وہ اس وقت جلد تدبیر کرے اور توبہ کرے تو سالک بن جاتا ہے، اور اگر عیاذاً باللہ اسی حالت میں رہے تو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ وہ راجع ہو جائے گا۔ پھر راہِ سلوک کی لغزشوں کو سات قسموں میں بیان فرمایا (۱) اعراض (۲) حجاب (۳) تفاصل (۴) سلبِ مزید (۵) سلبِ قدیم (۶) تسلی (۷) عداوت۔ ان کی تفصیل میں فرمایا کہ عاشق و معشوق دو دوست ہوتے ہیں، اس دوران میں اگر عاشق سے کوئی فعل یا حرکت ایسی سرزد ہو جائے جو معشوق کو پسند نہ آئے تو وہ دوست یعنے معشوق اس سے اعراض کرتا ہے یعنی منہ پھیر لیتا ہے، پس عاشق کو چاہیے کہ استغفار اور معذرت کرے تو دوست بالضرور اس سے راضی ہو جاتا ہے، لیکن اگر وہ عاشق اس خطا پر اصرار کرے اور معذرت نہ چاہے تو وہ اعراض، حجاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے یعنی معشوق درمیان میں پردہ حائل کر دیتا ہے، پس عاشق کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ توبہ کرے اور اگر اس بارے میں پس و پیش کرے تو حجاب سے تفاصل یعنی جدائی تک نوبت پہنچ جاتی ہے،

پھر کیا ہوتا ہے، وہ دوست اس سے جدا ہو جاتا ہے، عاشق اگر اس پر بھی توبہ واستغفار نہ کرے تو سلبِ مزید کی صورت پیدا ہوتی ہے یعنی اس سے طاعت وعبادت کا ذوق سلب کر لیا جاتا ہے، اگر وہ اس پر بھی عذر خواہی نہ کرے اور اسی طرح معطل رہے تو سلبِ قدیم واقع ہو جاتا ہے، یعنی سلبِ مزید سے پہلے اپنی قدیم عبادت کا ثواب بھی کھو بیٹھتا ہے، اگر اس مقام پر بھی توبہ کرنے میں قاصر رہے تو معشوق، عاشق کے دل میں جدائی کی تمام صورتیں پیدا کر دیتا ہے جس کو تسلی کہتے ہیں، اب بھی اگر توبہ میں غفلت کرے تو اس کی محبت عداوت میں منتقل ہو جاتی ہے نعوذ باللہ منہا

ایک موقع پر فرمایا کہ بعض درویش ایک مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تو اس پر اکتفا نہیں کرتے یہاں تک کہ کسی اور مرشد کے پاس جا کر اس سے بھی بیعت کر کے خرقہ لے لیتے ہیں، میرے یہاں ایسا نہیں ہے بیعت وہی ہے جو سب سے پہلے کسی ایک سے کی جائے، اگرچہ وہ مرشد ایک عامی ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ ارشاد ہوا اگر مرید، شیخ سے کہے کہ میں آپ کا مرید ہوں اور شیخ کہے کہ تو میرا مرید نہیں ہے تو وہ شخص مرید ہی سمجھا جائے گا لیکن اگر شیخ کسی شخص سے کہے کہ تو میرا مرید ہے اور مرید کہے کہ میں آپ کا مرید نہیں ہوں تو وہ شخص مرید نہ ہوگا کیونکہ ارادت مرید کا فعل ہے نہ کہ شیخ کا،

نیز فرمایا کہ سعادت اور خوش بختی کے قفل کی بہت سی کنجیاں ہیں، ان تمام کنجیوں کی مدد سے اس کو کھولنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اگر ایک سے

نہ کھلے تو شاید دوسری کنجی سے کھل جائے گا،

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ انتقال کے بعد جب حضرت سلطان المشائخ کو لحد میں اتارا گیا تو شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے جو خرقہ حضرت کو ملا ہوا تھا آپ کے جسم مبارک پر ڈال دیا گیا اور شیخ موصوف کا مصلا آپ کے سر مبارک کے نیچے رکھا دیا گیا،

ایک بار شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے فرمایا کہ کل قیامت کے دن اس جماعت کے بعض لوگوں کو چوروں کے درمیان کھڑا کریا گے لیکن وہ کہیں گے کہ ہم نے کوئی چوری نہیں کی ہے، جواب ملے گا کہ تم نے جوانمردوں کا لباس پہنا اور عمل نہ کیا، آخرکار وہ اپنے پیران کرام کی شفاعت سے نجات پائیں گے،

نیز فرمایا کہ اس ضعیف نے جتنے خرقے پہنائے ہیں ان میں سے صرف چار خرقے ارادت کے تھے، باقی تمام تبرک کے خرقے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سلوک کے ایک سو مراتب ہیں، ان میں سے سترھواں مرتبہ کشف وکرامات کا ہے، اگر سالک اسی مرتبے میں رہ جائے تو اگلے تراسی مراتب تک کس طرح پہنچ سکتا ہے، پس فقیر کی نظر کرامت پر محدود نہیں ہونی چاہیئے۔

فرماتے ہیں کہ جس وقت میرے مخدوم نے مجھ کو خلافت سے سرفراز کیا تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالےٰ نے تجھ کو علم کی دولت بخشی

اور عقل عطا کی اور عشق دیا، جس شخص میں یہ تین صفات ہوں وہ مشائخ کی خلافت کے شایاں ہے اور وہی اس کام کو بحسن و خوبی انجام دے سکتا ہے۔"

---

## شیخ نجیب الدین متوکلؒ

شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کے بھائی اور خلیفہ تھے، طریقت میں نہایت سخت کوش تھے، آپ کے توکّل کی کوئی انتہا نہ تھی، بہتّر سال شہر میں زندگی بسر کی اس حالت میں کہ جنس وغیرہ کا کوئی وظیفہ مقرر نہ تھا، عیال دار ہونے کے باوجود زندہ دل اور خوش باش رہے یہاں تک کہ آپ کو یہ خبر نہ ہوئی کہ آج کونسا دن اور مہینہ ہے اور اپنے پاس کے درم کا سکہ ہے، ایک دفعہ عید کے روز بہت سے درویش آپ کے گھر جمع ہوئے، اتفاق سے اس دن غریب خانے میں اللہ ہی اللہ تھا، آپ بالاخانے پر جاکر یادِ حق میں مشغولی

ہو گئے اور دل میں سوچ رہے تھے کہ یا اللہ عید کا دن ایسے ہی گذر جائے اور میرے بچے کھانے کو ترس جائیں، مسافر آئیں تو وہ بھی نامراد واپس جائیں۔ اس اثنا میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بوڑھا آدمی چھت پر چلا آرہا ہے اور اس کی زبان پر یہ شعر رواں ہے۔ بیت

با دل گفتم دلا خضر را بینی
دل گفت اگر مرا نماید بینم

میں نے اپنے دل سے کہا اے دل کیا تو خضر کو دیکھتا ہے، دل نے کہا اگر وہ مجھے دکھائی دے تو کیا بات ہے۔

اس شخص نے کھانے سے بھرا ہوا خوان پیش کیا اور کہا تمہارے توکل کی دھوم عرش پر ملاء اعلیٰ میں ہے اور تو اس غرض کی جانب متوجہ ہے، آپ نے فرمایا خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں اپنے لئے متوجہ نہیں ہوں بلکہ اس میں عزیزوں کی خاطر مطلوب تھی، غالباً وہ شخص خواجہ خضرؑ تھا،

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں، قبل اس کے کہ میں شیخ فریدالدین قدس سرہ کی خدمت سے پیوست ہوا ایک دن میں نے شیخ نجیب الدین کی مجلس میں اٹھ کر عرض کیا کہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص اس نیت سے پڑھیں کہ میں کسی جگہ قاضی مقرر ہو جاؤں، شیخ نجیب الدین نے اغماض سے کام لیا، میں یہ سمجھا کہ انھوں نے میری عرض نہیں سنی، چنانچہ میں نے پھر کہا کہ ایک بار سورۂ فاتحہ اور اخلاص اس نیت سے پڑھیں کہ میں کسی جگہ قاضی بن جاؤں، اس مرتبہ وہ مسکرائے اور فرمایا تم قاضی نہ بنو کچھ اور بنو،

منقول ہے کہ ایک دن شیخ نجیب الدینؒ نے شیخ فریدالدین قدس سرہ کے حضور میں عرض کیا لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ مناجات میں یارب کہتے ہیں تو اس کا جواب آتا ہے لبیک اے میرے بندے، انھوں نے فرمایا نہیں، پھر فرمایا الا ثم جاءت مقدمۃ الکوثر ۔ فوائد واقعات کا [illegible]
اس کے بعد شیخ نجیب الدین نے کہا سُنا ہے کہ آپ کی خدمت میں ابدال آتے ہیں، اس بات کا انھوں نے کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا کہ تم بھی ابدال میں سے ہو،

آپ کا مزار خواجہ قطب الدینؒ کی آخری آرامگاہ کے راستے میں بیچ منڈل کے سامنے ہے جو سلطان محمد عادل کی عمارتوں میں سے ہے، آپ کی اور شیخ نظام الدین قدس سرہ کی قیام گاہ بھی وہیں تھی۔

---

# سیّد جلال الدین بخاریؒ

آپ وہی بزرگ ہیں جن کو سیّد جلال سُرخ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مرید اور سیّد جلال کے جدِ امجد ہیں جو مخدوم جہانیاں کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ بخارا سے بھکر تشریف لائے اور وہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ نے سیّد بدرالدین بھکری سے ملاقات کی جو وہاں کے اکابر اور ممتاز اُمراء میں سے تھے،

بیان کیا جاتا ہے کہ خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو بشارت ملی کہ سیّد بدرالدین کی صاحبزادی کو عقد میں لائیں،

سیّد بدرالدین کو بھی اس خوش الغیبی کی بشارت ملی چنانچہ اُنھوں نے اپنی دُختر نیک اختر کی شادی آپ سے کر دی، بعد میں رشتہ داروں کے حسد و نزاع کے باعث آپ اُچہ تشریف لے گئے، یہاں سیّد جلال الدین حضوری و معنوی اولاد سے شادکام ہوئے اور باری تعالےٰ نے آپ پر خیر و برکت کے دروازے کھول دیئے،

آپ کی ابدی خوابگاہ بھی اُچہ میں ہے،

# شاہ کردیزی قدس سرہٗ

آپ گردیز کے سادات سے ہیں، وہاں سے ملتان تشریف لائے اور یہیں متوطن ہو گئے، آپ کا روضہ بھی ملتان میں ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

منقول ہے کہ آپ مرقد شریف سے دست مبارک نکال کر بیعت کے لئے آگے بڑھاتے تھے، اب بھی آپ کے مدفن میں ایک سوراخ موجود ہے جہاں سے آپ ہاتھ نکالا کرتے تھے،

آپ ملتان کے قدیم مشائخ میں سے ہیں اور مخدوم شیخ

بہاؤالدین کے ہم عصر ہیں، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما -

---

# شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریاؒ کے فرزندِ ارجمند تھے، والد بزرگوار کے وصال کے بعد رُشد و ہدایت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور بہت سے اولیاء آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے، میر حسینی سادات جلیا کہ مشہور ہے آپ ہی کے مرید تھے اور کنز الرموز میں انھوں نے آپ کی، آپ کے والد بزرگوار کی اور شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی مدح و توصیف میں اشعار کہے ہیں، آپ کی نسبت لکھا ہے، مثنوی

آن جلیت آوازہ کہ عالم پناہ | سرورِ دین، افتخارِ صدر گاہ

صدرِ دین و دولت آن مقبولِ حق — نُہ فلک از خوانِ جُودش یک طبق
آبِ حیوان قطرۂ بحرِ دلش — چون خضر علمِ لدُنی حاصلش
معتبر چون قولِ او افعالِ او — ہم بیانِ او گواہ حالِ او
مقتدای دین، قبولِ خاص و عام — دولتش گفتہ توئی خیر الانام
ملکِ معنی جُملہ در فرمانِ او — ہم بکسب و ہم بمیراث آنِ او

وہ شہرۂ آفاق ہستی، دُنیا والوں کی پناہ گاہ، بزرگ دین، صدرنشینوں کا مایۂ افتخار، دین و دولت کا صدر، مقبولِ بارگاہ ایزدی، جس کے جُود وسخا کے لئے نو آسمان دسترخوان کا کام دیتے ہیں، آبِ حیات اس کے بحرِ دل کا قطرہ ہے، وہ خضرؑ کے مانند علمِ لدُنی میں کامل ہے، اس کے افعال، اس کے قول کی طرح معتبر اور اس کا بیان اس کے حال پر شاہد ہے، دین کا پیشوا، مقبولِ عوام و خواص، خوش نصیبی نے اس کو خیر الانام (دونوں جہان کی سعادت) کے لقب سے یاد کیا، باطن کا ملک تمام وکمال اس کے زیرِ نگین ہے اور وہ جملہ کسبی و موروثی تحصیلات کا مالک ہے،

شیخ بہاؤالدین زکریاؒ کی مدح میں لکھتے ہیں۔

من کہ رُو از نیک و بد برتافتم — این سعادت از قبولش یافتم

میں نے نیک و بد سے منہ موڑ لیا اور اس کی بارگاہ میں مقبول ہوکر یہ سعادت حاصل کی،

کنوز الفوائد آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو آپ کے مریدِ باصفا خواجہ ضیاء الدینؒ نے مرتب کیا تھا، اس میں وہ نصائح درج ہیں جو آپ مریدوں

کو فرمایا کرتے تھے ۔ فرماتے ہیں کہ حدیثِ قدسی میں ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ فَمَنْ دَخَلَہٗ اٰمِنَ عَذَابِیْ ۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میرا قلعہ (حصن) ہے، جو کوئی اس کے اندر داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا، اس قلعہ کی تصریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قلعہ کی تین قسمیں ہیں، ظاہر، باطن اور حقیقت، حصنِ ظاہر یہ ہے کہ بندہ خدائے تعالےٰ کے سوا کسی سے نہ خوف زدہ ہو اور نہ کسی سے کوئی امید رکھے، اگر تمام دُنیا کے لوگ اس کے دشمن یا دوست ہو جائیں تو خداوند تعالےٰ کے حکم کے بغیر وہ کسی نفع وضرر اور خیر وشر کا باعث نہیں بن سکتے حصنِ باطل یہ ہے کہ یقین ہو کہ موت سے پہلے دُنیا میں جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ بالکل عارضی اور آنی وفانی ہے اور دُنیا کی کسی چیز کو ثبات نہیں، اس لئے اس کی ہستی ونیستی کی پروا نہ کرے، حصنِ حقیقت یہ ہے کہ دل میں نہ بہشت کی آرزو ہو اور نہ دوزخ کا خوف ہو، صرف اللہ ہی اللہ ہو، دل میں جب یہ سچائی راسخ ہو جاتی ہے تو بہشت خود بخود پیچھے پیچھے چلی آتی ہے اور دوزخ دُور بھاگ جاتی ہے ۔

ایک موقع پر مریدوں کو نصیحت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی پہلی شرط یہ ہے کہ جس پر حضور ایمان لائے اس پر ایمان لاکر بندہ ثابت قدم رہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ دل سے معتقد نہ ہو اور شک وشبہ کے بجائے رضا ورغبت، محبّت اور معرفت کے ساتھ دل میں یہ اعتقاد نہ رکھے کہ اللہ تبارک تعالےٰ اپنی ذات میں اکیلا اور

اپنی صفات میں یگانہ ہے، وہ تمام صفاتِ کمال سے موصوف ہے، اسماء، صفات اور افعال کے لحاظ سے قدیم ہے، اوہام وافہام کے ادراک سے بالاتر ہے، حدوث، عوارض اور اجسام کی علامتوں سے پاک ہے، تمام عالم اس کا پیدا کیا ہوا ہے، اس کی ذات وصفات میں چون وچرا کرنا درست نہیں، نہ وہ خود کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے، تمام پیغمبر اسی کے بھیجے ہوئے ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں میں افضل ہیں، جو کچھ آپ نے فرمایا ہے صحیح اور درست ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ یہ باتیں عقل میں آئیں یا نہ آئیں، اگر نہ آئیں تو بھی ان کو تسلیم کر لینا چاہئے تاکہ اعتقاد درست رہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کو جانا، اس کی کیفیت اور کُنہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی، اگر خداوند تعالیٰ کے حکم کی تاویل آیات اور احادیث کے مطابق ہو تو تاویل کرنا جائز ہے، ایمان کی صحت کی علامت یہ ہے کہ اگر بندہ نیک کام کرے تو اس کو خوشی محسوس ہو اور اگر اس سے بُرائی سرزد ہو تو اس کو بُرا محسوس ہو، بندہ کے ایمان میں استقامت کی علامت یہ ہے کہ وہ علم وایمان کے بجائے ذوق وحال کی بنا پر خدا اور رسولِ خدا کو محبوب رکھے،

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ کوئی سانس، ذکر کے بغیر باہر نہ نکلنا چاہیئے، کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے، وہ اپنا حال ضائع کرتا ہے، ذکر کے وقت وسوسہ اور حدیثِ نفس سے گریز کرنا چاہئے، اور جب یہ صفت مستقل طور پر پیدا ہو جائے گی تو ذکر کے نور سے وسوسہ اور حدیثِ نفس جل کر راکھ ہو جائے گی اور دل میں نورِ ذکر اُترتا جائے گا

اور اس میں ذکر کی حقیقت نقش ہو جائے گی۔ تب ذکر کے ساتھ مذکور کا مشاہدہ شامل ہوگا اور دل نورِ یقین سے منور ہو جائے گا۔ یہی طالبوں کا مقصود اور سالکوں کا مطمحِ نظر ہے۔

این کارِ دولت ست کنون تا کرا رسد

— یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے، اب جس کسی کے حصے میں آجائے۔

ایک اور موقع پر مریدوں کو تلقین کی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو بندۂ سعید لکھ دیتا ہے، اور اس کو زبان کے ذکر کے ساتھ قلب کی موافقت کی توفیق عطا کرتا ہے، اور زبان کے ذکر سے قلب کے ذکر کی جانب ترقی دیتا ہے، یہاں تک کہ اگر زبان ذکر سے خاموش رہتی ہے تو قلب خاموش نہیں ہوتا، یہی ذکرِ کثیر ہے، اور اس ذکر تک بندہ اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ نفاق سے بری نہ ہو، جس کا اشارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے اَکْثَرُ مُنَافِقِی اُمَّتِیْ قُرَّاؤُهَا — کہ میری اُمّت کے اکثر منافق اس کے قاری ہیں، اس نفاق سے مراد غیر خدا کے ساتھ وقوف اور تعلّق باطن ہے، اس سے پرہیز ضروری ہے باطن کا لگاؤ صرف خدا کے ساتھ ہونا چاہئے، پس جب بندہ کو تجرید ظاہری یعنی ناپسندیدہ چیزوں سے علیحدگی کی توفیق ہوتی ہے اور وہ بُرے خیالات اور اخلاقِ مذمومہ سے پاک وصاف ہو کر باطنی کمالات سے معزز ہوتا ہے تو قریب ہوتا ہے کہ اس کے باطن میں نور کا ذکر جلوہ گر ہو جائے اور شیطانی وساوس اور نفسانی خواہشات اس سے دور ہو جائیں اور اس کے باطن میں

ذکرِ نور کا جوہر نمایاں ہو جائے یہاں تک کہ اس کو ذکر کے ذریعے مذکور کا مشاہدہ حاصل ہو جائے اور یہ وہ مرتبۂ بلند اور عطیۂ عظمیٰ ہے جس کے حصول کی خاطر اُمّت کے اصحابِ ہمّت اور اربابِ بصیرت جد و جہد کرتے ہیں۔

---

# شیخ رکن الدین ابو الفتحؒ

حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحؒ کے پوتے تھے، شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہ کے براہ راست سجادہ نشین ہیں، فتاوٰی صوفیہ میں جو آپ کے ایک عقیدت مند مرید کی تصنیف ہے آپ کا ذکر بکثرت ملتا ہے،

مجمع الاخبار میں آپ کے ملفوظات اور وصایا درج ہیں، اپنے ایک مرید کو تحریر فرماتے ہیں:۔

عزیز کو معلوم ہو کہ آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے، صورت اور صفت ان میں سے قابلِ لحاظ صرف آدمی کی صفت ہے نہ کہ صورت، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ اَوْ اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ

خدائے عزوجل تمہاری صورتوں یا اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے۔

لیکن صفت کی تحقیق صرف دارِ آخرت میں ظہور پذیر ہوتی ہے، کیونکہ وہاں اشیاء کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں اور یہ شکل و صورت نیست و نابود ہو جاتی ہے، وہاں ہر شخص کو اس صورت میں جمع کرتے ہیں جو اس کے موافق اور حسبِ حال ہو، چنانچہ بلعم باعور کو اتنی عبادت کے باوصف کتے کی صورت میں اٹھائیں گے اور ظلم و تعدّی کرنے والا شخص اپنے آپ کو بھیڑیے کی شکل میں دیکھے گا۔ اسی طرح صاحبِ کبر و غرور چیتے کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اور بخیل و حریص خنزیر کی شکل میں، فَکَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ پس آج کے دن ہم نے تمہاری آنکھوں کا پردہ اٹھا لیا،

اور جب تک کسی شخص کا قلب اوصافِ ذمیمہ سے پاک نہیں ہوتا اس کا شمار جانوروں اور درندوں میں ہے، اوصافِ ذمیمہ کو دور کرنے کے لئے تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے اور تزکیۂ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک بندہ خدائے عزّوجل سے التجا و استعانت نہ کرے، یعنی اس کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور اس سے مدد طلب کرے، جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت شاملِ حال نہ ہو تزکیہ حاصل نہیں ہوتا فضل و رحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی چشمِ بینا میں اس کے عیوب

ظاہر ہو جاتے ہیں اور عظمتِ الٰہی کے انوار کے پرتو سے اس کا باطن منور ہو جاتا ہے، تمام دُنیا اور اس کی شان و شوکت کی وقعت اس کے دل سے بالکل جاتی رہتی ہے، اور جب اس کے قلب پر یہ کیفیت مستولی ہو جاتی ہے تو اس کو اربابِ دُنیا کے حیوانی اوصاف سے نفرت آتی ہے اور اس کے اوصاف فرشتوں کے اوصاف میں تبدیل ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس میں ظلم کے بجائے عفو غضب کے بجائے حلم، کبر کے بجائے تواضع، بُخل کے بجائے سخاوت اور حرص کے بجائے ایثار کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں، مگر یہ خوبیاں عقبیٰ کے طلب کرنے والوں کے لئے ہیں۔ طالبانِ حق کے اوصاف اور بھی بالاتر ہیں، وہاں تک پہنچنے کے لئے ہر شخص کی عقل کام نہیں آتی ؎

عہدیست مرا کہ نگیرم بجز تو دوست
شرطیست مرا کہ نخواہم بجز تو ہیچ

میں نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ تیرے سوا کسی کو دوست نہ بناؤں گا؛ اور میں نے یہ پیمان باندھا ہوا ہے کہ تمہارے سوا کسی کو نہ چاہوں گا۔

مجمع الاخبار میں مذکور ہے کہ شیخ رکن الدینؒ ایک موقع پر اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج تک کسی شخص کے ساتھ نہ نیکی کی اور نہ بدی، حاضرین نے استعجاب سے پوچھا کہ امیر المومنین! بدی تو خیر آپ سے نہیں ہو سکتی مگر نیکی کے متعلق آپ کیا فرما رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ حق جلّ و علاٰ کا قول ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا۔

یعنی جس نے اچھے کام کئے اپنے نفس کے لئے کئے، اور بُرے کام کئے تو وہ بھی اپنے نفس کیلئے کئے۔
بس جو کچھ نیکی یا بدی مجھ سے صادر ہوئی وہ درحقیقت میرے لئے تھی نہ کہ دوسروں کے لئے، اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے۔

سلاحِ این کس صلاحِ اوبس است

یعنی ایک شخص کا ہتھیار اس کی نیکی ہے۔ بیت

چو میدانی ہرانچہ کاری درُوِی
آخر ہمہ حال نکو کاری بہ

جب تجھے معلوم ہے کہ جو کچھ تو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے تو ہر حالت میں نیکی کا بیج بونا ہی اچھا ہے۔

ایک عاقل کو دُنیا و آخرت کے لئے اتنی نصیحت کافی ہے۔

حضرت شیخ رکن الدینؒ ایک مرید کو وصیت کرتے ہیں کہ اعضا و جوارح کو شرعی ممنوعات سے قولاً و فعلاً باز رکھنا چاہئیے، لایعنی مجلس سے بھی پرہیز لازم ہے، وہ چیز جو طالب کو حق تعالےٰ سے برگشتہ کر کے دُنیا کی طرف مائل کرتی ہے اس کے اوقات کو بیہودہ ضائع کرتی ہے، بطّالوں کی صحبت سے بھی احتراز ضروری ہے۔ بطّال وہ لوگ ہیں جو طالبِ حق نہیں۔
مجمع الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین تغلق نے مولانا ظہیر الدین لنگ سے پوچھا کہ آپ نے شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی ہے، مولانا نے فرمایا کہ ایک بار جمعہ کے روز بہت سے لوگ انکی قدمبوسی کے لئے جمع تھے، میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید شیخ کے پاس کوئی تسخیر کا

عمل ہے، میں بھی عالم ہوں لیکن میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا، میں نے سوچا کہ اگلے دن صبح کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پوچھنا چاہیے کہ وضو کرتے وقت کلی کرنے (مضمضہ) اور ناک میں پانی ڈالنے (استنشاق) میں کیا حکمت ہے، رات کو جب سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیخ مجھ کو حلوا کھلا رہے ہیں جس کی شیرینی دن تک زبان پر قائم رہی، میں نے خیال کیا کہ اگر یہی کرامت ہے تو شیطان بھی عوام کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے، صبح سویرے جا کر یہ مسئلہ ضرور پوچھنا چاہیے، صبح کو جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا میں تمہارا ہی منتظر تھا، پھر گفتگو شروع کی اور اس کے دوران میں فرمایا جنابت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جنابت بدن کی، دوسری جنابت دل کی، بدن کی جنابت وہ ہے جو عورتوں کے ساتھ صحبت کرنے سے حاصل ہو اور دل کی جنابت نالائقوں کی صحبت سے پیدا ہوتی ہے، بدن تو پانی سے پاک ہو جاتا ہے لیکن دل کی جنابت آنسوؤں سے دھوئی جاتی ہے، اس کے بعد اُنھوں نے فرمایا کہ پانی میں تین صفتیں ہونی چاہئیں کہ اس کو پاکیزہ اور جنابت کو دُور کرنے والا قرار دیا جا سکے، اور وہ تین صفتیں لون (رنگ) طعم (مزہ) اور ریح (بو) ہیں، اسی لیے شریعت نے وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو مقدم رکھا ہے تاکہ کلی سے مزہ معلوم ہو جائے اور ناک میں پانی ڈالنے سے اُس کی بُو کا پتہ چل جائے۔

حضرت شیخ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ مولانا ظہیر الدین کے تن بدن سے پسینا بہنے لگا، پھر شیخ نے فرمایا کہ جس طرح نبی کی صورت میں

شیطان ظاہر نہیں ہو سکتا، اسی طرح شیخ حقیقی کی صورت میں بھی شیطان نمودار نہیں ہو سکتا، کیونکہ شیخِ حقیقی کو نبی کی کامل متابعت حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد فرمایا:

"مولانا ظہیر الدین از علومِ قالی مالی ست اما از علومِ حالی خالی ست"

یعنی مولانا ظہیر الدین قال سے مالدار ہیں اور حال سے بے بہرہ ہیں

ایک مرتبہ آپ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کی عیادت کو گئے اور فرمایا کہ عشرۂ ذی الحجہ ہے، ہر شخص سعادتِ حج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، میں نے شیخ المشائخ کی زیارت سے مشرف ہونیکی کوشش کی، اسکے بعد جب شیخ نظام الدین اولیاؒ رحلت فرما گئے تو اُن کی نمازِ جنازہ آپ نے ادا کرائی اور فرمایا کہ بظاہر ہمارے تین سال تک دہلی میں رہنے کی یہی حکمت تھی کہ اس نعمت کا حصول ہو، پھر تھوڑی ہی مدت میں اپنے وطن میں واپس آ گئے۔

خیر المجالس میں حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ سے منقول ہے کہ جب شیخ الاسلام شیخ رکن الدینؒ ملتان سے دہلی آئے تو کچھ قلندر اور فقراء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، قلندروں نے شیخؒ سے شربت کی درخواست کی، شیخؒ نے ان کو کچھ دیا، پھر فقراء اُٹھے اور شیخؒ سے کہنے لگے کہ ہمیں خرچ دو، انھوں نے ان کو بھی کچھ دیا، پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص قوم کا پیشوا ہو اس کے پاس تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے، اوّل اس کے پاس مال ہونا چاہیئے تاکہ یہ لوگ جو کچھ طلب کریں اُن کو دیا جائے، اس وقت قلندروں نے شربت مانگا، اگر درویش کے

پاس کچھ نہ ہوتا تو کہاں سے دیتا جس پر یہ لوگ بدگوئی کرتے چلے جاتے اور قیامت کے دن سزا پاتے، دوم اس کے پاس علم کا ہونا ضروری ہے تاکہ جب علماء سے صحبت ہو تو اُن کے ساتھ علم کی باتوں میں حصہ لے، سوم حال کی ضرورت ہے تاکہ درویشوں کے ساتھ حال میں شریک ہو۔

---

# شیخ صلاح الدین درویشؒ

شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے، آپ ایک عالی مرتبہ بزرگ ہیں۔ شیخ نصیر الدینؒ کے ہمعصر اور ہمسایہ تھے، سلطان محمد بن تغلق کی جانب سے مشائخ کو جو ایذا اور تکلیف پہنچی تھی شیخ نصیر الدینؒ اپنے مشائخ کی وصیت کے مطابق سب کچھ نہایت ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے اور اُف نہ کرتے تھے، اس کے برخلاف شیخ صلاح الدین، سُلطان کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتے تھے، شیخ صلاح الدین درویش، ملتان سے دہلی تشریف لائے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے، وفات بھی اسی جگہ پائی،

آپ کا مقبرہ شیخ نصیر الدین محمودؒ کے مقبرے کے قریب ہے، بائیسویں صفر کو آپکا عُرس منایا جاتا ہے،

آپ کی ایک مُناجات لوگوں میں عام مقبول ہے اور مناجات شیخ صلاح کے نام سے مشہور ہے، اس میں لکھتے ہیں یاالٰہی! اس وقت اور اس ساعت کی حرمت کی قسم جب کہ تو نے صلاح درویش کو سفید فیل کے نام سے یاد کیا، یاالٰہی اس وقت اور اس ساعت کی حرمت کی قسم جب تو نے صلاح درویش کو امروہہ کے مقام پر بڑ کے نیچے کہا،" اللہ تعالیٰ تجھ پر سلام بھیجتا ہے" غرضکہ ساری مناجات میں اس قسم کے کلمات مذکور ہیں،

منقول ہے کہ ایک نوجوان گھوڑے پر سوار کہیں جا رہا تھا، گھوڑا نہایت خوبصورت اور سبک رفتار تھا، یکایک اس نوجوان نے گھوڑے کے ایک کوڑا مارا جس سے گھوڑے کے بدن پر زخم ہو گیا، شیخ اُس نوجوان پر سخت غضبناک ہوئے اور وہ گھوڑے پر سے گر پڑا، لوگوں نے دیکھا تو اس کوڑے کا نشان آپ کے جسم مُبارک پر پڑا ہوا تھا۔

# مولانا بدر الدین اسحٰق رح

علی بن اسحٰق دہلوی کے صاحبزادے اور شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے مرید، خلیفہ اور داماد تھے، اپنے زمانے کے مشائخ میں تقوے اور زہد، پرہیزگاری، فقر، عشق میں بے مثال تھے، اوائل حال میں آپ دہلی میں تحصیل علم کرتے رہے اور طلبہ میں اپنی خوش طبعی و حاضر دماغی کے باعث ممتاز تھے، دہلی میں علمی تحصیلات کی تکمیل اور اپنے زمانے کے تمام علوم و فضائل سے آراستہ ہونے کے بعد آپ نے بخارا کا عزم کیا، جب اجودھن پہنچے تو شیخ فرید الدین رح کے روحانی کمالات کا

شہرہ سن کران کی خدمت میں پہنچنے کا اشتیاق ہوا، آپ کے ایک دوست نے آپ کو حضرت شیخ رح کے شرفِ ملازمت کے لئے آمادہ کیا، ان کی درگاہ میں باریاب ہونے پر آپ نے وہ تمام علوم و فنون جن کے اکتساب میں اتنا وقت لگے رہے تھے، پیرو مرشد کے کمالات میں گم کر دیئے اور ان کے معنوی جمال و کمال کے گرویدہ ہو گئے۔ حضرت شیخ رح کو آپ میں جو ہرِ قابلیت نظر آیا تو آپ کو اپنی مریدی اور دامادی کے لئے منتخب کر لیا اور آپ کی تربیت فرمانے کے بعد خرقۂ خلافت سے نوازا، کہتے ہیں کہ آپ اکثر اوقات گریہ و زاری کرتے رہتے تھے، اور آپ کی آنکھیں ہمیشہ اشک آلود ہوتی تھیں، ایک روز یہ شعر پڑھ رہے تھے، بیت

پیشِ صلابتِ غمش روح نطق نمی زند
اے زہزار صعوہ کم لیس تو نوا چہ می زنی

اس کے غمِ عشق کی سختی کے سامنے رُوح تھرّاتی ہے، تیری ہستی ہزار ممولوں سے بھی کم ہے پھر تیری نالہ زنی کیا حیثیت رکھتی ہے!

سارا دن اس شعر کے ذوق میں عالمِ تحیّر میں رہے، شام کی نماز کا وقت آیا تو حضرت شیخ رح نے آپ کو امامت کے لئے کہا۔ مولانا نے نماز شروع کی تو قرأت کے بجائے یہی شعر زبانِ مبارک پر آیا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو شیخ رح نے پھر آپ کو امامت کے لئے فرمایا،

ایک رسالہ اسرار الاولیا آپ کی تالیف ہے، اس میں اپنے پیرو مرشد حضرت بابا گنج شکر رح کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ ایک کتاب

علمِ تصریف میں بھی نظم کی ہے اور اس میں تبحرِ علمی اور فصاحت کے خوب جوہر دکھلائے ہیں، اس کتاب کے آخری چند اشعار سیر الاولیاء میں نقل کئے گئے ہیں،

آپ کا مرقدِ مبارک اجودھن کی قدیم جامع مسجد کے صحن میں ہے، کیونکہ اکثر و بیشتر آپ وہیں یادِ حق میں مشغول رہتے تھے۔ نور اللہ مرقدہٗ

---

# شیخ جمال الدین احمد ہانسویؒ

آپ خطیب تھے، سلسلۂ نسبت آپ کا امام اعظم ابو حنیفہ کوفیؒ سے ملتا ہے، شیخ الشیوخ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے ممتاز خلفا میں تھے، ظاہری و باطنی کمالات کے جامع تھے، آپ کی محبت میں شیخ فرید الدینؒ بارہ سال تک ہانسی میں رہے، انھوں نے آپ کے متعلق فرمایا "جمال جمالِ ماست" یعنی جمال درحقیقت ہمارا جمال ہے، کبھی کبھی فرمایا کرتے "جمال! میں چاہتا ہوں کہ تمہارے گرد طواف کروں"۔ حضرت بابا گنج شکرؒ جب کسی کو نعمت خلافت عطا کرتے پہلے اس کو آپ کی خدمت میں بھیج دیتے، اگر آپ قبول کر لیتے تو اس کی خلافت

درست ہوتی اور اگر آپ اس کو رد کر دیتے تو پھر شیخ جمال اس کو قبول نہ فرماتے اور ارشاد ہوتا کہ "پارہ کردہ جمال را فرید نتواں دوخت" — یعنی جمال کا پھاڑا ہوا فرید نہیں سی سکتا۔

ایک روز ہانسی سے ایک شخص حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، انھوں نے دریافت فرمایا کہ ہمارے جمال کا کیا حال ہے، عرض کیا کہ مخدوم جس دن سے آپ کی خدمت سے پیوست ہوئے ہیں، انھوں نے سب جگہ آنا جانا، تعلقات اور خطابت کا مشغلہ بالکل ترک کر دیا ہے اور سخت فاقہ کشی اور مشقت و مجاہدہ اختیار کر رکھا ہے، شیخ فریدالدینؒ یہ سن کر خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ کیا ہی اچھا ہے۔

منقول ہے کہ آپ نے جس روز سے یہ حدیث سنی اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ — قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا — نہایت ملول ہو گئے اور اس وعدے کے باعث بے قرار رہنے لگے، جب رحمتِ حق سے پیوست ہوئے تو لوگوں نے بہت چاہا کہ آپ کی قبر پر گنبد تعمیر کرایا جائے، چنانچہ کھدائی شروع کی گئی، جب لحد کے قریب پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ قبلہ کی جانب ایک دریچہ بنا ہوا ہے جس سے نسیم بہشت کے جھونکے آرہے ہیں، لوگ اسی وقت وہاں سے ہٹ گئے اور اس روزن کو اسی طرح ڈھانک کر قبر کو اوپر سے بند کر دیا اور اس پر عمارت بنوا دی۔

شیخ جمال الدینؒ کے بعض رسائل اور اشعار موجود ہیں، ان میں سے ایک

رسالہ عربی زبان میں ہے جس میں موزون و مقفّٰی نثر کے متفرق اقوال جمع کئے گئے ہیں اور ان کا نام ملہمات (الہامی کلام) رکھا ہے،

آپ کا مزار ہانسی میں ہے، اپنی اولاد کے تین اور افراد کے ساتھ ایک ہی گنبد میں خوابیدہ ہیں،

روایت ہے کہ لوگوں نے آپ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور آپ کا حال دریافت کیا، فرمایا کہ جب مجھے قبر میں اُتارا گیا تو اس وقت عذاب کے دو فرشتے آئے، ان کے پیچھے پیچھے دو فرشتے اور آگئے جو یہ فرمان لائے کہ ہم نے اس کو دو رکعت نماز بروج کے عوض جو وہ نماز شام کی سنت سے متصل پڑھتا رہا ہے اور جس میں فاتحہ کے بعد سورۂ بروج اور طارق کی قرأت کرتا تھا اور نماز فرض کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کے عوض بخش دیا۔

---

# شیخ برہان الدین صوفیؒ

شیخ جمال الدین ہانسویؒ کے فرزندِ رشید ہیں، شیخ جمال الدینؒ نے جب اس عالمِ فانی سے رحلت فرمائی تو آپ اس وقت کم سن ہی تھے، آپ کو شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی خدمت میں لایا گیا، وہ بہت لطف و عنایت سے پیش آئے اور انھوں نے وہی نعمتِ فقر جو شیخ جمال الدینؒ کو دی ہوئی تھی شیخ برہان الدین کو عطا فرمائی اور اسکے ساتھ خلافت نامہ مصلّا اور عصا مرحمت فرمایا، پھر شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے فیض و برکت حاصل کرنے کا حکم دیا، آپ ہر سال شیخ نظام الدینؒ کے یہاں آتے اور رُوحانی تربیت حاصل کرتے، جب تک

سلطان المشائخ شیخ نظام الدینؒ بقیدِ حیات رہے آپ نے کسی شخص کو بھی مُرید نہ کیا۔

شیخ جمال الدینؒ کا ایک اور فرزند احمد تھا جو دیوانہ ہو گیا تھا، شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ وہ گاہے گاہے ہوش میں آتا اور عقل کی باتیں کرنے لگتا، ایک دن اُس کی زبان سے سُنا اَلعِلمُ حِجابُ اللہِ الاَکبَر علم اللہ کا بہت بڑا حجاب ہے۔ اب میں سمجھ گیا کہ وہ حقیقی مجذوب ہے، میں نے اس بات کا مطلب دریافت کیا تو کہنے لگا۔

"علم غیرِ حق ہے اور جو کچھ غیرِ حق ہے وہ حجابِ حق ہے"!

# شیخ عارفؒ

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے مرید ہیں، کہتے ہیں کہ اُچہ وملتان کے ایک حکمران نے آپ کے توسّط سے ایک سو ٹنکے شیخ فریدالدین کو بطور نذر بھیجے، آپ نے پچاس ٹنکے تو اپنے پاس رکھ لئے اور باقی پچاس شیخ گنج شکرؒ کے پیش کر دیئے، شیخؒ مسکرائے اور فرمایا "عارف نے برادرانہ تقسیم کی ہے۔" آپ بہت نادم ہوتے اور فوراً وہ پچاس ٹنکے نکال کر حاضر کر دیئے جو آپ نے اپنے پاس چھپا رکھے تھے، پھر بہت منت سماجت کی اور مرید ہو کر سر منڈا دیا، اس کے

بعد پیر و مرشد کی بے حد خدمت کی اور آپ کو رُوحانی استقامت نصیب ہوئی، شیخ رح نے آپ کو بیعت کی اجازت دے کر بلوستان کی جانب روانہ کر دیا ۔

# شیخ صابرؒ

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ ایک ثابت قدم درویش اور صاحب نعمت بزرگ تھے۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے مرید تھے۔ شیخ موصوف نے جب آپ کو بیعت کی اجازت عطا کی تو فرمایا "صابر! تمہاری زندگی مسرتوں سے لبریز ہوگی"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب تک آپ زندہ رہے خوش باشی میں بسر کی، آپ ایک زندہ دل اور کشادہ رو بزرگ تھے۔

اغلب ہے کہ یہ شیخ صابر وہ شیخ علی صابر نہیں جو شیخ فرید الدینؒ کے داماد اور خلیفہ تھے جن کی قبر قصبہ کلیر میں ہے اور جن پر شیخ عبدالقدوسؒ

وغیرہ کا سلسلہ ختم ہوتا ہے، سیر الاولیاء میں ان کا مطلق کوئی ذکر نہیں اور جس بزرگ کا تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے وہ یہی شیخ صابر ہیں، یہ امر بھی تعجب خیز ہے کہ شیخ علی صابر کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ صاحبِ تصنیف نے شیخ صابر سے وہی شیخ علی صابر مراد لی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے تھے، عمر بھر باری تعالیٰ کی عبادت میں مصروف و مشغول رہے۔ لقمۂ حلال کے لئے آپ نے کھیتی باڑی کے کام پر قناعت کی اور تمام زندگی طاعت و عبادت میں بسر کر دی۔

# مولانا شہاب الدینؒ

ابن شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ، آپ علمی کمالات وفضائل سے آراستہ تھے، سلوک کی اکثر منازل حضرت شیخؒ کی خدمت میں رہ کر طے کیں، منقول ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا "میری اور مولانا شہاب الدین کی محبت بہت مضبوط بنیادوں پر قائم تھی، میں نے ایک مرتبہ حضرت شیخ فریدالدین کے پاس عوارف[1] کا ایک نسخہ دیکھا جس کو وہ اکثر اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے، لیکن وہ نسخہ باریک خط میں تھا اور اس میں بہت اسقام تھے، شیخؒ کو ان کی وضاحت

---

[1] عوارف المعارف، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی تصنیف ہے۔

کے لئے جا بجا توقف کرنا پڑتا تھا میں نے شیخ نجیب الدین متوکل کے یہاں اس کتاب کا ایک اور نسخہ دیکھا ہوا تھا۔ سب مجھے اس نسخہ کا خیال آگیا چنانچہ میں نے عرض کیا کہ شیخ نجیب الدین کے پاس ایک صحیح نسخہ موجود ہے، مگر یہ بات شیخؒ کے دل پر گراں گذری اور انھوں نے فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ درویش میں سقیم نسخے کو درست کرنے کی استعداد نہیں میری سمجھ میں نہ آیا کہ انھوں نے یہ بات کس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے، جب معلوم ہوا کہ روئے سخن میری طرف ہے تو میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور سر برہنہ ہو کر شیخؒ کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کیا نعوذ باللہ اگر میرا یہ مقصد ہو۔ میں نے تو ایک نسخہ دیکھا ہوا تھا، جو اس وقت مجھے یاد آگیا اور میں نے اس کا ذکر کر دیا، ہر چند میں معذرت کرتا تھا لیکن شیخؒ ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے تھے، میں حیران و مضطرب ہو کر مجلس سے باہر آگیا۔ فرطِ غم سے نڈھال ہو رہا تھا، یہاں تک کہ ایک کنوئیں پر پہنچ گیا۔ جی میں آیا کہ کنوئیں میں چھلانگ مار دوں، پھر کچھ تامل کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ مردہ فقیر تو مردہ ہی ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو یہ بدنامی باقی رہ جائے، غرض اسی طرح بیخودی و ہشیاری میں بسر اوقات کرتا رہا، آخر کار ایک دن مولانا شہاب الدین نے شیخؒ کی خدمت میں میرے متعلق کسی عمدہ پیرائے میں ذکر کیا، اس وقت وہ راضی ہو گئے، مجھے اپنے پاس بلوا بھیجا، مہربانی و شفقت سے پیش آئے اور ارشاد فرمایا "اینکہ کردم برائے کمالِ حالِ تو کردم کہ پیر مشاطۂ مرید است" — یعنی جو کچھ میں نے کیا تمہارے روحانی کمال کی خاطر کیا تھا کیونکہ پیر مرید کے حق میں مشاطہ کا علم رکھتا ہے، پھر مجھے خلعت کے انعام سے سرفراز کیا اور لباسِ خاص سے مشرف فرمایا۔

# شیخ بدرالدّین سلیمانؒ

شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کے مشہور فرزند رشید ہیں، والد ماجدؒ کے وصال پر بھائیوں اور مریدوں کے اتفاق سے سجّادۂ خلافت پر رونق افروز ہوئے آپ کی ارادت خاندانِ چشت سے ہے، خواجہ زور اور خواجہ غور جو خواجگانِ چشت کے خلفا میں سے تھے بابا فرید گنج شکرؒ کے حین حیات میں چشت خُراسان سے اجودھن تشریف لائے، شیخ گنج شکرؒ نے خیر و برکت کے خیال سے مولانا شہاب الدین اور شیخ بدرالدین کو ان کے دستِ مبارک سے کلاہ ارادت پہنا کر مرید کیا۔

# خواجہ نظام الدینؒ

حضرت بابا شیخ فرید الدین قدس سرہ آپ کو تمام فرزندوں سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، شاہی فوج میں ملازم تھے، شیخ فرید الدینؒ کا وقت رحلت قریب آیا تو آپ غیاث الدین بلبن کے ہمراہ کسی قصبے میں تھے، وہیں بیتاب و مضطرب ہو گئے، جس رات شیخ اس دار فنا سے رحلت فرما رہے تھے آپ صورت حال سے آگاہ ہو گئے لیکن چونکہ رات کو قلعہ کا دروازہ بند تھا آپ خدمت میں حاضر ہونے سے قاصر رہے اور شیخؒ کی آخری صحبت سے محروم رہ گئے، صبح کے وقت جب اُن کا جنازہ شہر سے باہر جا رہا تھا تو آپ پہنچ گئے، شیخ رحمۃ

کے دوسرے فرزندوں نے ان کو شہر کے باہر شُہدا کے درمیان دفن کرنا چاہا لیکن آپ نے مصلحت اس میں دیکھی کہ ان کو وہاں دفن کیا جائے جہاں اس وقت اُن کا مقبرہ شریف موجود ہے، چنانچہ آپ کی رائے پر سب نے اتفاق کیا۔

خواجہ نظام الدینؒ کفار کے خلاف ایک جنگ میں جامِ شہادت نوش فرما گئے اور آپ کے جسمِ مبارک کا کوئی نشان نہ ملا، رحمۃ اللہ علیہ

---

## خواجہ یعقوبؒ

شیخِ کبیر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے، ایثار و کرم میں ممتاز اور رُوحانی گیرائی کے مالک تھے، آپ اہلِ ملامت کے طریق پر چلتے تھے، خلق اللہ کے ساتھ آپ کا جو معاملہ تھا خُدا کے ساتھ اس کے بالکل برعکس تھا۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ امروہہ کے راستے میں مردانِ غیب آپ کو اٹھا کر لے گئے، رحمتہ اللہ علیہ

## مولینا داؤد پالھیؒ

رودولی کے ایک گاؤں میں سکونت رکھتے تھے، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے مرید تھے، سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی زبانِ مبارک پر اکثر آپ کا ذکر آتا اور فرمایا کرتے کہ وہ ایک بڑے بزرگ تھے، ایک بار مجھ کو اور مولانا داؤد کو پیرومرشد حضرت شیخ گنج شکر کی خدمت سے اکٹھے رخصت ہونے کا اتفاق ہوا، ہم دونوں چل پڑے، وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے مجھ سے آگے نکل جاتے اور پہلے جا کر نماز میں مصروف ہوجاتے تاآنکہ میں ان کے پاس پہنچ جاتا، چونکہ مجھے ان کی عادت کا پتہ

چل گیا تھا اس لئے وہ ابھی نماز ہی میں مشغول ہوتے کہ میں چل پڑتا اور ایک دو کوس آگے نکل جاتا، لیکن وہ پھر پیچھے سے آکر میرے ساتھ مل جاتے اور ایک دو کوس آگے نکل کر پھر نماز میں مشغول ہو جاتے، حیرت تو یہ ہے کہ اس قسم کے جنگل اور بیابان میں آپ کبھی راستہ نہ بھولتے تھے.

منقول ہے کہ آپ صبح کی نماز کے بعد گھر سے نکل کر بیابان کی جانب چلے جاتے اور یادِ حق میں محو ہو جاتے تھے، اس وقت جنگل کے ہرن آپ کے اِردگرد جمع ہو جاتے اور پُرشوق نگاہوں سے آپ کو دیکھتے رہتے،

---

## مولانا رضی الدین منصورؒ

مرد بزرگ تھے، شیخ نصیر الدین محمودؒ فرماتے ہیں کہ اودھ میں کوئی بزرگ رہتے تھے وہ کسی عارضے میں مبتلا ہو گئے اور ان کی تجہیز و تکفین ہو رہی تھی، مولانا داؤد جن کا ذکر پہلے آچکا ہے اور مولانا رضی الدین منصور دونوں ان کے سرپر پہنچ گئے اور کہنے لگے اب ہم یہاں آگئے ہیں جب تک صحت نہ ہو گی ان کو ایسے ہی چھوڑ کر نہ جائیں گے، اس کے بعد مولانا رضی الدین نے کہا، تم مریض کی ایک طرف لے لو اور دوسری طرف میں سنبھال لیتا ہوں، چنانچہ مولانا داؤد ان کے سرہانے اور مولانا رضی الدین پاؤں کی طرف بیٹھ گئے۔ دونوں حضرات نے کچھ پڑھنا شروع کیا۔ پھر انھوں نے اٹھکر مریض کا ہاتھ پکڑا اور کہا "اٹھو!" آپ اسی وقت اٹھ بیٹھے اور شفایاب ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ

# مولانا کمال الدین زاہدؒ

آپ زہد و تقوٰی اور دیانت داری میں کمال رکھتے تھے، شیخ نظام الدین اولیاؒ نے آپ سے مشارق کی سند لی تھی، مولینا کمال الدین زاہد نے ان مشارق کے ذیل میں جو شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے آپ سے سنے تھے اپنے ہاتھ سے اجازت نامہ تحریر فرمایا جس کی نقل سیر الاولیا میں موجود ہے۔

منقول ہے کہ سلطان غیاث الدین بلبن کی یہ آرزو تھی کہ مولانا کمال الدین زاہد کی امامت میں نماز پڑھے، لہٰذا اُس نے مولانا صاحب کو

اپنے پاس بلوایا اور کہا ہمیں آپ کے علمی کمالات، دیانت اور محافظتِ نفس پر پورا اعتقاد ہے، اگر آپ ہمارے ساتھ موافقت کریں اور امامت کا منصب قبول فرمائیں تو آپ کی عین نوازش ہوگی اور ہمیں اپنی نماز کی مقبولیّت پر وثوقِ تمام حاصل ہو جائے گا۔

مولانا نے فرمایا "ہمارے پاس نماز کے سوا اور کوئی چیز باقی نہیں رہی اب بادشاہ چاہتا ہے کہ یہ بھی نہ رہے۔"

مولانا نے یہ جواب اس قدر پُرجلال اور بارعب لہجہ میں دیا کہ بادشاہ خاموش ہو کر رہ گیا، بعد ازاں سُلطان نے بہت عُذر خواہی کر کے مولانا کو واپس روانہ کیا۔

---

## شیخ نور الدینؒ

ملکیار پرّان، شیخِ کامل تھے، وطنِ مالوف لار تھا، وہاں سے اپنے پیر کے حکم کے مطابق دہلی آئے، آپ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے کے مشائخ میں سے تھے، شیخ نظام الدین اولیاء آپ کے روضے کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے آپ کا زمانۂ حیات بھی پایا ہوگا لیکن انکی باہمی ملاقات کا حال معلوم نہیں۔

سیر الاولیا میں شیخ نظام الدین اولیا کی زبانی لکھا ہے کہ میں نماز جمعہ کے لئے مسجد کیلوکھڑی میں جایا کرتا تھا، ایک دن گرم ہوا چل رہی تھی اور میں روزے سے تھا، یکایک مجھے چکر آگیا، میں ایک دکان میں بیٹھ گیا تو میرے دل میں آیا اگر اس وقت میرے

پاس سواری ہوتی تو میں اس پر چلا جاتا ۔ پھر مجھے شیخ سعدی کا یہ شعر یاد آیا ۔ بیت

ما قدم از سر کنیم در طلب دوستاں
راہ بجائے نرود ہر کہ باقدام رفت

ہم دوستوں کی طلب میں سر کے بل جاتے ہیں، جو قدموں سے چل کر گیا وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچتا ۔

اور میں نے اس خطرے سے توبہ کی، اسکے تین دن بعد شیخ ملکیار پرّاں کے خلیفہ میرے لئے ایک گھوڑی لے کر آئے اور کہا کہ اسکو قبول کیجیے، میں نے ان سے کہا آپ ایک مرد درویش ہیں، آپ سے کس طرح لے سکتا ہوں، انھوں نے کہا آج تیسری رات ہے کہ شیخ ملکیار پرّاں مجھ سے خواب میں فرمارہے ہیں کہ شیخ نظام الدین کو گھوڑی لے جاکر دو۔ میں نے ان کو جواب دیا " یہ بات آپ کے شیخ نے کہی ہے اگر میرا شیخ مجھ سے کہے تو میں قبول کرلوں گا " تب وہ ایک اور سواری لے آئے جس کو میں نے عطیۂ ربانی سمجھ کر قبول کرلیا ۔ اس کے بعد ہمارے گھر میں کبھی گھوڑوں کی کمی نہ ہوئی ۔

لوگ کہتے ہیں کہ حسن قسمت شیخ ملکیار پرّان دہلی تشریف لائے تو آپ اس جگہ قیام پذیر ہوئے جہاں اب آپ کا مزار ہے، اس زمانے میں شیخ ابا بکر طوسی ایک قلندر تھا اس نے آپ سے جھگڑا کیا، آپ نے کہا مجھ کو میرے پیر ومرشد نے یہاں بھیجا ہے، قلندر نے ثبوت مانگا، دہلی سے وہ جگہ جہاں آپ کا پیر رہتا تھا بہت دور تھی، برخلاف عادت آپ آن کی آن میں وہاں سے خبر لے آئے، اس روز سے آپ ملکیار پرّان کے نام سے

مشہور ہو گئے واللہ اعلم۔
آپ کا روضہ دریائے جمنا کے کنارے شیخ ابا بکر طوسی کی خانقاہ کے مقابل ہے،
بہت ہیبت ناک اور باعظمت مقام ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں پریوں کا مسکن ہے۔

---

## شیخ ضیاؤ الدین رومیؒ

آپ کا شمار مشائخِ عظیم میں سے ہے، شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ
کے خلیفہ تھے، سلطان قطب الدین بن علاؤ الدین آپ کا مرید اور معتقد[1]
تھا، لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات کے تیسرے دن جب حضرت شیخ
نظام الدین اولیاءؒ آپ کی زیارت کو گئے تو سلطان قطب الدین بھی وہیں
موجود تھا اس نے شیخ نظام الدینؒ کی مطلق تعظیم نہ کی اور سلام کا جواب تک

---

۱؎ یہاں خلیفہ (نسخۂ مجتبائی) کے بجائے معتقد پڑھنا چاہئے۔ بحوالہ نسخہ مطبوعہ ہاشمی،

نہ دیا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے ایک مرتبہ فرمایا میں نے ضیاءُ الدین رومی کی زبانی سنا ہے کہ ان کا ایک دوست تھا، اس کو سماع میں حال و ذوق حاصل تھا، اس کی وفات کے بعد انھوں نے خواب میں دیکھا کہ اس کو بہشت میں ایک عالی مقام حاصل ہے لیکن وہ مغموم بیٹھا ہوا ہے، شیخ ضیاءُ الدین نے اپنے دوست کو اس رتبۂ عالی پر مبارک باد دی اور پوچھا کہ تم مغموم و ملول کیوں بیٹھے ہو، اس نے جواب دیا کہ یہ سب کچھ مل گیا ہے مگر جو لذت و ذوق سماع میں حاصل تھا اس سے محروم ہوں۔

آپ کا روضہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے راستے میں سلطان محمد عادل کے بجے منڈل کے سامنے واقع ہے۔

---

## شیخ شرف الدین کرمانیؒ

قصبہ سرسی کے رہنے والے تھے، شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں ہیں نے جلیند نامی ایک قوّال سے سُنا کہ ایک دن مجلسِ سماع گرم تھی، شیخ شرف الدینؒ نے ایک بیت سُنی اور آہ کھینچ کر جان بحق ہو گئے رحمۃ اللہ تعالےٰ۔

## سیّدی مولہؒ

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانے میں دہلی میں اقامت پذیر تھے آپ کے مرید اور معتقد کثرت سے تھے۔

سیدی مولہ لوگوں کو طعام دیتے اور خوارق کا اظہار فرماتے بعض لوگوں کو آپ پر کیمیا کا گمان تھا۔ بعض آپ کی قوتِ تصرف اور کرامات کے معتقد تھے اور بعض آپ کو ساحر و شعبدہ باز خیال کرتے تھے۔

سلطان علاؤ الدین خلجی کے زمانے میں آپ کو ابوبکر طوسی کے قلندروں نے مار ڈالا۔ جس روز آپ کا قتل ہوا بے اندازہ باد و غبار

فضا میں اٹھا۔ دنیا تاریک ہوگئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قیامت آگئی ہے،
سلطان جلال الدین نے یہ حال دیکھا تو سیدی مولہ سے اس کو اعتقاد
پیدا ہوگیا جو پہلے نہ تھا۔ واللہ اعلم

# شیخ ابوبکر طوسی حیدریؒ

آپ قلندریہ مشرب کے بزرگ تھے، آپ کے اور شیخ جمال الدین ہانسویؒ کے درمیان گہری محبت تھی، جب کبھی وہ ہانسی سے خواجہ قطب الدینؒ کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تو شیخ ابوبکر طوسی کی خانقاہ میں نزول فرماتے جو دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے، یہاں درویشانہ صحبتیں اور سماع کی محفلیں برپا ہوئیں، شیخ نظام الدین اولیاءؒ بھی ان کی خانقاہ میں حاضر ہوتے اور ان مجالس میں شرکت فرماتے،

منقول ہے کہ ایک بار شیخ جمال ہانسوی تشریف لائے تو مولانا حسام الدین

اندرپتی نے جو شیخ القضاۃ والخطباء تھے اور شیخ جمال کے مرید بھی تھے، ان کا استقبال کیا، استقبال کے وقت شیخ ابوبکر طوسی نے مولانا سے کہا کہ شیخ جمال الدین سے کہدیں میں حج کو جارہا ہوں، ملاقات ہوتے ہی فوراً شیخ جمال نے مولینا حسام الدین سے دریافت کیا کہ وہ ہمارے سفید باز (یعنی شیخ ابوبکر طوسی) کا کیا حال ہے، مولانا حسام الدین نے جواب دیا وہ حج کا ارادہ رکھتا ہے۔ شیخ جمال نے مولانا حسام الدین کو اسی وقت یہ کہکر واپس بھیج دیا کہ تم جاؤ اور میں بھی پیچھے پیچھے آتا ہوں اور شیخ ابوبکر طوسی کو یہ رباعی لکھی، رباعی

در پائے تو اسرم نثار اولیٰ تر
یک سر چہ بود بلکہ ہزار اولیٰ تر
در غارِ وطن بساز چوں بوبکر از انکہ
بوبکرِ محمدؐ بہ غار اولیٰ تر

— بہتر یہی ہے کہ تمہارے پاؤں پر سراسر نثار ہو، ایک سر کیا بلکہ ہزار سر بھی نثار ہو جائیں تو بہتر ہے۔ بوبکرؓ کی طرح غارِ وطن میں زندگی کا سامان کر، کیونکہ محمدؐ کے مصاحب بوبکر کے لئے غار (یعنی غارِ ثور) ہی بہتر ہے۔

آپ کی ابدی خواب گاہ بھی آپ کی خانقاہ میں ہے۔ نوراللہ مرقدہ

---

# شیخ فرید الدین رح

سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ؒ کے پوتے ہیں اور اپنے جدِ بزرگوار ہی کے مُرید، خلیفہ اور سجّادہ نشین ہیں، آپ نے انہی کے سایۂ شفقت و تربیت میں پرورش پائی، آپ نے شیخ حمید الدین صوفی ؒ کے ملفوظات کا مجموعہ بھی مرتب کیا جس کا نام سرورالصدور ہے، سلطان محمد تغلق کے عہدِ حکومت میں ناگور سے دہلی تشریف لائے اور یہیں اقامت اختیار کرلی،

آپ کا مرقد قدیم شہر کے قبرستان میں ہے اور یہ منڈل کی مشرقی جانب خواجہ قطب الدین ؒ کے مزار کے راستے میں آتا ہے، آپ کی قیام گاہ بھی اسی جگہ تھی، وہاں ایک چکّی کا پتھر پڑا ہوا ہے، لوگوں کا بیان ہے کہ سُکر و مستی کی حالت میں شیخ اس پتھر کو اپنے گلے میں ڈالے رکھتے تھے اور اسی حال میں آپ ناگور سے دہلی تشریف لائے :

# شیخ عبدالعزیزؒ

شیخ حمیدالدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ رشید ہیں، آپ عنفوانِ شباب ہی میں وجد و سماع کی حالت میں واصل بحق ہوئے، نفلی عبادات کی ایک رات کسی صوفی کے گھر میں سماع کی صحبت گرم تھی، قوال نے یہ شعر گایا، بیت

جاں بدہ جاں بدہ جاں بدہ
فائدہ گفتنِ بسیار چیست

— جان دیدے، جان دیدے، جان دیدے، زیادہ قیل و قال میں کچھ فائدہ نہیں۔

آپ نے اسی وقت نعرہ مارا "دادم، دادم" یعنی دیدی، دیدی، اور جاں بحق تسلیم کی، رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالعزیز کے تین فرزند تھے، شیخ وحید، شیخ فرید، اور شیخ نجیب، ان تینوں کے بارے میں شیخ حمید الدین نے الگ الگ رائے کا اظہار فرمایا، انھوں نے ارشاد کیا۔ وحید میری طرح وحید یگانہ و فرد ہے، جو آپ نے فرمایا تھا وہی ثابت ہوا، وہ مجرّد، بے تعلق اور آزاد رہا اور ارشاد و خلافت کے طریق پر دنیا سے رحلت کر گیا۔ پھر فرمایا: فرید میرا صاحب سجّادہ ہے اور نجیب صاحب دیوان ہے۔ چنانچہ آپ کے یہ ارشادات بالکل صحیح واقع ہوئے۔

---

# شیخ علی کُردؒ

سیر الاولیا میں مذکور ہے کہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا ایک مرتبہ میں ہانسی گیا، ان دنوں شیخ فرید الدین قدس سرہ نے داؤدی روزہ[1] رکھا ہوا تھا، افطار کے روز انھوں نے شیخ علی کو دعوت دی، جب دونوں بزرگ اکٹھے کھانا کھا رہے تھے تو شیخ علی کے دل میں آیا کیا ہی اچھا ہوتا اگر شیخ فرید الدین صائم الدہر ہوتے، شیخ فرید کو نورِ باطن سے معلوم ہو گیا اور انھوں نے فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا، شیخ علی کرد کا وطن میرٹھ کے علاقے میں تھا اور آپ کا مدفن بھی وہیں ہے۔ نور اللہ مرقدہ ؛

[1] حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز کے وقفہ سے روزے رکھا کرتے تھے۔

# مولانا نور ترکؒ

طبقاتِ ناصری میں قاضی منہاج نے آپ کا ذکر کسی اور رنگ میں کیا ہے جو حقیقتِ حال کے خلاف ہے اور آپ کے مذہب پر حرف آتا ہے، لیکن فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے فرمایا "بعض علماء نے ان کے متعلق کچھ باتیں کہی ہیں مگر ان کی ذات آسمان کے پانی سے بھی زیادہ پاکیزہ تھی، وہ شہر کے علماء سے بڑا تعصب رکھتے تھے کیونکہ ان کو دنیا کی آلائشوں سے ملوث پاتے تھے۔ اُن کے کلام میں بہت گیرائی تھی وہ کسی سے بیعت نہ ہوئے اور جو کچھ کہتے اپنے علم اور مجاہدہ کی

فوٹ سے کہتے ہاان کا ایک غلام روئی دُھنکنے کا کام کرتا تھا، وہ ہر روز
حضرت مولانا کو ایک درم دے دیا کرتا اور یہی اُن کی وجہ معاش تھی، ایک مرتبہ
سلطانہ رضیہ نے کچھ سونا ان کی خدمت میں بھیجا، اس وقت ان کے ہاتھ میں
ایک چھڑی تھی، وہ چھڑی سے اُس زر کو پیٹتے اور فرماتے "یہ کیا ہے،
اسے میرے سامنے سے لے جاؤ" جب مولانا نور ترک مکّہ معظّمہ تشریف لے
گئے تو یہاں سے ایک شخص دو سیر چاول لے کر ان کی خدمت میں پہنچ گیا۔
انھوں نے چاول لے لئے اور اس کے حق میں دعا کی، اُس شخص کے دل
میں خیال آیا کہ یہ وہی بزرگ ہے جس نے دہلی میں زر کو رد کر دیا تھا۔
اور اب اس قدر چاول قبول کرتا ہے۔ اس پر مولانا نور ترکؒ نے فرمایا۔
"خواجہ تم مکہ کا دہلی پر قیاس نہ کرو، تیز میں اُن دنوں جوان تھا مگر اب وہ
تاب وطاقت کہاں، اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور پھر یہاں غلہ بھی کم ہے"۔
شیخ نظام الدین اولیاؒ سے منقول ہے کہ شیخ فرید الدینؒ نے فرمایا میں نے ان کا
وعظ سُنا ہوا ہے، جب میں ہانسی پہنچا تو انھوں نے وعظ کہنا شروع کیا۔
میں نے بھی ان کی مجلسِ وعظ میں جانے کا ارادہ کیا۔ میں نے پھٹے پرانے رنگ
برنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ہماری ملاقات نہ ہوئی
تھی، جونہی میں مسجد کے اندر داخل ہوا انھوں نے مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا۔
"مسلمانو! اب سخن کا جوہری آگیا ہے"۔ اس کے بعد وہ مداحی شروع کی
جو کسی بادشاہ کو بھی میسّر نہ ہوئی ہوگی۔

---

# مولانا مخلص الدینؒ

حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ فرماتے ہیں کہ وہ بدایوں کے ایک موضع ترکسامتی میں مقیم تھے، بزرگ کامل، حافظِ قرآن اور صاحبِ ولایت تھے، ایک روز اپنے شاگردوں کے ہمراہ سیر کو جا رہے تھے، راستے میں آک کے درختوں پر ڈوڈے لگے ہوئے نظر آئے۔ شاگردوں نے ان کو توڑ لیا اور ہاتھ میں لئے ہوئے آئے، مولانا نے دیکھا تو کہا تمہارے ہاتھ میں ککڑی ہے۔ شاگردوں نے کہا نہیں بلکہ آک کے پھل ہیں، مولانا نے فرمایا۔ نہیں یہ تو ککڑی ہے۔ پھر شاگردوں نے عرض کیا۔ مولانا ہم نے تو خود اپنے ہاتھ سے آک کے درخت سے یہ پھل

توڑے ہیں اور اس موسم میں ککڑی نہیں ہوتی، آپ کیا فرماتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس لاؤ، شاگردوں نے مولانا کے ہاتھ پر وہ پھل رکھدیئے، مولانا نے چاقو نکال کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے، وہ سب نے کھائے اور معلوم ہوا کہ ککڑی ہے۔

شیخ نصیر الدین محمودؒ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ خواجہ عزیز کرکی اور مولانا مخلص الدین یہ دونوں بزرگ معصر تھے یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں ہے، لیکن خواجہ عزیز کرکی بھی بہت بڑے بزرگ تھے۔ اس کے بعد فرمایا۔ بدایوں میں بہت بزرگ گزرے ہیں، رحمۃ اللہ علیہم۔

---

## خواجہ علیؒ

آپ شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور نعمتِ فقر بھی انہی سے حاصل کی تھی، کرامات میں مشہور ہیں،

منقول ہے کہ جب شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ اپنی علمی تحصیلات سے فارغ ہو گئے تو اُن کی والدہ ماجدہ نے اپنے ہاتھ سے سُوت کات کر ایک دستار بنی اور شہر کے علماء و مشائخ کی دعوت فرمائی، شیخ نظام الدینؒ دستار اپنے ہاتھ میں لے کر مجلس میں تشریف لائے اور اس کو شیخ علی کے سامنے رکھ دیا، شیخ علی نے دستار کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا شیخ نظام الدینؒ کو دیا۔

شیخ نظام الدین نے وہ مبارک دستار سر پر باندھ کر اپنا سر خواجہ علیؒ کے قدموں میں رکھدیا، خواجہ علی نے ان کے لئے دعا کی کہ حق تعالیٰ تجھے عالم دین بنائے اور منزل مقصود تک پہنچائے، آپ کے آغاز سلوک کا قصہ شیخ جلال الدین تبریزی کے حالات میں بیان ہو چکا ہے، شیخ جلال الدینؒ نے رخصت کے وقت آپ سے فرمایا کہ بدایوں کی مخلوق تمہاری پناہ میں چھوڑ رہا ہوں،

خیر المجالس میں نصیر الدین محمودؒ کی زبانی لکھا ہے کہ بدایوں میں اس زمانے میں دو علی مولا تھے، علی مولا خرد اور علی مولا بزرگ، اور یہ حضرت جو شیخ جلال الدین تبریزی کے مرید ہیں اور جن کو شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کی دستار بندی کے موقع پر بلایا گیا تھا علی مولا بزرگ ہیں، وہ صاحب یقین تھے اور مقبولیت عظیم رکھتے تھے، انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ علی مولا کچھ نہ جانتے تھے صرف پنج وقتہ نماز ادا کرتے تھے اور بس، لیکن صدق وصفا کے پتلے تھے، تمام مشائخ، علماء اور دوسرے لوگ ان سے خیر وبرکت پاتے تھے اور ان کی قدم بوسی کے لئے آتے تھے، خدا کی درگاہ میں مقبولیت کے آثار، ان کی ذات میں ظاہر ہو گئے تھے، جو کوئی ان کو دیکھتا فوراً سمجھ جاتا کہ یہ خدا کے دوست ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

# خواجہ حسن افغانؒ

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ کے مریدوں میں ہیں محبوبِ الٰہی حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ وہ صاحبِ ولایت اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ ایک دفعہ کسی کوچے میں سے گزرتے ہوئے ایک مسجد میں داخل ہو گئے۔ مؤذن کی تکبیر پر امام آگے کھڑا ہو گیا اور لوگ جماعت میں شریک ہوئے۔ خواجہ حسنؒ نے بھی اقتدا کی۔ جب نماز ختم ہو گئی اور لوگ چلے گئے تو وہ امام کے پاس گئے اور کہا اے خواجہ! تم نے نماز شروع کی اور میں تمہارے ساتھ شامل ہو گیا۔ تم یہاں سے دہلی جا پہنچے اور وہاں سے غلام خرید کر واپس دوسرے شہر میں آئے اور پھر وہاں سے چل کر ملتان پہنچے، اور میں تمہارے پیچھے پیچھے سرگردان پھرتا رہا، آخر یہ کیا نماز ہے؟

# شیخ تقی الدین محمدؒ

حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک صاحب حال بزرگ تھے اور ذکرِ الٰہی میں کمال استغراق رکھتے تھے۔ مراقبہ میں ان کو کسی چیز کا ہوش نہ رہتا تھا یہاں تک کہ ان کو یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ آج کون سا دن اور مہینہ ہے، ایک مرتبہ کوئی شخص ان کے پاس ایک کاغذ لایا اور کہا اے شیخ! اس پر اپنا نام لکھ دیں، انھوں نے قلم اٹھایا اور متحیر کھڑے رہے، خادم نے خیال کیا کہ حضرت مخدوم اپنا نام بھول گئے ہیں، چنانچہ اس نے کہا "شیخ کا اسم گرامی محمدؒ ہے" تب شیخ نے اس کاغذ پر اپنا نام لکھا، اسی طرح ایک روز کا واقعہ ہے کہ

وہ جمعہ مسجد تشریف لے گئے، مسجد کے دروازے پر پہنچے تو متحیر کھڑے ہو گئے، خادم سمجھ گیا کہ شیخؒ کو اپنے دائیں پاؤں کا دھیان نہیں رہا، لہٰذا اس نے اپنا ہاتھ ان کے داہنے پاؤں پر رکھا اور کہا۔ "یہ ہے حضور کا دایاں پاؤں"۔ پھر انھوں نے وہ پاؤں اٹھا کر مسجد کے اندر رکھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# شیخ برہان الدین نسفیؒ

فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ وہ ایک کامل حال بزرگ تھے، جب کوئی شاگرد کچھ پڑھنے کے لئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا تو فرماتے کہ پہلے میرے ساتھ تین شرطیں طے کرو، پھر تمہیں تعلیم دوں گا، ان تین شرطوں میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ تم ایک وقت کھانا کھاؤ تاکہ علم کے لئے ظرف خالی رہے، دوسری شرط یہ ہے کہ ناغہ نہ کرو، اگر تم ایک دن ناغہ کرو گے تو دوسرے دن میں سبق نہ پڑھاؤنگا، تیسری شرط یہ ہے کہ جب کبھی مجھ سے راستے میں ملنے کا اتفاق ہو تو فوراً سلام کر کے گزر جاؤ اور راستے میں عجز وانکسار اور زیادہ تعظیم کا اظہار نہ کرو۔

اخفار اپنی غلطی کا

## مولانا علاؤالدین اصولی بداؤنیؒ

کامل و مکمل بزرگ تھے اور شیخ نظام الدین اولیاؒ کے استادوں میں تھے،
خیر المجالس میں لکھا ہے کہ شیخ نظام الدینؒ نے قدوری کا درس مولانا علاؤالدین سے
ختم کیا، فوائد الفواد میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ لڑکپن میں مولانا علاؤالدین بدایوں
کے ایک کوچے سے گزر رہے تھے، اتفاق سے شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی نظر آپ
پر پڑی، انھوں نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور اپنا لباس اتار کر پہنا دیا۔ مولانا
علاؤالدین کے تمام اوصاف و اخلاق اسی لباس کی برکت سے تھے۔
کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک نوخرید لونڈی تھی مگر وہ اکثر روتی رہتی تھی۔

مولانا نے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا میرا ایک لڑکا تھا میں اس سے جدا ہوگئی ہوں۔ مولانا لونڈی کو گھر سے باہر لے گئے اور اس کو راہ چلتے مویشیوں کے ہمراہ چھوڑ دیا جو اس طرف جارہے تھے جہاں سے وہ لونڈی آئی تھی۔ صاحب فوائد الفواد لکھتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے جب یہ قصہ بیان کیا تو ان کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں اور فرمایا کہ علمائے ظاہر اس معنی کے منکر ہوتے ہیں لیکن یہ جاننا چاہئے کہ اس نے کیا کیا، آپ کا مزار بدایوں میں ہے۔

خیر المجالس میں شیخ نصیر الدین محمودؒ کی زبانی لکھا ہے کہ علاؤ الدین اصولی کبھی کسی شخص سے کوئی چیز قبول نہ فرماتے تھے مگر جب ضرورت کے وقت کوئی شخص انکے پاس کچھ لے آتا تو اس میں سے بقدرِ حاجت لے لیتے۔ ایک دفعہ مولانا فاقے سے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے کھل کھا رہے تھے، اس اثنا میں حجام آنکلا، ان کو یہ ناگوار گذرا کہ حجام پر ان کے فقر و فاقہ کا حال کھلے، چنانچہ انھوں نے کھل اپنی دستار میں چھپالی۔ حجام نے داڑھی کے بال درست کئے، پھر مولانا نے سر منڈانے کے لئے پگڑی اُتاری، کھل زمین پر گر پڑی، ایک روز حجام نے یہ قصّہ کسی صاحب ثروت کے رُوبرو بیان کردیا، اس نے چند سیر طعام، چند گھی کے گھڑے اور ایک ہزار جیتل مولانا کی خدمت میں بھیجدیئے، مولانا نے ان چیزوں کو قبول نہ کیا اور واپس کردیں، بعد ازاں حجام کو بلایا اور اسے ملامت کی اور کہا پھر کبھی میرے پاس نہ آنا، حجام نے اس بارے میں لوگوں سے سفارش کرائی اور عہد کیا کہ اس کے بعد درویشوں کا راز کبھی فاش نہ کرے گا تب مولانا نے اس کو اپنے پاس آنے کی اجازت عطا فرمائی۔

---

# شمس الملکؒ

صدرِ ولایت تھے اور اپنے وقت میں علم و فضل کے باعث ممتاز تھے، شیخ نظام الدین اولیاؒ نے اپنے زمانۂ تعلیم میں آپ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیا اور آپ سے مقاماتِ حریری کا درس لیا کرتے تھے، شہر کے اکثر علماء آپ کے شاگرد رہ چکے تھے، شیخ نظام الدینؒ فرماتے ہیں کہ جب میرے سبق کا ناغہ ہوجاتا اور دوسرے دن اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھے دیکھکر یہ شعر پڑھتے ؎

آخر کم از آنکہ گاہ گاہے — آئی و مرا کُنی نگاہے

— گاہ بگاہ نہ سہی آخر کسی وقت تو ہمارے پاس آؤ اور ہمارے حال پر نظر کرو۔

اس زمانے کے مشہور شاعر تاج زمرد نے آپ کی مدح میں کہا ہے ؎

صدرا کنون بکامِ دلِ دوستاں شدی
مستوفیِ ممالکِ ہندوستاں شدی

— اے صدر! اب تم نے دوستوں کے حسبِ مراد مقام حاصل کر لیا ہے اور ہندوستان کے مستوفی مقرر ہو گئے ہو۔

---

# قاضی جمال بدایونی ملتانیؒ

ایک بزرگ تھے، شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار اس بزرگ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ شہر بدایوں کے نواح میں ایک جگہ جلوہ افروز ہیں اور وضو فرما رہے ہیں، جب یہ بیدار ہوئے تو فی الفور اس جگہ پہنچے، دیکھا کہ زمین پانی سے تر ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ میری قبر یہیں بنادی جائے۔ چنانچہ وفات کے بعد اُن کو اسی جگہ دفن کیا گیا رحمۃ اللہ علیہ

## شیخ صوفی بدھنیؒ

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ کیتھل میں ایک بزرگ رہتے تھے جو شیخ صوفی بدھنی کے نام سے مشہور تھے، وہ کامل تارکِ دنیا تھے یہاں تک کہ ستر پوشی بھی نہ کرتے تھے۔

خیر المجالس میں شیخ نصیر الدین محمودؒ سے منقول ہے کہ صوفی بدھنی میں عبادت کا ذوق و شوق بدرجہ اتم موجود تھا، مسجد میں محراب کے سامنے پڑے رہتے تھے اور شب و روز نمازیں ادا کرنے کے سوا کوئی کام نہ کرتے۔ ان کے پاس بہت سے لوگ آتے جاتے، ایک دن بعض علماء آئے ہوئے تھے، شیخؒ نے

اُن سے دریافت کیا کہ بہشت میں نماز ہو گی یا نہیں، انھوں نے جواب دیا کہ وہ دارِ جزا ہے، وہاں کھانے پینے اور عیش و مسرت کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا، سب عبادت دنیا ہی میں ہے، صوفی بدہنی نے جب سنا کہ بہشت میں نماز نہ ہوگی تو فرمایا کہ مجھے اس بہشت سے کیا سروکار جس میں نماز نہ ہوگی، اور انھوں نے ایک لفظ ہندوستانی زبان میں کہا جو ناقابلِ بیان ہے،

نقل ہے کہ جب آپ یادِ حق میں مشغول ہوتے تو ایسی کیفیت طاری کر لیتے کہ آپ کا سر، ہاتھ اور پیر جُدا جُدا ہو جاتے تھے، کسی نے پوچھا کہ صوفی بدہنی کس زمانے میں تھے، آپ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین قدس سرہ کے عہدِ دولت میں، کہتے ہیں کہ آج تک لوگوں نے آپ کے گنبد شریف پر کسی کوّے کو بیٹھے ہوئے یا اس کے سامنے سے گزرتے نہیں دیکھا واللہ اعلم۔

عوام میں مشہور ہے کہ ایک دفعہ خواجہ قطب الدین رح اور شیخ صوفی بدہنی چنگیز خانی مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ دورانِ اسیری میں ایک روز تمام قیدی بھوک اور پیاس کی شدت سے بے حال تھے۔ خرقِ عادت کے طریق پر خواجہ رح اپنی بغل میں سے روٹی (کاک) اور شیخ صوفی بدہنی پانی کا کوزہ نکالتے اور تمام قیدیوں کو کھلاتے پلاتے تھے، اس دن کے بعد خواجہ کا لقب کاکی پڑ گیا اور شیخ صوفی، بدہنی کے لقب سے مشہور ہو گئے کیونکہ ہندی میں کوزے کو بدھنا کہتے ہیں۔

# شیخ شہاب الدینؒ

ہانسی کے خطیب تھے ۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ وہ بڑے بزرگ تھے ، رات کو سورہ بقر پڑھ کر سویا کرتے تھے ۔ ایک دن انھوں نے بیان کیا کہ جب میں اس سورت کی تلاوت کر رہا تھا تو مکان کے ایک گوشے سے آواز آئی ۔ بیت

داری سرِ ما وگرنہ دُور از برِ ما ما دوست کشیم و تو نداری سرِ ما

تجھے ہماری خواہش ہوتی ہے تو ہمارے قریب ہوتا ہے ورنہ ہم سے دور ہوجاتا ہے ۔ ہم دوستوں کی کشش رکھتے ہیں اور تجھ کو ہمارا کوئی خیال نہیں ۔

اس وقت سب اہلِ خانہ سوئے ہوئے تھے، وہ حیران رہ گئے کہ یہ کس کی آواز ہے، گھر میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو اس قسم کے مطالب کا اظہار کرسکے، دوبارہ یہی آواز سنائی دی، انھوں نے مناجات کی کہ اے خداوند! میں نے تیرے بہت سے عہد پورے کئے ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تو بھی میرے عہد کو پورا کرے گا یعنی میرے انتقال کے وقت میرے پاس کوئی نہ ہو۔ نہ ملک الموت ہو اور نہ کوئی فرشتہ۔ صرف میری ذات ہو اور تو۔ آخر کار وہ اس دارِ فنا سے اسی طرح رخصت ہوئے جیسے کہ اُن کی آرزو تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

موت کے وقت تو ہی میرے پاس ہو۔

# شیخ احمد بدایونیؒ

حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ وہ میرے احباب میں سے تھے۔ بڑے صالح بزرگ درویشوں کے معتقد اور ابدال صفت انسان تھے، اگرچہ اَن پڑھ تھے لیکن دن بھر شرعی مسائل کی تحقیق میں لگے رہتے، جب انھوں نے دُنیا سے رحلت فرمائی تو ان کی وفات کے بعد ایک رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ اسی طرح معمول کے مطابق مجھ سے مسائل اور احکام دریافت فرما رہے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا۔ آپ تو مُردہ ہیں لیکن جو کچھ پوچھ رہے ہیں وہ اِس زندگی سے متعلق ہے۔ انھوں نے فرمایا کیا تم ولیئے خدا کو مُردہ سمجھتے ہو؟

# شیخ قاضی منہاج جرجانیؒ

طبقاتِ ناصری کے مصنف ہیں۔ اپنے وقت کے ذی اثر بزرگ تھے،
اہلِ وجد و سماع میں سے تھے جب قاضی مقرر ہو گئے تو سماع کا عام رواج ہو گیا،
حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ میں ہر سوموار کو اُن کا وعظ سننے
جایا کرتا تھا۔ ایک روز وعظ کے دوران میں انھوں نے یہ رُباعی پڑھی

رباعی

لب بر لبِ لعلِ دلبراں خوش کردن / وآہنگِ سرِ زلفِ مشوّش کردن

امروز خوش ست لیک فردا خوش نیست / خود را چو خسے طعمہ آتش کردن!

محبوبوں کے لبِ لعلیں سے شاد کام ہونا اور زلفِ پریشاں سے کھیلنا آج تو اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن کل قیامت کے روز اپنے آپ کو خس کی طرح آگ کا ایندھن بنانا اچھا معلوم نہیں ہوتا!

جب میں نے یہ اشعار سُنے تو مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور بڑی دیر تک بے خود رہا۔

---

# مولانا احمد حافظؒ

ایک جیّد عالم اور مردِ خدا تھے۔ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے شیخ الاسلام حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ کی زیارت کا عزم کیا۔ راستے میں سرسی کے قریب میری ملاقات مولانا احمد حافظؒ سے ہوگئی۔ انھوں نے فرمایا کہ جب شیخؒ کے روضۂ مبارک پر جاؤ تو میرا اسلام پہنچا دینا اور کہنا کہ میں دُنیا نہیں مانگتا، اسکے طالب تو بہت ہیں اور عقبیٰ پر بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْن مجھے دُنیا سے بحیثیت مسلمان اٹھا اور اپنے نیک بندوں میں شامل کر۔

# طبقۂ سوم

(حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ اور ان کے معاصرین کے زمانے سے
ہمارے زمانے تک کے بزرگوں کے حالات رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

## شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ

آپ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے نہایت مشہور اور ممتاز خلیفہ تھے۔ صاحبِ اسرار اور احوال شیخؒ کے وارث تھے۔ پیر و مرشد شیخ نظام الدین اولیاؒ کی رحلت کے بعد ولایتِ دہلی پر فائز ہوئے۔ آپ کو شیخؒ سے کمال اتباع تھا۔ صبر و شکر، فقر و فاقہ اور تسلیم و رضا آپ کا شیوہ تھا۔ منقول ہے کہ ایک دن آپ نے حضرت امیر خسروؒ سے جو حضرت شیخ نظام الدین اولیا

قدس سرہٗ کی خلوتِ خاص کے محرم تھے۔ عرض کیا کہ میری طرف سے شیخؒ کی خدمت میں یہ سفارش کریں کہ بندہ اودھ میں مقیم ہے اور لوگوں کی آمد و رفت سے جو مزاحمت پیدا ہوتی ہے اس کے سبب مشغول بحق نہیں ہو سکتا۔ اگر حکم ہو تو کسی جنگل میں جا کر فراغ دلی سے عبادتِ حق میں مصروف ہو جاؤں، امیر خسروؒ کا معمول تھا کہ عشا کی نماز کے بعد شیخؒ کی خدمت میں تشریف لے جاتے اور گزشتہ حالات و کوائف بیان کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک بار شیخؒ کے حضور میں حضرت نصیر الدین محمودؒ کی درخواست پیش کر دی، حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا "اس سے کہو کہ تمہیں خلق اللہ ہی کے درمیان رہنا چاہیئے اور اس کا بدلہ بخشش و سخاوت سے دینا چاہیئے۔"

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شیخؒ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر پوچھا کہ تمہارے دل میں کیا ہے۔ جنگل میں رہنے سے تمہارا کیا مقصد ہے اور تمہارے والد کیا کام کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا میرا مقصد حضرت خواجہ کے لئے درازیٔ عمر کی دعا مانگنا اور درویشوں کی جوتیاں سیدھی کرنا ہے اور میرے والد نے غلام رکھے ہوئے تھے جو کپاس کا بیوپار کرتے تھے، اس کے بعد شیخؒ نے فرمایا۔ سُنو۔ جب مجھے اپنے مخدوم شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کا شرفِ ملازمت حاصل ہوا تو ایک روز اجودھن میں ایک عالم جو میرا دوست اور ہم مکتب بھی تھا میرے پاس آیا اور میرے بوسیدہ کپڑے دیکھ کر کہنے لگا نظام الدین تجھے کیا ہوا کہ اس حال تک نوبت پہنچ گئی، اگر اس شہر میں تعلیم و تدریس کرتے تو فکرِ معاش سے آزاد رہتے، میں اپنے دوست کی یہ گفتگو سن کر

خاموش رہا۔ جب خواجہ مخدومؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ نظام الدین!
اگر تیرا کوئی دوست تجھ سے یہ کہے کہ تو نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے اور تو نے تعلیم و
تدریس کو کیوں ترک کر دیا ہے جس سے فراغت و آسائش حاصل ہو سکتی تھی، تو تم
کیا جواب دو گے ؟" میں نے عرض کیا جو حکم عالی ہو وہی کہوں گا۔ حضرتؒ
نے فرمایا، یہ شعر جواب میں پڑھ دینا ؎

نہ ہمرہی تو مرا راہ خویش گیر و برو  ترا سعادت بادا مرا نگونساری

—— تو میرا ہمسفر نہیں ہے۔ جا اپنا راستہ لے۔ تجھے خوش نصیبی مبارک ہو اور مجھے بدبختی!

اس کے بعد انھوں نے ایک خوان طلب فرمایا اور مجھ سے کہا اس کو سر پر رکھ کر
جہاں تمہارا دوست ٹھیرا ہے وہاں لے جاؤ، میں نے ایسا ہی کیا۔ اب کے
اس دوست نے میرے ساتھ انصاف کیا اور کہا۔ تجھے یہ صحبت اور یہ حالت
مبارک ہو۔ شیخ نصیر الدین محمودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخؒ نے مجھے اس قسم کی
تلقین کی۔ اس کے بعد ریاضت اور مجاہدہ کا حکم دیا۔ کبھی کبھی دس دن کا
عرصہ گزر جاتا اور میں خالی بیٹھ رہتا جس سے جاذبۂ الٰہی بہت بڑھ جاتا
جب خواہشات کا غلبہ ہوتا تو لیموں کا عرق پی لیتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سلطان محمد تغلق، شیخ نصیر الدین محمودؒ کو آپ کے
کمالات کے باوصف بہت ایذا دیتا تھا، آپ کو سفر میں اپنے ساتھ ساتھ لئے
پھرتا۔ ایک مرتبہ اُس نے آپ کو اپنا جامہ دار مقرر کیا۔ آپ ان تمام باتوں کو اپنے پیر
کی وصیت کے مطابق برداشت کرتے اور دم نہ مارتے تھے۔

آپ نے ۱۸ رمضان المبارک ۷۵۷ ہجری کو جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان محمد تغلق نے آپ کے لئے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا بھیجا، اس کا مقصد صرف تکلیف پہنچانا تھا کہ اگر آپ کھانے سے انکار کردیں گے تو اسی بات کو ایذا رسانی کی وجہ بنالیا جائے گا، اور اگر کھالیا تو پوچھا جائے گا کہ آپ نے سونے چاندی کے ظروف میں کھاکر خلافِ شرع حرکت کیوں کی؟ جب کھانا شیخ رح کے سامنے پیش کیا گیا تو کچھ نہ بولے، پھر آپ نے سونے کے پیالے سے تھوڑی سی کھچڑی نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھی اور اس کو چکھا۔ اس طرح بد اندیش، خائب و خاسر ہو کر رہ گئے۔

خیر المجالس میں مذکور ہے ایک بار کسی دوست نے آپ سے عرض کیا کہ خواجہ عثمان ہارونی رح کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ انھوں نے فرمایا جو شخص دو گائیں ذبح کرے گا اس کی گردن پر ایک خون ہوگا۔ جو شخص چار گائیں ذبح کریگا اس کی گردن پر دو خون ہوں گے اور جو شخص دس بھیڑیں ذبح کریگا اس کی گردن پر ایک خون ہوگا۔ اس پر حضرت مخدوم رح نے پہلے تو فرمایا کہ وہ ہارونی نہیں ہرزنی ہیں۔ ہرزن ایک گاؤں کا نام ہے۔ خواجہ صاحب رح وہیں رہتے تھے۔ پھر فرمایا کہ یہ ملفوظ ان کا نہیں ہے۔ ان کے ملفوظات کے نسخے میرے پاس بھی آئے ہیں لیکن ان میں بہت سی عبارات اس قسم کی ہیں جو ان کے ارشادات کے مطابق نہیں ہیں، بعدازاں ارشاد کیا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ نے فرمایا میں نے کوئی کتاب تحریر نہیں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدین، شیخ الاسلام قطب الدین اور خواجگانِ چشت میں سے کسی بزرگ نے کوئی تصنیف اپنے پیچھے نہیں چھوڑی۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاؒ کے مریدوں نے مجلسِ سماع منعقد کی، قوالوں نے دف کے ساتھ گانا شروع کیا، شیخ نصیر الدین محمودؒ بھی مجلس میں موجود تھے، آپ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور باہر جانے لگے، احباب نے بیٹھنے کی درخواست کی تو فرمایا یہ خلافِ سنت ہے، احباب نے کہا۔ آپ سماع کے منکر ہو گئے ہیں اور اپنے پیر کے مشرب سے انحراف کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اُن کا ارشاد حجت نہیں ہے۔ قرآن اور حدیث سے دلیل چاہیئے۔ بعض غرض پرستوں نے یہ ماجرا حضرت محبوب الٰہیؒ کو سنایا کہ شیخ محمودؒ ایسا کہتے ہیں، حضرتؒ کو آپ کے صدقِ معاملہ کی خبر تھی۔ انھوں نے فرمایا "وہ سچ کہتے ہیں اور حق وہی ہے جو وہ کہتے ہیں"۔

خیر المجالس میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی دوست نے شیخ نصیر الدین محمودؒ کے پاس آکر پوچھا کہ مزامیر، دف، نے اور رباب کے ساتھ صوفیوں کا رقص کرنا کس طرح روا ہے، شیخؒ نے فرمایا، مزامیر بالاجماع مباح نہیں ہیں، اگر کوئی طریقت سے گرے تو کم از کم شریعت میں رہے اور اگر شریعت سے بھی گر جائے تو پھر کہاں کا رہے گا۔ اول تو سماع ہی میں علماء کا اختلاف ہے اگرچہ کچھ شرائط کے ساتھ اس کو مباح کہا گیا ہے لیکن مزامیر تو بالاجماع حرام ہیں۔

جوامع الکلم میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ خانقاہ کی ایک مجلس میں حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کو اس شعر پر کمال وجد آیا۔ بیت

جفا بر عاشقاں گفتی نخواہم کرد ہم کردی
قلم بر بے دلاں گفتی نخواہم راند ہم راندی

— ہر چند تم نے کہا تھا کہ عاشقوں کو جفا کا نشانہ نہ بناؤ گے لیکن تم اس سے باز نہ آئے۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ بیدلوں پر سختی نہ کروگے لیکن تم اس سے بھی باز نہ رہے۔

مولانا مغیث شاعر نے ایک رسالہ میں اس محفل کا پورا حال بیان کرکے یہ اعتراض کیا کہ یہ شعر حقیقت پر مبنی نہیں ہے، اگر جور و جفا کی نسبت خداوند تعالٰے کی جانب کی جائے تو اس سے کفر لازم آتا ہے، اس قسم کے اور اعتراضات بھی تھے، مولانا مغیث نے یہ رسالہ مولانا معین الدین عمرانی کو دیا، انھوں نے حضرت چراغ دہلیؒ کی خدمت میں پیش کر دیا حضرت نے اس کو پڑھا اور مولانا معین الدین کو اپنے پاس بلا کر رسالہ واپس کر دیا مگر کچھ ارشاد نہ فرمایا اور دستار و پیراہن پہنا کر رخصت کیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک اور مجلس میں حضرت چراغ دہلیؒ نے ان اشعار پر بہت رقص فرمایا اور اضطراب کا اظہار کیا۔

| | |
|---|---|
| ما طبلِ معانہ دوش بیباک زدیم | عالی علمش بر سرِ افلاک زدیم |
| از بہرِ یکے مغبچہ مے خوارہ | صد بار کلاہِ توبہ بر خاک زدیم |

کل رات ہم نے عیش و عشرت کی خوب داد دی اور اس کا چرچا آسمانوں میں ہو گیا ایک میخوار مُغبچے کی خاطر ہم نے توبہ کی کلاہ کو بار بار زمین پر دے مارا۔

اسی بے قراری کے عالم میں آپ چھت پر تشریف لے گئے اور مولانا مغیث کو بُلا بھیجا، مولانا صاحب گھبرائے ہوئے آئے اور جب ان کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو فرمایا "مولانا! اب کہئے کہ اس میں کیا حماقت تھی"۔ یہ کہکر مولانا کو واپس بھیجدیا، اس واقعہ کے بعد مولانا مغیث کبھی خانقاہ میں نہ آئے اور جلد وفات پا گئے۔

خیر المجالس میں مذکور ہے کہ ایک عزیز نے درویشوں کے حال کی ماہیت وکیفیت دریافت کی۔ تو فرمایا حال نتیجہ ہے صحتِ اعمال کا۔ اور عمل دو قسم کا ہوتا ہے، عملِ اعضا جیساکہ سب کو معلوم ہے اور عملِ قلب، اس عمل کو مراقبہ کہتے ہیں، پہلے عالمِ علوی سے انوار کا نزول روح پر ہوتا ہے، اس کا اثر دل پر ظاہر ہوتا ہے، پھر اعضا پر اور اعضا دل کے تابع ہیں، جب دل میں تحریک پیدا ہوتی ہے تو اعضا بھی حرکت میں آتے ہیں۔

اس کے بعد اس عزیز نے یہ سوال کیا کہ عوارف المعارف میں صاحبِ حال کو متوسط کہا گیا ہے اور اس ضمن میں عوارف کی یہ روایت بیان کی المبتدی صاحبِ وقت والمتوسط صاحبِ حال والمنتہی صاحبِ انفاس، حاضرین کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی تو انھوں نے خواجہ چراغ دہلیؒ سے استفسار کیا، پہلے آپ نے سائل سے پوچھا کہ تم نے اس بارے میں کیا سنا ہے کیا تم نے عوارف کا مطالعہ کیا ہے اس نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا المبتدی صاحب وقت، صاحبِ وقت کون ہے یعنی وہ صوفی جو اپنے وقت کو غنیمت سمجھتا ہے کہ شاید یہ وقت پھر ہاتھ آئے یا نہ آئے۔ پس جو شخص جانتا ہے کہ اس کے پاس یہی وقت ہے تو وہ اپنے وقت کو تلاوتِ کلام ذکر یا فکر میں صرف کرتا ہے جب سالک حفظِ اوقات پر قائم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے اوقات کو عبادات سے معمور کرنے میں استقامت پیدا کر لیتا ہے تو امید ہوتی ہے کہ وہ صاحبِ حال ہو جائے گا، کسب و ریاضت سے عطیاتِ الٰہی حاصل ہوتے ہیں۔ حال ان انوار کا اثر ہے جو عالمِ علوی سے روح پر نازل ہوتے ہیں، اس کا اثر دل پر

پہنچتا ہے اور دل سے اعضا میں سرایت کرتا ہے۔ لیکن اس حال میں دوام
نہیں ہوتا۔ اگر اس کو دوام حاصل ہو جائے تو یہ بجائے خود ایک مقام ہے۔
منتہی صاحب الانفاس ہے۔ ارباب طریقت نے اس کے دوسرے معنی
بیان کئے ہیں۔ یعنی جو کچھ وہ کہتا ہے اور جو کچھ اس کے سانس پر رواں ہے
حق تعالیٰ اسی طرح کر دیتا ہے، پھر فرمایا، اس کا تعلق اصطلاح سے ہے بمشائخ
کی اصطلاح میں صاحب وقت اس کو کہتے ہیں کہ اس کے اوقات میں سے
کسی وقت اس میں حال پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا غلبہ نہیں ہوتا۔ اس لئے
المبتدی صاحب وقت ہوتا ہے، المتوسط صاحب حال، کیونکہ صاحب حال
اسے کہتے ہیں جس پر حال غالب ہو یعنی وہ اکثر اوقات حال میں ہو، المنتہی
صاحب انفاس، صاحب انفاس اس شخص کو کہتے ہیں جس کا حال انفاس
کے قریب ہو، جب اس کے ہر سانس میں حال اس کے قریب ہوتا ہے تو
اس کے حال کو مقام حاصل ہوتا ہے۔

کتاب خیر المجالس کے مرتب حمید شاعر قلندر بھی آپ کے خدمتگاروں
اور مصاحبین میں سے ہیں، دراصل یہ شیخ نظام الدین اولیا قدس اللہ کے مرید
ہیں لیکن کبھی کبھی اپنے والد بزرگوار کی معیت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے
اور آپ کی مجلس شریف میں باریاب ہوتے تھے، انھوں نے شیخ کے بعض خلفاء سے
اپنی قابلیت اور استعداد کی حد تک استفادہ کیا۔ ان کے اشعار اس پائے کے
نہیں کہ ان کو شاعری کی حیثیت سے یاد کیا جائے اور ان کی شہرت زیادہ تر
حمید قلندر کے نام سے ہے، پہلے وہ مولانا برہان الدین غریب کی خدمت

میں تھے اور ان کے تمام ملفوظات انھوں نے جمع کئے۔ پھر شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے اور آپ کے ملفوظات بھی جمع کئے اور اس کتاب کا نام خیرالمجالس رکھا۔

۔اس تالیف کی ابتدا ۷۵۵ میں اور اتمام ۷۵۶ ہجری میں ہوا۔

خیرالمجالس میں انھوں نے احوال وحکایات کو سادہ پیرائے میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے،

# شیخ سراج الدین عثمانؒ

اخی سراج کے نام سے مشہور تھے۔ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ
کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں، اس ملک میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ
کے مریدانِ باصفا کے جو سلسلے قائم ہیں ان میں آپ کا اور شیخ نصیر الدین محمودؒ کا
سلسلہ زیادہ مشہور ہے۔ عنفوان شباب ہی میں جبکہ آپ کی مسیں بھی نہیں
بھیگی تھیں شیخؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تھے اور ان کے مریدوں کے
درمیان تربیت پاتے رہے۔ چند سال کے بعد اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے
لئے لکھنوتی جس کا موجودہ نام گوڑ ہے چلے آئے اور پھر شیخؒ کی خدمت میں واپس

تشریف لے جاتے ۔ خلافت عطا کرتے وقت حضرت شیخؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس کام میں پہلا درجہ علم کا ہے اور اخی سراج علم سے اتنا بہرہ ور نہیں ہے۔ مولانا فخرالدین زرادیؒ نے عرض کیا کہ میں اس کو چھ ماہ میں عالم بنا دوں گا، چنانچہ آپ نے مولانا فخرالدین زرادی کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی ۔ مولانا نے آپ کی خاطر ایک تصریف مرتب کی اور اس کا نام عثمانی رکھا۔ اس کے بعد آپ نے مولانا رکن الدینؒ سے کافیہ، مفصل، قدوری اور مجمع البحرین کا تحقیقی مطالعہ کیا۔ حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ کے انتقال کے بعد آپ تین سال اور پڑھتے رہے اور واپسی پر شیخؒ کے کتب خانے کی کچھ کتابیں جو وقف تھیں اور ان کے علاوہ کپڑے اور خلافت نامہ جو آپ نے شیخؒ سے حاصل کیا تھا اپنے ہمراہ لے آئے اور اس علاقے کو اپنے جمالِ معنوی سے آراستہ کیا۔ آپ کے بارے میں شیخؒ کا ارشاد ہے کہ وہ ہندوستان کا آئینہ ہے۔

منقول ہے کہ آپ نے بعض کپڑوں کو جو آپ کو اپنے مرشدِ روحانی سے ملے ہوئے تھے زمین میں دفن کر دیا اور اس پر قبر بنوا دی، رحلت کے وقت آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے کپڑوں کی قبر کے پائین دفن کیا جائے، چنانچہ آپ کے انتقال فرمانے پر ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کے خلفاء شہر گور میں مشہور ہیں اور آج تک موجود ہیں، آپ کا مزار پُرانوار بھی اسی شہر میں ہے۔

ملفوظاتِ شیخ حسام الدین مانکپوری میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک سہروردی درویش، شیخ سراج الدین اودھی کے یہاں مہمان ہوا جب رات ہو گئی تو عشا کی نماز کے بعد شیخ سراج الدین کپڑے اُتار کر بسترِ استراحت پر دراز ہو گئے،

وہ درویش رات بھر عبادت میں مشغول رہا۔ صبح کو جب شیخ سراج الدینؒ بیدار ہوئے اور رات کے وضو سے نماز پڑھی تو درویش نے کہا عجیب بات ہے کہ تم ساری رات سوئے رہے اور صبح کی نماز بھی بے وضو پڑھی، شیخؒ نے اس درویش کی بہت خاطرداری کی اور فرمایا کہ آپ بزرگ ہیں اور تمام رات مشغول بحق رہے، لیکن ہمارے پاس جو مال و متاع ہے چور اس کی گھات میں ہے اس لئے ہم ساری رات اس کی نگہبانی کرتے رہے۔

اگر عاشق بمسجد در نیامد — دلِ عاشق ہمیشہ در نماز ست

اگرچہ عاشق نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں نہیں آیا لیکن اس کا دل ہمیشہ نماز میں ہے۔

# شیخ قطب الدین منورؒ

شیخ برہان الدینؒ بن شیخ جمال الدین ہانسویؒ کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کا شمار حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے خلفائے کبار میں ہے ــــ آپ کی ذاتِ گرامی جامع کمالات اور مظہرِ کرامات تھی۔ تکلف سے بالکل بیگانہ تھے، لوگوں سے مِلنا جُلنا پسند نہ فرماتے تھے، تمام عمر کبھی اپنے اختیار سے حُجرے سے باہر قدم نہ رکھا اور اُمراء کے دروازے پر ہرگز نہ گئے۔ زندگی بھر توکل اور قناعت میں بسر کی،

منقول ہے کہ ایک مرتبہ سلطان محمد تغلق نے قاضی کمال الدین

صدر جہاں کو آپ کے پاس روانہ کیا اور اس کے ہاتھ چند گاؤں کا پروانہ بھی لکھ بھیجا تاکہ آپ کو دُنیا کے فریب میں مبتلا کر کے ایذا رسانی کا سلسلہ شروع کرے جیسا کہ وہ درویشوں کے ساتھ اکثر کیا کرتا تھا۔ جب صدر جہاں آپ کی خدمت میں آیا تو اس نے بادشاہ کا پیغام دیا اور دیہات کا پروانہ آپ کے سامنے رکھ دیا۔ شیخ قطب الدین منورؒ نے فرمایا۔ جس وقت سلطان نصیر الدین بن شمس الدین، اُچہ اور ملتان کی جانب جا رہا تھا۔ اس نے غیاث الدین کو جو اس زمانے میں سلطان نصیر الدین کا ملک الامراء تھا حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا اور اس نے حضرت شیخ رح کی خدمت میں گاؤں کا پروانہ پیش کیا۔ انھوں نے فرمایا "ہمارے پیران کرام اس قسم کی چیزیں قبول نہ کرتے تھے، اس کام کے طالب بہت ہیں، ان کو دے دیا جائے۔" اب ہم ان کے مرید ہیں، ہم کو ویسے ہی کرنا چاہیئے جیسے کہ انھوں نے کیا۔

ایک موقع پر سلطان محمد تغلق نے فیروز اور ضیا برنی کو جو اس وقت سلطان محمد کی ملازمت میں تھے آپ کے پاس بھیجا اور ایک لاکھ ٹنکے نذر پیش کئے، شیخ قطب الدینؒ نے ارشاد فرمایا۔ نعوذ باللہ کہ یہ درویش ایک لاکھ ٹنکہ قبول کرے، انھوں نے جا کر بادشاہ سے عرض کیا کہ شیخ قبول نہیں فرماتے، حکم ہوا کہ پچاس ہزار ٹنکے دے دیئے جائیں۔ آپ نے یہ رقم بھی قبول نہ کی۔ یہاں تک کہ دو ہزار تک معاملہ ٹھہر گیا، شیخ قطب الدین منورؒ اس کو بھی قبول نہ فرماتے تھے اور آپ نے کہا سبحان اللہ درویش کی معاش کے لئے تھوڑی سی کھچڑی اور ذرا سا گھی کافی ہے۔ ہزاروں ٹنکے اس کے کس کام ہیں۔

انھوں نے کہا کہ ہم بادشاہ کے حضور میں اس سے کم رقم ظاہر نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ کو مجبوراً وہ رقم قبول کرنی پڑی۔ اس میں سے کچھ رقم آپ نے اپنے پیروں کے مزارات پر خرچ کی اور باقی فقرا کو دیدی۔ چند دنوں کے بعد آپ ہانسی تشریف لے گئے، آپ کا مرقدِ مبارک بھی اپنے باپ دادا کے گنبد میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

---

# شیخ نورالدین رحؒ

آپ شیخ قطب الدین منورؒ کے فرزندِ رشید ہیں، منقول ہے کہ جب سلطان محمد تغلق نے شیخ قطب الدین منورؒ کو اپنے دربار میں بلا بھیجا تو شیخ نورالدین بھی جو اس وقت چھوٹی عمر کے تھے اپنے والدِ بزرگوار کے پیچھے پیچھے سلطان کے دربار میں چلے آئے، یہاں پہنچ کر شاہانہ ہیبت و جلال اور امرائے دربار کی شان و شوکت دیکھ کر اس قدر مرعوب ہوئے کہ ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اتنے میں شیخ قطب الدین منورؒ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی، انھوں نے آکر صاحبزادے کے کان میں کہا "بابا نورالدین!

عظمت و کبریائی صرف اللہ کے لئے ہے۔"
شیخ نورالدین فرماتے ہیں کہ جونہی میرے کانوں میں یہ بات پہنچی میرے باطن میں تقویت آگئی یہاں تک کہ شاہی رعب و جلال کا اثر بالکل جاتا رہا۔
آپ اپنے آباؤ اجداد کے گنبد میں مدفون ہیں۔ نوراللہ مرقدہ۔

---

# شیخ حسام الدین ملتانیؒ

آپ بھی شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ بزرگان سلف کے مشرب پر کاربند تھے۔ زہد و پارسائی اور فقر کے اعتبار سے اعلیٰ مصاحبوں میں ممتاز تھے، آپ عیال دار تھے۔ حضرت شیخ نظام الدینؒ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ شہر دہلی اُن کی نگہبانی میں ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز آپ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں کندھے پر سے مصلّا گر پڑا اور آپ کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی، جب تھوڑی دور نکل گئے تو ایک شخص نے پیچھے سے چند مرتبہ شیخ! شیخ! کہہ کر آواز دی، چونکہ آپ خود کو شیخ نہ سمجھتے

تھے اس کی طرف توجّہ نہ کی، تاآنکہ وہ شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپ کو کتنی آوازیں دیں کہ شیخ اپنا مصلّا لے جاؤ مگر تم نے نہ سنا، آپ نے فرمایا۔ "میرے عزیز! میں شیخ نہیں ہوں، میں تو ایک مُلّا فقیر آدمی ہوں"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شریعت میں ہدایہ اور بزدوی اور طریقت میں قوت القلوب اور احیاء العلوم اکثر آپ کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔

منقول ہے کہ جب آپ خانۂ کعبہ کی زیارت کرکے اپنے وطن میں آئے تو اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص خانہ کعبہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرے تو اس کو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے علیحدہ نیّت کرکے جانا چاہیئے تاکہ آنحضرت سرورِ عالمؐ کی زیارتِ خاص کی سعادت سے شرف یاب ہو اور وہ زیارت طفیل میں نہ ہو۔ مولانا حسام الدینؒ نے جب یہ بات سُنی تو آپ نے فوراً مدینہ منورہ کی زیارت کا مصمّم ارادہ کرلیا اور اگلے دن ہی روانہ ہوگئے۔

نقل ہے کہ جب آپ خلافت کی نعمت سے شرفیاب ہوئے تو حضرت شیخؒ سے نصیحت کے طالب ہوئے۔ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے دستِ مبارک آستین سے باہر نکالا اور شہادت کی انگلی سے مولانا کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "ترکِ دُنیا، ترکِ دُنیا، ترکِ دُنیا"۔ پھر فرمایا کہ زیادہ لوگوں کو مرید کرنے کی کوشش نہ کرو، آپ نے عرض کیا۔ اگر حکم ہو تو بیابان میں دریا کے کنارے سکونت اختیار کروں، شہر میں

کنوئیں کے پانی سے وضو کرنے سے تسلی نہیں ہوتی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ شہر میں عام لوگوں کی طرح رہو۔ اگر شہر سے باہر جاکر پانی کے کنارے رہو گے تو غریب اور شہری لوگوں کو جب پتہ چلے گا کہ فلاں درویش فلاں جگہ بیٹھا ہوا ہے تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے اور تمہیں پریشان کرینگے، کنوئیں کے پانی کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور شرعی طور پر اس میں گنجائش اور وسعت ہے۔ اس کے بعد شیخ عثمان الدین نے عرض کیا کہ بندہ کو جس وقت فتوح ملتی ہیں تو میں اس میں سے کچھ بال بچوں کو دے دیتا ہوں اور کچھ آنے جانے والوں کے لئے رکھ لیتا ہوں، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی روز گذر جاتے ہیں اور کچھ نہیں آتا، اس پر بال بچے تنگ کرتے ہیں اور آنے جانے والے محروم رہتے ہیں، تو کیا میں ایسے موقع پر قرض لے لیا کروں؟ اُنھوں نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم تدبیر میں پڑ گئے تو درویشی نہ کر سکو گے۔ درویش وہ ہے کہ اگر اس کے پاس کچھ ہو تو خرچ کر دیتا ہے ورنہ صبر کرتا ہے، اور نامرادی میں خوش رہتا ہے اور تدبیر میں نہیں پڑتا، پھر فرمایا کہ درویش کو دہرری (دہر جائی) نہ ہونا چاہئے، ہرزری کی بھی دو قسمیں ہیں۔ صوری اور معنوی۔ صوری وہ درویش ہیں جو دروازوں پر پھرتے ہیں اور مانگتے ہیں۔ معنوی وہ درویش ہیں جو اپنے گھر کے گوشے میں یادِ حق میں مشغول ہوتے ہیں اور دل میں سوچ لیتے ہیں کہ مجھ کو زید اور عمرو سے کچھ نہ کچھ مل جائے گا، صوری ہرزری، معنوی ہرزری سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو اسی طرح ظاہر کر دیتا ہے جیسا کہ وہ ہوتا ہے۔ مگر معنوی ہرزری خود کو مشغولِ حق ظاہر کرتا ہے

اور اس کا باطن دربدر پھرتا رہتا ہے۔

روایت ہے کہ جس سال سلطان محمد نے دہلی کے لوگوں کو نیا شہر بسانے کے لئے دیوگیر کی جانب بھیجنا شروع کیا مولانا حسام الدین ؒ گجرات چلے گئے اور وہیں انتقال فرما گئے۔

آپ گجرات کے قدیم شہر پٹن میں مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار پُرانوار مشہور و معروف ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

# مولانا فخر الدین زرادیؒ

آپ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاؒ کے خلفا میں سے ہیں، آپ کی ذاتِ گرامی علم، پرہیزگاری اور ذوق و عشق کا کامل نمونہ تھی، اُمورِ دینی میں انتہائی صلابت اور عظمت کے مالک تھے۔ ابتدائے حال میں مولانا فخر الدین ھانسویؒ کے یہاں دہلی میں تحصیلِ علم کی، اپنی خوش طبعی، نازک خیالی اور فصاحتِ بیانی کے اعتبار سے اہلِ شہر میں ممتاز تھے، آخرکار شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید ہوگئے اور سر کے بال منڈوادئیے۔ اب شاگردوں کے حلقے سے نکل کر درویشوں کے زمرے میں شامل ہوگئے۔

اور غیاث پور ہی میں اقامت اختیار کرلی پیر و مرشد کی رحلت پر دریائے جمنا کے کنارے جہاں اب فیروز آباد ہے، یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ آپ نے حوضِ علائی کے کنارے مسکن بنایا، پھر کچھ مدت بند بنالہ جو پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور وہاں کے بیابان میں شیروں کا مسکن تھا عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے۔ اس کے بعد خواجہ بزرگ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو اجمیر گئے اور پھر اجودھن میں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے سلوک کی اکثر منازل سفر ہی میں طے کیں اور صحراؤں اور ویرانوں میں خدا کی عبادت کرتے رہے اور صائم الدہر رہے۔

منقول ہے کہ مولانا فخرالدین زرادیؒ نے حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے سوال کیا کہ کلام اللہ کی تلاوت افضل ہے یا ذکرِ الٰہی، انھوں نے فرمایا کہ ذکرِ الٰہی کرنے والا جلد مقصد کو پہنچتا ہے مگر اس میں زوال کا خطرہ بھی ہوتا ہے، اسکے برعکس تلاوت کرنے والا دیر سے مقصد کو پہنچتا ہے مگر اس میں زوال کا ڈر نہیں ہوتا۔

روایت ہے کہ شیخ نصیر الدین فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ ہم ایک ماہ اور دو ماہ میں فتح کیا کرتے تھے مولانا فخرالدین زرادی اُسے ایک گھنٹے میں حاصل کر لیتے تھے۔

اس زمانے میں جب کہ شہر کے باشندوں کو دیوگیر لے جایا جا رہا تھا آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور پھر خانہ کعبہ کی زیارت کو روانہ ہو گئے، وہاں سے بغداد گئے اور علمِ حدیث کی تحقیق کی، آخر کار اپنے وطنِ مالوف دہلی کے شوق میں واپس لوٹے۔ راستے میں کشتی پر سوار ہوئے لیکن قضائے الٰہی سے

وہ کشتی ڈوب گئی اور مولانا کو شہادت کا درجہ نصیب ہوا، رحمۃ اللہ علیہ

منقول ہے کہ جس زمانے میں سلطان محمد تغلق دہلی کے لوگوں کو دیوگیر کی طرف بھیج رہا تھا تاکہ وہ ترکستان اور خراسان پر قابض ہو سکے اور آلِ چنگیز کو اس علاقے سے نکال دے۔ اس نے شہر کے تمام اکابر و امرار کو حکم دیا کہ وہ شاہی دربار میں حاضر ہوں۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایک بہت بڑا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور اس کے نیچے ایک منبر رکھوایا تاکہ وہ منبر پر چڑھ کر لوگوں کو کفّار کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دے۔ اسی روز اس نے مولانا فخر الدین زرادی، شیخ شمس الدین یحییٰ اور شیخ نصیر الدین محمود کو بھی طلب کیا، خواجہ قطب الدین دبیر، جو شیخ نظام الدین اولیاؒ کے مریدوں میں سے تھے اور مولانا فخر الدین زرادی کے شاگرد تھے مولانا موصوف کو سب سے پہلے درگاہ شاہی میں لے گئے۔ مولانا بار بار فرماتے تھے کہ میں اپنے سر کو اس شخص کے محل کے سامنے غلطاں و پیچاں دیکھ رہا ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہرگز مصالحت نہ کروں گا جب مولانا بادشاہ سے ملاقی ہوئے تو خواجہ قطب الدین دبیر نے مولانا کا جوتا اٹھا لیا اور اسے اپنی بغل میں لے کر کھڑے رہے۔ سلطان محمد نے اس حرکت کو دیکھ لیا مگر کچھ نہ کہا اور مولانا فخر الدین زرادی کے ساتھ گفتگو کرتا رہا۔ سلطان نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ چنگیز خاں ملعون کی اولاد کا تختہ الٹ دیں۔ کیا آپ اس معاملے میں موافقت کریں گے۔ مولانا نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ، بادشاہ نے کہا یہ تو شک کا کلمہ ہے۔ مولانا نے جواب دیا مستقبل میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ سلطان محمد نے اس بات پر پیچ و تاب کھایا اور کہا آپ کو ہمیں نصیحت کرنی چاہیئے تاکہ ہم اس کے مطابق کام کریں۔ آپ نے فرمایا غصّے کو ضبط

کیجئے۔ سُلطان نے کہا غصہ کیسا؟ آپ نے فرمایا تو ورندہ ہے۔ اس پر سلطان بہت زیادہ غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ کھانا حاضر کیا جائے، کھانا چُنا گیا تو مولانا نے زبردستی تھوڑا سا کھایا، جب دسترخوان بڑھا لیا گیا تو خدمتِ شاہی میں آئے ہوئے بزرگوں کے لئے صُوف کے لباس اور روپوں کی تھیلیاں لائی گئیں، شیخ نصیرالدین محمود، مولانا شمس الدین یحیٰی اور دوسرے بزرگوں نے جیسا کہ روایت ہے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور آداب بجا لاکر واپس چلے آئے، لیکن مولانا فخرالدین کے لباس اور تھیلی کو اس سے پہلے کہ وہ آپ کے پاس پہنچے خواجہ قطب الدین دبیر نے خود لیکر رکھ لیا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ آپ اس کو ہاتھ نہ لگائیں گے اور اس سے حضرت مولانا کی عزّت میں فرق آئے گا جب تمام بزرگ تشریف لے گئے تو سلطان محمد نے قطب الدین دبیر سے کہا۔ اے بدبخت فریب کار! تم نے یہ کیا حرکات کیں اور فخر زرادی کو میری تلوار کے وار سے بچا لیا، خواجہ قطب نے کہا وہ میرے اُستاد ہیں اور میرے مخدوم کے خلیفہ ہیں۔ مجھے ان کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ سلطان نے کہا تم ان کفر آمیز اعتقادات کو چھوڑ دو ورنہ تمہیں جان سے مار دوں گا۔ خواجہ صاحب نے جواب میں کہا۔ زہے قسمت اگر میں اپنے مخدوم کی خاطر مارا جاؤں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

---

# مولانا فخر الدین مروزیؒ

کلام اللہ کے حافظ تھے، حد درجہ متقی اور پرہیزگار تھے۔ ہر وقت قرآن مجید کی کتابت فرماتے رہتے اور لوگوں سے الگ تھلگ زندگی بسر کرتے۔ آپ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے مصاحبوں اور مریدوں میں سے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی ملاقات مردانِ غیب سے تھی۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے سخت پیاس لگی تھی اور اس وقت میرے پاس کوئی شخص موجود نہ تھا جس سے پانی طلب کرتا۔ دفعتاً ایک کوزہ پانی سے بھرا ہوا غیب سے

ظاہر ہوا۔ میں نے اس کوزے کو توڑ ڈالا اور پانی بہہ گیا، میں نے کہا کہ میں کرامت کا پانی نہ پیوں گا۔ یہ سن کر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اس کو پی لینا چاہئے تھا۔ اکثر اوقات ایسے ہی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ یہ اتفاق ہوا کہ میں کنگھی کرنا چاہتا تھا مگر میرے پاس کوئی شخص نہ تھا جو کنگھی لائے۔ اتنے میں دیوار پھٹ گئی اور اس میں ایک کنگھی نمودار ہوگئی جس کو میں نے استعمال کر لیا۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کی زبانی منقول ہے کہ مولانا فخر الدین مروزی جو کچھ کتابت فرماتے اس کے متعلق لوگوں سے دریافت کرتے کہ اس کام کی کیا مزدوری ہے، لوگ کہتے کہ ایک جزو کی اجرت شش گانی ہے، اس پر آپ فرماتے کہ میں چار جیتل لوں گا اور اس سے زیادہ ہرگز نہ لوں گا۔ اگر کوئی شخص تبرک کے طور پر چار جیتل سے زیادہ دیتا تو آپ قبول نہ فرماتے۔ جب آپ بوڑھے ہوگئے اور کتابت نہ کر سکتے تھے تو ملک التجار قاضی حمید الدین نے سلطان علاؤ الدین کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ بزرگ آج تک کتابت کے ذریعے بسر اوقات کرتے رہے ہیں۔ اب کام کے قابل نہیں رہے۔ اس لئے ان کے لئے بیت المال میں سے روزینہ مقرر ہونا چاہیے۔ سلطان نے ایک ٹنکہ روزانہ کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا میں اسے نہ لوں گا۔ مجھے وہی شش گانی دیجئے۔ بعد میں بڑی مشکل سے آپ دو شش گانی لینے پر رضامند ہوئے۔

محبوب الٰہی حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے اپنے دست مبارک سے آپ کے نام ایک خط لکھا جس میں حضرت رب العالمین کی محبت کا بیان ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کا اس بات پر اتفاق

ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصدِ وحید رب العالمین کی محبّت ہے ۔ وہ محبّت
دو قسم کی ہے، محبّتِ ذات اور محبّتِ صفات، محبّتِ ذات تو عطیۂ خداوندی
ہے اور محبّتِ صفات اکتسابی ہے ۔ عطیاتِ خداوندی سے بندے کے
کسب وعمل کو کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ اس کا واسطہ صرف اکتسابی اُمور سے ہے،
اکتسابِ محبّت کا طریقہ دائمی ذکرِ الٰہی ہے اور اس کے لئے فراغت شرط ہے،
فراغت کو چار چیزیں مانع ہیں اور جو کچھ شرط کے مانع ہے وہ مشروط کے بھی مانع
ہے، وہ چار چیزیں یہ ہیں :۔ مخلوق، دُنیا، نفس اور شیطان۔ مخلوق سے
دُور رہنے کا طریقہ عزلت و گوشہ نشینی ہے اور دُنیا سے دُور رہنے کا طریقہ قناعت
ہے نفس اور شیطان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت خدا سے التجا کرتا
رہے ۔ والسلام، اور مشہور یہ ہے کہ شیطان سے بچنے کا طریقہ ذکرِ الٰہی ہے
اور نفس سے بچنے کا طریقہ خدا سے التجا کرنا ہے ۔

---

# مولانا علاؤالدین نیلیؒ

آپ اودھ کے علماء میں سے تھے، پاک روش اور نہایت صاف معاملہ بزرگ تھے۔ اودھ کے شیخ الاسلام مولانا فریدالدین شافعی سے کشاف کا درس لیا کرتے تھے اور سامعین میں مولانا شمس الدین یحییٰ اور اودھ کے علماء شامل ہوتے تھے۔ مولانا علاءالدین نیلی علماء کا لباس زیب تن فرماتے مگر تصوف کے اوصاف و کمالات سے موصوف تھے۔ ہر چند اپنے پیرومرشد شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی طرف سے پوری طرح مجاز تھے مگر آپ نے کبھی کسی شخص کو مرید نہ کیا اور بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اگر شیخ نظام الدین قدس سرہ زندہ ہوتے تو میں یہ

خلافت نامہ ان کی خدمت میں بھیج دیتا کیونکہ مجھ سے یہ دینی امر انجام نہیں ہو سکتا۔

آپ کو اپنے پیر طریقت کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں آپ نے کتاب فوائد الفواد جس میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات ہیں اپنے ہاتھ سے نقل کی اور بیشتر اوقات اس کو اپنے پاس رکھتے اور اس کا مطالعہ فرماتے تھے یہاں تک کہ اوراد خوانی کا کام بھی اسی کتاب سے لیتے تھے۔ ایک مرتبہ احباب نے پوچھا کہ آپ کے پاس ہر علم کی بہت سی معتبر کتابیں موجود ہیں مگر آپ اس کتاب کے سوا اور کسی کتاب سے کیوں شغف نہیں رکھتے، فرمایا کہ علم سلوک اور دیگر علوم کی کتابوں سے دنیا بھری پڑی ہے لیکن ان میں وہ بات کہاں جو میرے مخدوم کے روح افزا ملفوظات میں ہے اور جن کا مطالعہ میرے لئے ذریعۂ نجات ہے بیت

مرا نسیم تو باد صبا کجاست کہ نیست
کجاست زلف تو مشک خطا کجاست کہ نیست

— باد صبا کہاں نہیں ہے مجھے تو تمہاری جانب سے باد نسیم کی آرزو ہے مشک خطا ہر جگہ مل سکتی ہے میں تو تمہاری مشکیں زلف کا شیدا ہوں۔

آپ کی قبر چبوترۂ یاراں کے نزدیک ہے۔ نور اللہ مرقدہ

# شیخ برہان الدین غریبؒ

صاحبِ ذوق وشوق تھے، سماع میں دخلِ تمام رکھتے تھے، اس زمانے کے فضلاء مثلاً امیر خسرو، امیر حسن اور دوسرے خوش طبع اصحاب آپ کے گرویدہ وشیفتہ تھے، حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ جب شہر میں ہوتے تو آپ ہی کے گھر میں تشریف رکھتے، آپ کو اپنے پیر ومرشد کے حق میں اعتقادِ عظیم تھا اور مدت العمر آپ نے کبھی غیاث پور کی جانب پشت نہ کی

آپ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی خلافت کا قصہ سیر الاولیاء میں اس طرح مذکور ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

شیخ نظام الدینؒ کے پرانے خدمت گار خواجہ بشر نے سید حسین اور سید خاموش کے ساتھ مشورہ کیا کہ مولانا برہان الدین قدیم مریدوں میں سے ہیں اور عقیدت کے لحاظ سے اپنے رفقا میں ممتاز ہیں۔ لہذا خلافت کے لئے ان کا ذکر حضرت شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں کیوں نہ کیا جائے۔ چنانچہ سب نے اس تجویز پر اتفاق کیا اور آپ کو ان کی خدمت میں لے جاکر عرض کیا کہ مولانا برہان الدین غریب، حضرت مخدوم کا دیرینہ حلقہ بگوش ہے، وہ آپ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا ہے اور نوازش کا امیدوار ہے۔ اس موقع پر مولانا نے زمین بوسی کی، اس کے بعد خادم اقبال نے وہ ٹوپی اور کرتہ پیش کیا جو اسے حضرت شیخ نظام الدینؒ کی صحبت میں حاصل ہوا تھا۔ پھر اس نے شیخ ممدوح کا دست مبارک اس ٹوپی اور کرتے پر رکھا اور حضرت شیخؒ کی نظروں کے سامنے مولانا برہان الدین کو پہنا دیا اور کہا آپ بھی خلیفہ ہیں۔ اس پر شیخ نظام الدینؒ بالکل خاموش رہے اور خاموشی رضامندی کی دلیل ہے۔

منقول ہے کہ ایک وقت حضرت شیخ نظام الدینؒ کو مولانا برہان الدین غریب سے رنجش پیدا ہو گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کبر سنی کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے اور چونکہ ویسے بھی پیدائشی طور پر کمزور تھے اسلئے اپنی کملی کی دوتہہ کر کے اس پر اپنے گھر میں بیٹھے رہتے تھے، علی زنبیلی اور ملک نصرت نے جو سلطان علاؤالدین کے مقربین سے تھے اور شیخ نظام الدینؒ[1] کے مرید ہو کر

---

[1] نسخہ مجتبائی میں یہاں شیخ علاؤالدین کا نام ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔ اس کے بجائے شیخ نظام الدین پڑھا جائے (بحوالہ نسخہ ہاشمی)

سر منڈوا چکے تھے اس قصّے کو شیخ نظام الدین کی خدمت میں کسی اور انداز سے بیان کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مولانا برہان الدین سجادۂ مشیخت پر بیٹھتا ہے اور اس کا کام کو مشائخ کی طرح انجام دیتا ہے۔ یہ سُن کر شیخ نظام الدین رنجیدہ خاطر ہو گئے اور جب مولانا برہان الدین اُن سے ملاقات کرنے کے لئے آئے تو شیخ نے کوئی بات نہ کی، مولانا قدمبوسی کے لئے جماعت خانے میں آبیٹھے تو خادم اقبال نے آکر کہا۔ شیخ کا فرمان ہے کہ تم فوراً لوٹ جاؤ اور یہاں نہ بیٹھو۔ یہ فرمان سن کر آپ حیران و پریشان ہو گئے، گھر جا کر گریہ وزاری کرنے لگے۔ شہر کے لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت امیر خسرو گردن میں دستار ڈالے شیخ کی خدمت میں مودب کھڑے ہو گئے۔ شیخ نے پوچھا ترک! کیا چاہتے ہو، عرض کیا حضرت اقدس سے مولانا برہان الدین کے جُرم کی معافی کی التماس ہے۔ انھوں نے مسکرا کر فرمایا۔ وہ کہاں ہے اُسے بُلاؤ، تب مولانا اور امیر خسرو دونوں گلے میں دستار ڈالے حاضر خدمت ہوئے اور زمین بوس ہو گئے، مولانا کا جرم معاف کر دیا گیا اور آپ کو دوبارہ بیعت سے مشرّف فرمایا۔

مولانا برہان الدین شیخ ممدوح کے وصال کے بعد چند سال زندہ رہے اور خلقِ خدا سے بیعت لیتے رہے، پھر دیو گیر تشریف لے گئے اور وہیں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی قبر بھی اسی جگہ ہے۔

برہان پور کا مشہور شہر آپ ہی کے نام پر آباد ہے۔ وہاں کے حکمران آپ کے معتقد تھے، رحمۃ اللہ علیہ۔

## مولانا علی شاہ جاندارؒ

حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے مریدوں میں سے ہیں، کتاب خلاصۃ اللطائف آپ کی تصنیف ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

رَأیتُ شَیخی وَمخدُومی نظام الدین قُدِّس سِرّہٗ العَزِیزِ فِی المُرَاقبۃِ فَاِذَا اَردت ادخل فِی بعضِ الاَوقَاتِ فِی مُجلِسِہٖ مَرَّۃً رَأیتُہٗ جَالِسًا سَاکِنًا حَسَنَ الاِجتِمَاعِ وَلَا یَتحَرَّکُ مِن ظَاھِرِہٖ شَیءٌ وَھُوَ قَائِمٌ غَیبتِہٖ فَمَا عرفنی فَقَالَ لِی مَن اَنتَ فَاِذَا رَأیتہ اردت

ان ادجع القهقهری وھو بین ورعایته کانه سکران ثم قال ینبغی للفقیر ان یتصور فی قلبه خاشعا انا جالس بین یدی الله ثم قال لی قم واجلس مع الاصحاب انا مشغول"

—— میں نے اپنے شیخ اور مخدوم حضرت نظام الدین قدس سرہ کو مراقبہ میں دیکھا تو میں نے ان کی مجلس میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، ایک بار ان کی مجلس میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ وہ کمال متانت سے بیٹھے ہوئے ہیں اور ماحول میں کامل سکون ہے، ان کی آنکھیں کھلی تھیں لیکن انھوں نے مجھے نہیں پہچانا، پھر کہا تم کون ہو۔ یہ دیکھ کر میں نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ ان کی آنکھوں میں مستی بھری ہوئی تھی۔ انھوں نے فرمایا فقیر کو چاہیئے کہ وہ اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ یہ تصور کرے کہ میں خدا کے حضور میں بیٹھا ہوں۔ پھر فرمایا اٹھو اور اصحاب کے ساتھ بیٹھ جاؤ کیونکہ میں مشغول ہوں۔

---

# شیخ علاؤالدینؒ

آپ شیخ بدرالدین سلیمان کے فرزند اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے براہِ راست سجّادہ نشین تھے۔ سولہ برس کی عمر میں سجّادہ پر رونق افروز ہو گئے اور چوّن سال استقامت کے ساتھ حقِ سجّادہ ادا کرتے رہے آپ کی زندگی ہی میں آپ کی کرامت اور بزرگی کی شہرت دنیا میں پھیل گئی۔ جامع مسجد کے سوا کبھی کسی دوسری جگہ تشریف نہ لے جاتے۔ سلاطین و اُمراء سے کامل طور پر بے نیاز تھے۔ جب تک زندہ رہے صائم الدہر رہے۔ ایک پہر رات گزرنے پر روزہ افطار کرتے اور کھانا بہت کم کھاتے۔ فیّاضی اور بخشش میں

اپنے زمانے میں بے نظیر تھے اور پاکیزگی و لطافت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، امیر خسرو علیہ الرحمتہ نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے دو شعر یہ ہیں ؎

علائے دُنیا و دین شیخ ور شیخ زادہ عصر | کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید
زتاب نور تجلی چو کرد دُردلش عرق | ہزار چشمہ خورشید از جبیں بچکید

دُنیا و دین کی دولت، شیخ ور شیخ زادۂ زمانہ جو اپنے مرتبہ کی وجہ سے شیخ فرید کے قائم مقام تھے۔ نورِ تجلی کی تاب سے جب اُن کے چہرے پر پسینا آگیا تو ان کی پیشانی سے خورشید کے ہزار چشمے پھوٹ پڑے۔

آپ کا مقبرہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کے جوار میں ہے، سلطان محمد تغلق نے جو آپ کا مرید اور معتقد تھا آپ کے روضے پر عالی شان گنبد تعمیر کرایا تھا۔ نور اللہ مرقدہٗ

## خواجہ محمد قدس سرہٗ

مولانا بدرالدین اسحاق کے بیٹے تھے، شیخ فریدالدین قدس سرہ کی دختر نیک اختر کی اولاد سے ہیں، جامع علوم اور حاوی فنون تھے، علم حکمت میں۔ دخل رکھتے تھے اور موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا۔ انتہائی ذوق و شوق اور طاعت و عبادت سے موصوف تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے امام تھے، کہتے ہیں کہ آپ نے شیخ رحؒ کے ملفوظات کی ایک کتاب مرتب کی اور اس کا نام انوار المجالس رکھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

# خواجہ عزیز الدین صوفیؒ

آپ کی والدہ ماجدہ بھی حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کی دُختر نیک اختر تھیں، کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کو کتابی شکل میں جمع کیا جس کا نام تحفۃ الابرار و کرامتہ الاخبار ہے۔ آپ قاضی محی الدین کاشانی کے شاگرد تھے اور فنِ کتابت میں بے نظیر تھے۔

آپ کی زبانی منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کی ملاقات کو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک تخت پر قبلہ رُخ بیٹھے ہیں، اُن کا چہرہ اور آنکھیں آسمان کی طرف ہیں اور جمالِ الٰہی میں مستغرق ہیں۔ میں ٹھہر گیا

کہ ایسے نازک موقع پر وارد ہوا ہوں، نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملہ تھا۔ ٹھیک ایک ساعت کھڑا رہا اور کوئی خادم نہ آیا۔ پھر حضرت شیخ کو اس طرح لرزہ آیا جیسے کوئی چڑیا تھرتھراتی ہو، اس کے بعد اپنی اصلی حالت پر آگئے، آنکھوں کو ہاتھ سے ملا اور پوچھا تم کون ہو۔ میں نے جواب دیا۔ عزیز ؛ تب اظہارِ شفقت فرمایا اور بڑی نوازش سے پیش آئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# خواجہ تقی الدین نوحؒ

آپ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے حقیقی بھانجے کے فرزند تھے۔ کلام مجید کے حافظ تھے۔ منقول ہے کہ ایک دن حضرت شیخؒ نے بحالتِ مرض آپ کو اپنے پاس بُلایا اور خلافت عطا کر کے وصیت کی کہ جو کچھ تجھے ملے اس کو بچا کر نہ رکھنا، اگر تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہو تو اپنے دل کو مطلق پریشان نہ کرو کیونکہ خدا تجھے وہ چیز دے دے گا، کسی شخص کا بُرا نہ چاہو اور جفا کا بدلہ عطا سے دو، جاگیر اور وظائف قبول نہ کرو کیونکہ درویش وظیفہ خوار نہیں ہوتا۔ اگر تم ایسا

کروگے تو بادشاہ تمہارے دروازے پر آئیں گے۔
آپ شیخ نظام الدین اولیاؒ کی حیات ہیں عنفوانِ شباب ہی میں رحمتِ حق سے پیوست ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# سیّد محمد بن سیّد محمود کرمانیؒ

آپ کرمان سے بغرضِ تجارت لاہور آیا کرتے تھے۔ واپسی کے وقت اجودھن میں شیخ فریدالدین قدس سرہ کی سعادت ملاقات حاصل کر کے ملتان تشریف لے جاتے، ملتان میں آپ کے چچا سید احمد کرمانی رہتے تھے۔ اسی آمدورفت کے دوران میں آپ کے دل میں شیخ فریدالدین قدس سرہ کی محبّت جاگزین ہوگئی، آپ کرمان سے سب تعلّقات اور کاروبار ختم کر کے ملتان میں اپنے چچا کے پاس آگئے اور پھر وہاں سے حضرت شیخ کی ارادت کے لئے اجودھن کا قصد کیا، آپ کے چچا نے کہا کہ شیخ الاسلام بہاؤالدین کریاؒ

بھی مقبولِ بارگاہ ہیں، سید محمد کرمانی نے فرمایا کہ ان جیسوں سے محبت نہیں ہوتی، چنانچہ اجودھن آکر مرید ہوگئے اور سخت ریاضت کشی اختیار کی۔
حضرت شیخ فریدالدین کے وصال کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور ان کے یارانِ خاص میں شامل ہوگئے۔
آپ نے ۷۱۱ ہجری میں جمعہ کی رات کو رحلت فرمائی اور چبوترہ یاراں میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# سیّد محمدؒ

ابن سیّد مبارک بن سید محمد کرمانی ، کتاب سیر الاولیا کے مؤلف ہیں۔ اس کتاب میں مشائخ چشتیہ کے حالات جمع کیے گئے ہیں۔ آپ صغر سنی ہی میں شیخ نظام الدین اولیاؒ کی بیعت سے مشرّف ہوئے اور ان کی بعض مجالس میں شرکت کرکے فیضیاب ہوئے حضرت شیخؒ کی وفات کے بعد آپ نے ان کے خلفار کا شرفِ ملازمت حاصل کیا اور شیخ نصیر الدین محمودؒ سے تربیت پائی۔ بارہا خواب میں اپنے پیر و مرشد حضرت شیخؒ کے جمال سے محظوظ ہوئے اور بیعت کی تجدید فرماتے رہے۔ آپ کے آبا و اجداد سب حضرت شیخؒ کے قریبی رشتہ داروں میں سے تھے اور اکثر حالات جو آپ نے اپنی کتاب میں لکھے ہیں اپنے آبائے کرام ہی کے واسطے سے بیان کئے ہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

# مولانا شمس الدین یحییٰ رح

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا کے ممتاز خلفا میں سے ہیں، شیخ موصوف کے اعلیٰ مصاحبین میں معزز و مکرم اور صاحب صدر تھے، آپ کا شمار شہر کے مشہور علمار میں تھا اور شہر کے اکثر لوگ آپ سے نسبتِ شاگردی رکھتے تھے اور اس پر فخر و مسرّت کا اظہار کرتے تھے۔

جب آپ تحصیلِ علم کے لئے اودھ سے دہلی آئے ہوئے تھے تو آپ نے شیخ نظام الدین اولیا رح کی کرامت کی شہرت سُنی، چنانچہ ایک دن آپ مولانا صدر الدین کی معیّت میں شیخ رح کے حضور میں آئے۔ حضرت شیخ رح نے پوچھا تم شہر میں رہتے ہو،

کیا کچھ پڑھتے بھی ہو؟ آپ نے کہا ہاں۔ مولانا ظہیر الدین بھکری سے اصول بزدوی کا درس لیتا ہوں۔ شیخ رح نے آپ سے بعض مشہور پیچیدہ مسائل کے متعلق استفسار کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ ہمارا سبق یہیں تک ہے اور ہم بھی ان کو سمجھنے سے قاصر ہیں، تب شیخ رح نے آپ کے سامنے ان کی تشریح کردی اور شیخ رح کے حق میں آپ کی عقیدت راسخ ہوگئی، کچھ مدت کے بعد مولانا شمس الدین اُن کے مرید ہوگئے اور مرتبہ کمال حاصل کیا، آپ رسم و عادت کے تکلفات اور مراعات سے دُور رہتے تھے، خلافت نامہ پانے کے بعد آپ نے شاذ ہی کسی شخص کو مرید کیا اور اس کام سے احتراز کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس کاغذ پر شیخ نظام الدین قدس سرہ کی تحریر نہ ہوتی تو میں کبھی اس کو اپنے پاس سنبھال کر نہ رکھتا۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمود رح نے آپ کی مدح میں کہا ہے۔

سَأَلْتُ الْعِلْمَ مَنْ اَحْيَاكَ حَقًّا

فَقَالَ الْعِلْمُ شَمْسُ الدِّيْنِ يَحْيٰى

میں نے علم سے پوچھا کس نے تیرا حق پورے طور پر ادا کیا۔ علم نے جواب دیا۔ شمس الدین یحییٰ نے۔

منقول ہے کہ سلطان محمد تغلق کے جبر و قہر کی تلوار عام لوگوں اور خصوصاً مشائخ کی جماعت کے لئے ہر وقت بے نیام رہتی تھی۔ ایک دفعہ اُس نے مولانا شمس الدین یحییٰ کو طلب کیا اور کہا کہ آپ جیسے بزرگوں کا یہاں کیا کام ہے۔ آپ کشمیر چلے جائیں اور وہاں کے بتکدوں میں بیٹھ کر

خلقِ خدا کو اسلام کی دعوت دیں۔ مولانا سلطان سے مل کر آئے تو سفر کی تیاریوں میں لگ گئے اور فرمایا میں نے شیخ رح کو خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے بُلا رہے ہیں۔ لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہیں، میں تو اپنے خواجہ رح کی خدمت میں جاتا ہوں، دیکھیں وہ مجھے کہاں بھیجتے ہیں، اگلے روز آپ کی چھاتی پر ایک پھوڑا نکل آیا اور بیمار ہو گئے، بادشاہ کو خبر ملی تو اس نے حکم دیا کہ ان کو ہماری درگاہ میں حاضر کیا جائے، شاید انھوں نے بہانہ کیا ہو۔ اس اثنا میں آپ نے جان، جان آفرین کے سپرد کر دی، آپ کا مزار چبوترہ یاران میں ہے نور اللہ مرقدہٗ

---

# قاضی محی الدین کاشانیؒ

محبوبِ الٰہی حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے مریدوں میں سے ہیں، وفورِ علم، زُہد اور تقوے میں مشہور و معروف تھے، دُودمانِ علم و کرامت سے نسبت رکھتے تھے۔ شہر میں اُستاد مانے جاتے تھے۔ ابتداے ارادت ہی سے دُنیاوی تعلّقات سے کنارہ کرلیا اور دستاویزاتِ وظائف و فرامین جو بزرگی کا سرمایہ ہوتی ہیں حضرت شیخؒ کی خدمت میں لاکر پھاڑ ڈالیں۔ اس کے بعد فقر و مجاہدہ کی زندگی اختیار کرلی۔

آپ کو شیخؒ کے مزاج میں بہت دخل تھا اور شیخؒ آپ کو اپنا خلیفہ

سمجھتے تھے۔ حضرت شیخ رح نے اپنے دستِ مبارک سے آپ کے نام ایک رقعہ لکھا جس کی نقل یہ ہے:

"تم کو چاہیئے کہ تارکِ دُنیا ہو جاؤ، تمہیں دُنیا اور اربابِ دُنیا کی طرف مائل نہ ہونا چاہیئے، کوئی جاگیر قبول نہ کرو اور بادشاہوں سے انعام واکرام نہ لو، اگر کسی وقت مسافر آئیں اور تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو اس حال کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت شمار کرو۔"

منقول ہے کہ ایک مرتبہ قاضی محی الدین کاشانی نے حضرت شیخ نظام الدین رح سے یہ سوال کیا کہ اللہ عزّ وجلّ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخ کے حضور میں مرید کو علیحدہ علیحدہ مراقبہ کرنا چاہیئے یا ایک ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت شیخ رح نے ارشاد فرمایا کہ ایک ساتھ بھی ممکن ہے اور علیحدہ علیحدہ بھی مفید ہے، جب ایک ساتھ کیا جائے تو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ وہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے داہنی طرف اور شیخ اسکے بائیں طرف موجود ہیں۔

روایت ہے کہ جب آپ پر فقر وفاقہ کی شدّت نے غلبہ کیا تو آپ کے بہت سے متبعین جو ناز و نعمت کے خوگر تھے اس کی تاب نہ لا سکے، آپ کے ایک آشنا نے یہ ماجرا سلطان علاؤالدین کی درگاہ میں بیان کیا۔ سلطان نے اودھ کی قضا جو اس کے موروث میں تھی آپ کے سپرد کر دی، قاضی محی الدین کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ پیر و مُرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خواہش کے بغیر ہی اس طرح ہوا ہے، مخدوم کا کیا حکم ہے۔

حضرت شیخ نے فرمایا اس مطلب کی کوئی بات تمہارے دل میں ضرور پیدا ہوئی ہے جس کے لئے یہ مدّعا پورا کیا گیا ہے، اس واقعہ کے سبب قاضی محی الدین کی زندگی ناخوشگوار ہوگئی اور وہ اکثر پریشان رہنے لگے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ رح نے آپ سے خلافت نامہ بھی واپس لے لیا اور اسے ایک گوشے میں رکھ چھوڑا۔ حضرت شیخ رح کا مزاجِ مبارک ایک سال تک قاضی محی الدین کے بارے میں متغیر رہا، اس کے بعد اپنی قدیم روش پر واپس آیا اور قاضی محی الدین کو تجدیدِ ارادت سے مشرّف کیا۔

آپ نے شیخ رح کی زندگی ہی میں رحلت فرمائی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

## مولانا وجیہ الدین یوسفؒ

حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے خلفائیں سے ہیں، شیخؒ آپ سے بہت محبت و شفقت فرماتے تھے اور آپ ارادت و خلافت میں سب سے بڑھے ہوئے تھے، حضرت شیخؒ جب کبھی یارانِ اعلیٰ کو عطیہ خلافت کی بخشش فرماتے تو آپ کو خلافت کی تجدید سے مشرف کرتے تھے، آپ صاحب خوارق و کرامات تھے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت آپ اپنے گھر سے پیر کی خدمت میں جانے لگتے تو آپ کے دل میں خیال آتا کہ پیر و مرشد کے پاس پاپیادہ جانا روا نہیں ہے۔ حق تعالیٰ اسی وقت آپ کو قوتِ پرواز عطا کردیتا، کبھی کبھی آپ سر کے بل جاتے، مرشد کے حکم سے آپ چندیری میں مقیم تھے، چندیری کے اکثر لوگ آپ ہی کے عقیدت مند ہیں، آپ کا روضہ مبارک بھی چندیری میں ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ

# مولانا وجیہہ الدّین پائلیؒ

حمیدؔ عالم تھے اور اپنے زمانے کے اُستاد تھے۔ زہد و پرہیز گاری میں ممتاز تھے۔ آخر میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے حلقۂ ارادت میں آگئے اور اُن کی خدمت میں کمال اعتقاد پیدا کیا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا۔ میں پانی پت سے گزر رہا تھا۔ راستہ میں ایک صوفی کہیں سے نمودار ہو گیا۔ میرے دل میں کچھ انکار کی صورت پیدا ہوئی۔ اس صوفی نے کہا۔ اے مولانا تجھے کوئی مشکل درپیش ہے اور حقیقت یہ ہے کہ علم میں میری کئی مشکلات حل طلب تھیں۔ چنانچہ میں نے ایک ایک کرکے

اپنی مشکلات اس کے سامنے بیان کیں اور اس نے اُن سب کے ایسے مدلّل جوابات دیئے کہ میں مطمئن ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس نے قضا و قدر کے مسئلے کا بھی تسلّی بخش جواب دیا۔ بحث کے خاتمے پر اُس نے پوچھا کہ تم کس کے مرید ہو۔ میں نے جواب دیا کہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا کا اس نے کہا۔ شیخ نظام الدین قدس سرہٗ تو ہمارے قطب ہیں۔

مولانا وجیہہ الدین کا مرقد حوض شمسی پر قاضی کمال الدین صدر جہان اور قتلغ خاں کے حظیرہ میں ہے جو مولانا موصوف سے نسبتِ شاگردی رکھتے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

---

## امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان الشعرا اور برہان الفضلا تھے۔ وادیٔ سخن میں یگانۂ عالم اور انتخابِ روزگار رہے، عوالمِ خداوندی میں ایک عالمِ سخن تھے بے پایاں و کنار، شعر گوئی اور اسکے انواع میں جو مضامین اور معانی آپ نے پیدا کئے متقدمین اور متاخرین شعرا میں کسی کے حصے میں نہ آئے۔ طرزِ سخن میں آپ نے اپنے شیخ کی ذرا کش کی پیروی کی۔ ان کا ارشاد تھا کہ اصفہانیوں کی روش اختیار کرد۔ علم و فضل کی فراوانی کے باوجود آپ تصوف کی صفات اور مشائخ کے احوال سے موصوف تھے۔ ہر چند بادشاہوں کے ساتھ آپ کے تعلقات استوار تھے اور مارک و امراء کے ساتھ

خوش طبعی اور ظرافت کے طریق پر مراسم رکھتے تھے۔ لیکن آپ کی دلی توجہ اس طرف نہ تھی آپ کے کلام میں جو برکت ہے اس سے یہ نکتہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ اہلِ معصیت کے دل برکت سے محروم ہوتے ہیں اور ان کے کلام میں قبولیت اور تاثیر نہیں ہوتی۔

منقول ہے کہ آپ ہر رات تہجد کے وقت قرآن مجید کے سات سیپاروں کی تلاوت فرماتے تھے۔ ایک روز آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ قدس سرہ نے پوچھا "ترک! تمہاری مشغولیوں کا کیا حال ہے؟" عرض کیا۔ مخدوم! آخر شب میں کئی مرتبہ گریہ وزاری کا غلبہ ہوتا ہے، انھوں نے فرمایا۔ الحمدللہ کہ کچھ کچھ ظاہر ہونا شروع ہوا ہے۔

سیرالاولیاء میں لکھا ہے کہ جب حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ متولد ہوئے تو اس وقت امیر لاجین کے پڑوس میں ایک مجذوب رہتا تھا، آپ کو کپڑے میں لپیٹ کر اس مجذوب کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا تم اس شخص کو لائے ہو جو خاقانی سے دو قدم آگے نکل جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ "دو قدم" سے اس مجذوب کا مقصد مثنوی اور غزل ہو۔ کیونکہ قصیدہ گوئی میں بعض بزرگوں کی رائے میں آپ بمشکل خاقانی تک پہنچے ہیں اور اس سے آگے نہیں بڑھ سکے۔

آپ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے قدیم مریدوں اور احباب میں سے ہیں۔ آپ کو حضرت شیخؒ کی ذات گرامی سے نہایت اعتقاد اور شیفتگی تھی، شیخؒ بھی آپ کے حال پر بہت شفقت اور عنایت فرماتے تھے۔ کسی شخص کو ان کی خدمت میں امیر خسروؒ کی سی قربت و محرمیت حاصل نہ تھی۔ آپ

ہر رات نماز عشاء کے بعد شیخ کی خلوتِ خاص میں تشریف لے جاتے اور ہر قسم کی گفتگو ہوتی، دوست احباب کی درخواستیں اُن کے حضور میں بیان کرتے۔ حضرت شیخ رح نے اپنے دستِ مبارک سے جو رقعات امیر خسرو کو تحریر فرمائے تھے ان میں سے ایک کا مضمون یہ ہے:۔

جسم کی محافظت کے بعد شریعت کے نامرضیہ امور سے پرہیز اور اپنے اوقات کی نگہبانی بھی کرے اور عمر عزیز کو جس میں تمام مُرادات حاصل ہوتی ہیں غنیمت سمجھے اور زندگی کو بیہودہ کاموں میں صرف نہ کرے، اگر اس کے دل میں انشراح پیدا ہو جائے تو اس کی پیروی کرے کیونکہ یہ روش اہل طریقت میں معتبر ہے، اور اپنے تمام کاموں میں استخارہ کو ضروری سمجھے"۔

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اُن تمام نوازشات کو سپرد قلم کیا ہے جو شیخ کی جانب سے آپ کے حق میں صادر ہوئیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایک بار سلطان المشائخ قدس سرہ نے اس بندہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میں سب سے تنگ آجاتا ہوں مگر تم سے تنگ نہیں آتا۔ دوسری مرتبہ فرمایا کہ میں سب سے تنگ آجاتا ہوں یہاں تک کہ اپنے آپ سے تنگ آجاتا ہوں مگر تم سے تنگ نہیں آتا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے یہ درخواست کرنے کی جرأت کی کہ جن نگاہوں سے آپ خسرو کو دیکھتے ہیں ان میں سے ایک نگاہ میرے حال پر بھی کیجیے۔ حضرت شیخ رح نے اس کے سامنے تو کوئی جواب نہ دیا لیکن بعد میں فرمایا اس وقت میرے جی میں آیا تھا اس شخص سے کہوں کہ پہلے اس کی اہلیت پیدا کرو۔ ایک بار اُن کی زبانِ مبارک سے نکلا کہ

میرے لئے دُعا کرو کیونکہ تمہاری بقا میری بقا پر موقوف ہے، تمہیں میرے پہلو میں مدفون ہونا چاہیئے۔ بعد میں یہ بات کئی مرتبہ ان کی خدمت میں دُہرائی گئی اور انھوں نے فرمایا کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ حضرت شیخ رح نے بندہ کے ساتھ خدا کو درمیان دے کر عہد کیا ہے کہ جس وقت وہ بہشت میں داخل ہوں گے بندہ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے انشاء اللہ تعالےٰ

حضرت خواجہ قدس سرہٗ بندہ کو ترک اللہ کہکر پکارتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے مُبارک خط سے آراستہ و مزین بہت سے فرمان لکھے جن میں بندہ کو اس خطاب سے یاد کیا ہے۔ بندہ نے ان سب کو تعویذ بنا کر رکھ لیا ہے تاکہ دفن ہوتے وقت بندہ کے پاس رہیں۔ شاید کل قیامت کے روز حق تعالےٰ مجھ بیچارہ کو ان کاغذوں کے طفیل بخش دے انشاء اللہ تعالیٰ الکریم۔

ایک مرتبہ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ نے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے حق میں یہ دو شعر ارشاد فرمائے تھے، رُباعی

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خاست | ملکیتِ ملکِ سخن آں خسرو راست
این خسروِ ماست ناصر خسرو نیست | زیرا کہ خدائے ناصر خسروِ ماست

— خسرو جس کا نظم و نثر میں کوئی ثانی پیدا نہ ہوا، ملکِ سخن کی بادشاہی اسی کو زیب دیتی ہے، یہ ہمارا خسرو ہے۔ ناصر خسرو (ایران کا ایک شاعر) نہیں ہے۔ کیونکہ ناصر کا خدائے سخن ہمارا خسرو ہے

حضرت شیخ کی رحلت کے وقت امیر خسرو خدمت میں حاضر نہ تھے۔

آپ تغلق شاہ کے ہمراہ لکھنوتی تشریف لے گئے تھے۔ سفر سے واپس آئے تو گریہ وزاری اور تعزیت میں مشغول ہو گئے اور اکثر اوقات دیوانگی کا اظہار کرتے تھے، فرماتے تھے کہ میں اپنے لئے گریہ وزاری کرتا ہوں۔ کیونکہ شیخؒ کے بعد میری بقا مشکل ہے، چنانچہ آپ صرف چھ ماہ اور بقیدِ حیات رہے۔ حضرت شیخؒ کا انتقال ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ ہجری میں واقع ہوا تھا۔ اور حضرت امیر خسروؒ سنِ مذکور کی ۱۸ ویں شوال کو راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# امیر حسن بن علاء سجزی دہلویؒ

فضلائے عصر میں آپ ایک خاص مرتبہ و مقام کے مالک تھے حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ کے مریدوں میں قرب و عنایتِ شیخ کے باعث ممتاز تھے، آپ حُسنِ معاملہ، صفائے باطن اور تمام اوصاف حمیدہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ تصوّف میں ہمہ صفت موصوف تھے۔ آپ کو حضرت امیر خسرو پر ایک گونہ تقدّم حاصل ہے اگرچہ دونوں ایک دوسرے کے مصاحب اور معاصر تھے، آپ نے سلطان غیاث الدین بلبن کی مدح میں قصیدے لکھے ہیں لیکن امیر خسرو کے کلام میں اس بادشاہ کی تعریف میں کوئی چیز نہیں ملتی۔

امیر خسرو نے اکثر اشعار سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں اس کے بیٹے خان شہید کی مدح میں لکھے ہیں جو حاکم ملتان تھا اور امیر خسرو اس کی ملازمت میں تھے خان شہید نے شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی سے التماس کی تھی کہ وہ شیراز سے ہندوستان تشریف لائیں ۔ شیخ موصوف نے اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اب ہم بوڑھے ہو چکے ہیں اور ہندوستان کی سیر کرنے کو جی نہیں چاہتا ، شیخ سعدیؒ اور امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی ملاقات کے متعلق جو قصے مشہور ہیں ، وہ سب بے بنیاد ہیں ۔

میر حسن دہلوی کی ایک کتاب مشہور ہے جس کا نام فوائد الفواد ہے ۔ اس میں آپ نے شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات جمع کئے ہیں ۔ یہ کتاب حد درجہ متانتِ بیان اور لطافتِ معنی کے اعتبار سے حضرت شیخؒ کے رُوحانی جانشینوں اور مریدوں کے درمیان قانون کا حکم رکھتی ہے ۔ روایت ہے کہ امیر خسرو فرمایا کرتے تھے ۔ کاش حسن میری ساری تصانیف لے لے اور ان کے بدلے یہ کتاب مجھ کو دے دے ، امیر خسرو کے اس قول سے اُس والہانہ محبّت کا ثبوت ملتا ہے جو ان کو اپنے پیر و مُرشد سے تھی ۔

فوائد الفواد میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ قدس سرّہ کی مجلس میں سماع پر گفتگو ہو رہی تھی ۔ بندہ نے عرض کیا کہ اس عاجز کا معاملہ خیریت سے ہے اس لئے کہ جتنی عبادت و طاعت کرنی چاہئے اس سے محروم ہوں اور درویشوں کے سے وظائف و اذکار بھی نہیں کرتا ۔

لیکن جب سماع سنتا ہوں تو کامل رقّت اور سکونِ قلب پیدا ہو جاتا ہے، مخدوم کی پاکیزہ صحبت میں بھی اسی طرح ہوتا ہے کیونکہ ان لمحات میں دل کے اندر نفسانی اور دنیاوی حرص و ہوا کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ انھوں نے فرمایا کہ اس وقت دل ہر قسم کے علائق سے آزاد ہو جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں ایسا ہی ہے پھر شیخ نے فرمایا کہ سماع دو قسم کا ہوتا ہے، ہاجم اور غیر ہاجم، ہاجم اُس سماع کو کہتے ہیں جس کے سنتے ہی ہجوم (غلبہ) پیدا ہو مثلاً جب کوئی راگ یا شعر سُنا جائے اور اس شخص میں جنبش پیدا ہو تو اس حال کو ہاجم کہتے ہیں اور اس کی تشریح نہیں کی جاسکتی، لیکن غیر ہاجم وہ سماع ہے جو سننے والے کو کسی دوسری جگہ لے جاتا ہے۔ خواہ حضورِ الٰہی میں یا اس کے مُرشد کے پاس یا کسی ایسی جگہ جس کا خیال اس کے دل میں آئے۔

فوائد الفواد میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ۷۱۰ ہجری میں ۲۰ ربیع الآخر کو اتوار کے دن قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی اُسست اعتقاد لوگوں کا تذکرہ چھڑا، وہ لوگ جو زیارتِ کعبہ کو جاتے ہیں اور واپس آنے پر پھر دُنیا کے دھندوں میں پڑ جاتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو حضرت مخدوم سے اپنا رُوحانی ناطہ جوڑ کر کسی اور طرف چلے جاتے ہیں۔ جب میں نے یہ بات کہی میرا دوست ملیح بھی وہاں حاضر تھا چنانچہ عرض کیا کہ میں نے اپنے دوست ملیح سے کسی وقت ایک بات سُنی تھی جو میرے دل میں اُتر گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ حج کو وہ شخص جائے جس کا مُرشد نہ ہو۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے یہ بات سنی تو

ان کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں اور زبانِ مبارک پر یہ مصرع آیا ع

ع این رہ بسوئے کعبہ رود واں بسوئے دوست

یہ راستہ کعبہ کو جاتا ہے اور وہ دوست کی طرف،

ایک بار تلاوتِ قرآن کا ذکر ہوا۔ بندہ نے عرض کیا کہ میں جس وقت بھی قرآنِ مجید پڑھتا ہوں تو جو کچھ مجھے معلوم ہوتا ہے وہ میرے دل میں اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔ اگر تلاوت کے دوران میں میرا دل کسی فکر یا خوف میں مبتلا ہو تو میں اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ یہ فکر اور خوف کیا ہے۔ چنانچہ میں اپنے دل کو کلامِ مبین کی طرف رجوع کرتا ہوں اور فوراً وہی آیت سامنے آتی ہے جو اس فکر وغم کو زائل کر دیتی ہے یا میری نظر کسی اور آیت پر پڑجاتی ہے جس سے وہ مشکل حل ہو جاتی ہے جو دل کو گھیرے ہوتی ہے۔ حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایک اعلیٰ وصف ہے اور اس کی اچھی طرح نگہداشت کرنی چاہیئے۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ ایک روز میر حسن علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ دیدارِ الٰہی کی نعمت حاصل ہونیکے بعد جس کا وعدہ مومنوں سے کیا گیا ہے دوسری نعمتوں کی طرف کیونکر نظر کی جائے گی۔ ارشاد ہوا کہ یہ سخت کوتاہ نظری ہوگی کہ اس نعمت کے حصول کے بعد دوسری چیزوں کی طرف دیکھا جائے۔

امیر حسن کی ولادتِ باسعادت دہلی میں ہوئی۔ تمام زندگی مجردانہ بسر کی۔ آخری عمر میں دیوگیر (دولت آباد) تشریف لے گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ روضۂ مبارک بھی اسی جگہ ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# خواجہ شمس الدینؒ

امیر خسرو علیہ الرحمتہ کے بھانجے ہیں۔ افاضلِ روزگار میں سے تھے، آپ کو حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے والہانہ محبت تھی، کہتے ہیں کہ نماز کی نیت کے وقت جب تک شیخؒ کا جمال نہ دیکھ لیتے نیت نہ باندھتے، جماعت کی صف سے سر باہر نکال کر شیخؒ کے روئے مبارک کا دیدار کرتے اور پھر تحریمہ باندھتے۔

ایک دفعہ حضرت شیخؒ آپ کے مرض الموت میں عیادت کو جا رہے تھے، ابھی راستے ہی میں تھے کہ آپ کے وصال کی خبر ملی۔ فرمایا "الحمدللہ کہ دوست

بدوست رسید" خدا کا شکر ہے کہ دوست، دوست کے پاس جا پہنچا۔
امیر خسروؒ کے مرقد کے پائین ایک قبر ہے جسے لوگ امیرؒ کے بھانجے کی قبر سمجھتے ہیں۔ بہت ممکن ہے یہ قبر خواجہ شمس الدینؒ کی ہو۔ واللہ اعلم۔

# خواجہ ضیاء الدین برنیؒ

تاریخِ فیروز شاہی کے مصنّف ہیں ۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید تھے اور اُن کے قرب و عنایت کی وجہ سے ممتاز تھے ۔ آپ کی ذاتِ گرامی مجموعۂ لطائف و ظرائف تھی اور آپ کو ہر قسم کے اقوال و حکایات ازبر یاد تھیں ، علماء مشائخ اور شعرا کی صحبتوں سے تمام و کمال بہرہ ور تھے آپ کو امیر خسرو اور میر حسن سے والہانہ لگاؤ تھا اور ان کی صحبت سے کسبِ فیض کرتے تھے ۔ شروع ہی سے حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر غیاث پور میں مقیم ہو گئے ۔ آخر میں لطافتِ طبع اور فنِ ندیمی میں کمال

کے باعث مستقل طور پر سلطان محمد تغلق کے ندیموں میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد فیروز شاہ کے عہدِ حکومت میں صرف ما یحتاج پر کفایت کر کے گوشہ گیر ہو گئے اور دُنیا سے بالکل بے لوث اور آزاد ہو کر رحلت فرمائی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے جنازہ پر بوریا کے سوا کچھ نہ تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے روضہ مبارک کے جوار میں اپنی والدۂ بزرگوار کے پائین مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ مولانا ضیاء الدین برنی رح اپنے ایک حسرت نامہ میں کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سلطان المشائخ شیخ نظام الدین قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اشراق کے وقت سے چاشت تک حضرت شیخ رح کے جاں بخش کلمات سننے میں محو رہا۔ اس روز بہت سے بندگانِ خدا سلطان المشائخ کی خدمت میں بیعت کی نیت سے حاضر ہوئے۔ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مشائخِ سلف مرید کرنے میں احتیاط سے کام لیتے تھے لیکن شیخ نظام الدین اولیاء اپنے فیضِ عام کی وجہ سے ہر خاص و عام کی دستگیری کرتے ہیں اور بیعت لیتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ اُن سے اس بارے میں سوال کروں، لیکن چونکہ حضرت خواجہ رح مکاشفِ عالم تھے میرے خطرے سے فوراً آگاہ ہو گئے اور فرمایا "تم ہر قسم کی باتیں مجھ سے دریافت کرتے ہو مگر کبھی یہ نہیں پوچھتے کہ میں تحقیق کئے بغیر ہر آنے والے کو بیعت کا ہاتھ کیوں دے دیتا ہوں" پھر فرمایا کہ سنو، خدا تعالےٰ نے ہر زمانے میں اپنی حکمتِ بالغہ کی ایک خاصیت پیدا کی ہے جو اس زمانے کے لوگوں میں

رسم و عادت کے طور پر پھیل جاتی ہے اور کسی دوسرے زمانے کے لوگوں کے مزاج اور طبیعت سے نہیں ملتی، مُرید کی اصل ارادت یہ ہے کہ وہ غیر حق سے قطع تعلق کر کے مشغول بحق ہو جائے۔ سلف کا قاعدہ تھا کہ جب تک وہ مریدیں کُلّی انقطاع نہ دیکھتے تھے اس کے ہاتھ میں دستِ بیعت نہ دیتے تھے لیکن شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ جو ایک آیتِ حق تھے کے زمانے سے شیخ سیف الدین باخرزیؒ کے عہد تک اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے عہدِ مبارک سے شیخ فریدالدین قدس سرہ کے زمانے تک یہ حال تھا کہ ان شاہانِ دین کے آستانوں پر ہر وقت ہجوم خلائق رہتا تھا اور ہر چہار طرف سے بادشاہ، اُمراء، مشاہیر اور دیگر لوگ جوق در جوق آتے تھے اور عذابِ اُخروی کے خوف سے خود کو ان عاشقانِ خدا کی پناہ میں ڈال دیتے تھے۔ یہ مشائخ عام و خاص سے برابر بیعت لیتے تھے، اب کوئی شخص محبوبانِ خدا کے معاملات پر قیاس نہیں کر سکتا کہ انھوں نے جس طریقے سے لوگوں کو مرید کیا میں بھی اسی طرح کروں۔ تمہارے اس سوال کے جواب میں کہ میں مُرید کرنے میں احتیاط اور تفتیش نہیں کرتا ایک تو یہ بات ہے کہ میں مسلسل سنتا ہوں کہ بہت سے لوگ میری بیعت میں داخل ہونے سے معصیت و گناہ سے باز رہتے ہیں، نماز جماعت سے ادا کرتے ہیں اور اوراد و نوافل میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اگر میں شروع ہی میں حقیقی ارادت کی شرائط اُن کے سامنے بیان کر دوں تو وہ اس قدر بھلائیوں سے بے نصیب رہیں جو اُن سے ظہور میں آئی ہیں۔ دوسرے یہ کہ مجھے شیخِ کامل سے اس بات کی اجازت ہے کہ کسی سفارش، التماس، وسیلہ یا شفاعت

کے بغیر لوگوں سے بیعت لوں، اور جب میں دیکھتا ہوں کہ ایک مسلمان عجز و اضطراب اور بے چارگی کی حالت میں میرے دروازے پر آکر کہتا ہے کہ میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں، تو میں اس خیال سے کہ شاید اس کا قول صحیح ہو، اس کو بیعت میں لے لیتا ہوں، خاص کر جب کہ میں نے راست باز لوگوں سے سُنا ہے کہ جو لوگ میری ارادت و بیعت میں داخل ہوتے ہیں وہ تمام گناہوں سے الگ ہو جاتے ہیں، اس کا ایک اور سبب جو سب سے زیادہ قوی ہے یہ ہے کہ ایک روز حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہٗ نے قلم دوات میرے سامنے رکھی اور فرمایا کہ تعویذ لکھو اور حاجت مندوں کو دو، مگر جب انھوں نے مجھ میں ملال کے آثار دیکھے تو فرمایا تم تو ابھی سے دُعا لکھنے سے ملول ہو گئے ہو۔ جب تیرے دروازے پر حاجت مندوں کی کثیر تعداد آیا کرے گی اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ میں شیخ رح کے قدموں میں گر پڑا اور روتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت مخدوم نے مجھ کو بزرگ کیا اور اپنی خلافت عطا فرمائی، میں ایک طالب علم تھا اور لوگوں کے اختلاط سے متنفر تھا، یہ بہت بڑا کام ہے اور مجھ بیچارے کی ہمّت سے باہر ہے، مخدوم کی یہی ارادت اور نظرِ شفقت میرے لئے کافی ہے۔ انھوں نے میری عرضداشت سُنی تو فرمایا تم اس کام کو ٹھیک انجام دو گے۔ میں نے اس بارے میں اصرار کیا تو میری عذر خواہی سے خواجہ رح پر حال کی کیفیت طاری ہو گئی، وہ اٹھ کر سیدھے بیٹھ گئے اور مجھے نزدیک بلا کر اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا "نظام، کل مسعود بندہ کو درگاہِ بے نیازی میں آبرو ملے گی یا نہیں، اگر ملے تو میں تمہارے

ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں اس وقت تک بہشت میں قدم نہ رکھوں گا جب تک کہ ان لوگوں کو اپنے ساتھ بہشت میں نہ لے جاؤں جنھوں نے تمہاری بیعت کا ہاتھ پکڑا ؟"

یہ کہکر سلطان المشائخ مسکرا پڑے اور فرمایا" مجھے خلافت اس طرح دی گئی ہے ۔ یہ کام کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ تمام عمر اس کام کی طلب میں رہتے ہیں اور حیلہ، مکر، جھوٹ اور فریب سے اس نازک کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں ۔ وہ کس طرح اس سے عہدہ برآ ہونگے، میں نے برای العین مشاہدہ کیا ہے کہ میرا مخدوم درگاہ بے نیازی کے واصلین میں سے ہے اور جس مشرب سے بایزید، جُنید اور دوسرے مستانِ عشقِ الٰہی نے جام نوش کئے ہیں، وہ بھی اسی مشرب سے شاد کام ہے۔ جب انھوں نے ان لوگوں کے بارے میں جن کو میں بیعت کا ہاتھ دیتا ہوں یہ ارشاد فرمایا ہے اور یہ ذمہ داری لی ہے تو پھر کون سی چیز مجھ کو بیعت لینے سے مانع رکھ سکتی ہے، رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

---

# خواجہ ضیاء الدین نخشبیؒ

بدایوں کے رہنے والے تھے۔ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر یادِ حق میں مشغول رہے۔ متعدد تصانیف کے مالک ہیں، مثلاً سلک السلوک، عشرہ مبشرہ، کلیات و جزئیات، طوطی نامہ اور اسی قسم کی دوسری کتابیں۔ آپ کی تمام تصنیفات اسلوب کے اعتبار سے متشابہ ہیں۔ سلک السلوک ایک نہایت شیریں اور رنگین کتاب ہے جس میں بہت لطیف اور مؤثر پیرائے میں مشائخ کی حکایات اور اقوال بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کی اکثر تصانیف ایک ہی طرز کے قطعات سے بھری ہوئی ہیں مثلاً قطعے

نخشبی خیز بازمانہ بساز ورنہ خودرا نشانہ ساختن است
عاقلان زمانہ می گویند عاقلی بازمانہ ساختن است

اے نخشبی، اٹھ اور زمانے کے ساتھ موافقت کر ورنہ لوگ تجھے نشانہ بنالیں گے،
زمانے کے عقلمندوں کا کہنا ہے کہ زمانے کے ساتھ نباہنے ہی میں عقلمندی ہے۔

آپ کے حالات کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہے کہ آپ نے لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر زندگی بسر کی اور دوسروں کے اعتقاد و انکار سے بے پروا تھے۔ کہتے ہیں کہ سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے زمانے میں ضیا نام کے تین حضرات تھے۔ ایک ضیا سنامی جو حضرت شیخؒ کے منکر تھے، دوسرے ضیا برنی جو شیخؒ کے معتقد اور مُرید تھے اور تیسرے ضیا نخشبی جو نہ منکر تھے نہ معتقد،

بیان کیا جاتا ہے کہ مولانا ضیا نخشبی کی ارادت سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری کے پوتے اور خلیفہ شیخ فرید سے تھی واللہ اعلم۔ آپ کی وفات ۷۵۱ ہجری میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

سلک السلوک میں فرماتے ہیں کہ ایک دن خواجہ نے ایک لونڈی خریدی، جب رات ہوئی تو لونڈی سے کہا "کنیزک! میرا بستر کردے تاکہ میں سوجاؤں"۔ لونڈی نے عرض کیا "اے خواجہ! کیا تمہارے بھی کوئی مولیٰ ہے؟" خواجہ نے کہا۔ "ہاں" لونڈی نے پوچھا "کیا وہ بھی سوتا ہے؟" خواجہ نے جواب دیا "نہیں" لونڈی نے کہا "تو پھر تمہیں شرم نہیں آتی کہ تمہارا مولیٰ تو جاگے اور تم سورہو"۔
شنو شنو ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تمہاری قوم میں جتنے

صالح لوگ ہیں ان کو دوسروں سے الگ کردو۔ موسیٰ علیہ السلام نے آواز دی۔ بہت سے لوگ باہر نکل آئے۔ حکم ہوا اُن میں سے صالح تر لوگوں کو چُن لو۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان میں سے ستّر آدمی نکالے۔ فرمان ہوا کہ ان میں سے بھی چُنو۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے ستّر میں سے سات چُنے۔ پھر حکم ہوا کہ ان میں سے بھی انتخاب کرو۔ تب ان میں سے تین چُنے۔ حکم آیا "اے موسیٰ! میرے نزدیک یہ تینوں سب سے بڑے ہیں کیونکہ جب انھوں نے سُنا کہ تم صالحین کو پکارتے ہو تو یہ اپنے آپ کو صالح سمجھ کر باہر آئے"۔

اے عزیز! اگر کوئی عبادت نہ کرے تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو عبادت کرے اور فخر کا اظہار کرے۔ شریعت میں مدعا علیہ کو قید کرتے ہیں لیکن طریقت میں مدعی کو قید خانے میں ڈالا جاتا ہے۔

احکامِ طریقت کے حُکام کہ دُنیا جن کے حکم کی محکوم ہے کہتے ہیں اگر کوئی شخص بلّی کا محکوم ہو تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو اپنے نفس کا محکوم ہو۔ ایک سجّادہ نشین ہر جمعہ کے دن اپنی خانقاہ سے باہر نکلتے اور جس کسی کو دیکھتے اُس سے پوچھتے کہ مسجد کا راستہ کونسا ہے۔ ایک بار ایک شخص نے کہا کہ تم برسوں سے مسجد جاتے ہو لیکن ابھی تک راستہ معلوم نہیں۔ انھوں نے جواب دیا مجھے معلوم ہے مگر جس راستے پر ہم چل رہے ہیں اس پر محکوم ہو کے چلنا حاکم ہونے سے بہتر ہے۔ اپنی ذات کو دوسروں کے طفیل سمجھنا ہی اصل کام ہے۔

شنو شنو وہب منبہ کہتے ہیں کہ کعب احبار مسجد میں سب صفوں

سے پیچھے کھڑے ہوتے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ اس میں کیا بھید ہے؟ فرمایا میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ اُمّتِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ ہوں گے کہ جب ان میں سے ایک سر بسجود ہو گا اور اس نے ابھی اپنا سر پوری طرح نہ اٹھایا ہو گا کہ ربّ العزّت ہر اس شخص کو بخش دے گا جو اس کے پیچھے کھڑا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں سب سے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں تاکہ اس کے سجدے کے طفیل میرا کام بن جائے۔

رابعہ بصری سے لوگوں نے پوچھا۔ کیا تُو ابلیس کو دشمن سمجھتی ہے؟ اس نے جواب دیا۔ نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب ملا۔ میں دوست کی محبّت میں اس قدر مشغول ہوں کہ مجھے دشمن کی خبر نہیں۔"

ایک بزرگ سے پوچھا۔ دُنیا کس کے مانند ہے۔ اس نے جواب دیا کہ دُنیا کا مرتبہ اس قدر کم ہے کہ اس کے مانند کوئی اور شے قرار نہیں دی جا سکتی۔

ایک شخص کسی درویش کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں کچھ دن تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ درویش نے کہا کہ جب میں نہ ہوں گا تو کس کے ساتھ رہو گے اُس نے کہا۔ خدا کے ساتھ۔ تب درویش نے کہا۔ پھر یہی سمجھ لو کہ میں نہیں ہوں اور اسی وقت خُدا کے ساتھ رہو۔

ایک دفعہ کسی دُنیادار آدمی نے ایک درویش کے گھر سے پانی مانگا۔ اس نے خراب اور گرم پانی دیا۔ اس آدمی نے کہا کہ پانی تو نہایت گرم اور خراب ہے درویش نے جواب دیا۔ اے خواجہ! ہم لوگ قید خانے میں ہیں اور قیدی اچھا پانی ہرگز نہیں پیتے۔

یحییٰ معاذ کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا عالم بالا میں تیرے ساتھ کیا بیتی؟ اس نے جواب دیا، "جب میں یہاں آیا تو مجھ سے پوچھا گیا کہ تم دنیا سے کیا لائے ہو؟ میں نے کہا قید خانے سے آرہا ہوں۔ وہاں سے کیا لاسکتا تھا، اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو ستّر برس قید خانے میں کیوں رہتا۔"

ایک مرتبہ مریدوں کی ایک جماعت نے کسی پیر سے دریافت کیا "ہم کس راستے سے آئیں کہ خداوند عزّوجل کے حضور میں پہنچ جائیں۔ اس نے کہا۔ تم کس راستے سے آئے تھے کہ تمہیں راستہ نہیں ملا۔

سُنو سُنو جب کمان کشِ قابَ قوسین او ادنیٰ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم، عالم بالا سے واپس تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا یا محمدؐ! جس عالم سے آپ آئے ہیں وہاں کیا دیکھا، حضورؐ نے فرمایا بھائی، اس سوال کا کیا محل ہے کہ محمدؐ، محمدؐ ہی سے پوچھ رہا ہے کہ تُم نے کیا دیکھا، عَلِمَ مَنْ عَلِمَ فَہِمَ مَنْ فَہِمَ ۔ جان لیا جس نے جان لیا، سمجھ لیا جس نے سمجھ لیا۔

خواجہ علی سیّاح فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے سوا کوئی تمنّا نہیں کہ کوئی شخص حق کی بات کہے اور میں اس کو سُنوں یا میں حق کی بات کہوں اور کوئی سُنے۔

دولت مندوں کو دولت سے چار چیزیں ملتی ہیں، جسمانی رنج[۱]، دل کی مشغولی[۲]، دین کا نقصان[۳] اور قیامت کا حساب[۴]، اور درویشوں کو درویشی سے چار چیزیں ملتی ہیں، جسمانی آسائش[۱]، دل کی فراغت[۲]، دین کی سلامتی[۳]، اور حسابِ قیامت[۴] سے نجات،

اے درویش! ایک روز صبح سے شام تک اپنے نفس کے ساتھ جنگ کر

اور دیکھو کیا ظہور پذیر ہوتا ہے، مرد وہ ہیں جو اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ صلح نہیں ہو سکتی۔ میرے عزیز! جو شخص ہمیشہ اپنے نفس کا احتساب کرتا رہتا ہے اس کے کوئی خواہش نہیں رہتی۔

سُنو سُنو ایک مرتبہ ایک بانیاز اقبال نے کہ جس کی ترازو کے پاسنگ میں آسمان کا برج میزان زیب دیتا تھا کسی شخص کو دیکھا کہ وہ شیر پر سوار ہے اور سانپ کو تازیانہ بنائے ہوئے ہے۔ اس نے کہا کہ یہ سب کچھ بہت آسان ہے، اصل کام یہ ہے کہ کوئی شخص ترازو کے دو پلڑوں میں بیٹھے اور حق کا کام کرے۔

خواجہ جنید کو لوگوں نے خواب میں دیکھا تو پوچھا آپ کا معاملہ کہاں تک پہنچا، انھوں نے جواب دیا عقبیٰ کا کام اس سے کہیں زیادہ دشوار ہے جتنا کہ ہم دنیا میں خیال کرتے ہیں۔

سُنو سُنو ایک بزرگ نے بازار جا کر کچھ خریدنا چاہا، دینار کو پہلے گھر میں تولا، جب بازار لے گئے تو دینار گھر کے وزن سے کم نکلا، رونے لگے۔ لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا "جب آج گھر کی بات بازار میں پوری نہیں اُترتی تو کل آخرت میں دنیا کی باتوں کا کیا حال ہوگا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

---

# خواجہ ضیاء الدّین سنامیؒ

دیانت اور تقویٰ میں پیشوائے وقت تھے اور احکام شریعت کے شدّت سے پابند تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ہمعصر ہیں، آپ ہمیشہ سماع کی بنا پر حضرت شیخ پر اعتراض کرتے . . . لیکن شیخ اس پر معذرت و انکسار کا اظہار فرماتے تھے اور مولانا ضیاء الدین کی تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ نصاب الاحتساب آپ کی ایک تصنیف ہے جو مختلف بدعتوں اور احکام سنّت کے احتساب و نکات پر مشتمل ہے۔

منقول ہے کہ حضرت شیخؒ مولانا ضیاء الدین کے مرض الموت میں عیادت

کے لئے گئے۔ مولانا نے اپنی پگڑی سلطان المشائخ کے پاؤں میں ڈال دی، شیخ رح نے پگڑی اٹھا کر اپنی آنکھوں پر لگا لی۔ جب وہ مولانا کے سامنے بیٹھے تو آپ نے اُن سے آنکھیں چار نہ کیں۔ حضرت شیخ رح اٹھ کر باہر آئے تو مولانا کے فوت ہو جانے کا شور بلند ہوا۔ شیخ رح کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ ایک ذات حامیٔ شریعت تھی، افسوس کہ وہ بھی نہ رہی، رحمۃ اللہ علیہما۔

---

## مولانا جلال الدین اودھیؒ

زہد و ورع، ترک و تجرید اور عزلت نشینی سے موصوف ہیں سب لوگوں میں مقبول و عزیز تھے۔ ایک بار حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے احباب کو جن کی زندگیاں بحث و مطالعہ میں گذری تھیں، یہ خواہش ہوئی کہ آپ سے تحصیل علم کریں۔ انھوں نے مولانا جلال الدینؒ کو آمادہ کیا کہ وہ حضرت شیخ کی خدمت میں یہ عرض داشت کریں اور اس باب میں ان سے اجازت حاصل کریں، جب آپ نے شیخؒ کے حضور میں عرض کی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ ان سب کی عرض داشت ہے، فرمایا "میں کیا کر سکتا ہوں، مجھے اُن سے کچھ اور مطلوب ہے اور اُن کی یہ کیفیت ہے کہ پیاز کے مانند پوست در پوست ہیں"۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

## خواجہ مؤید الدین کرکیؒ

ابتدائے حال میں دُنیاداری میں مشغول تھے اور بادشاہ اور شاہزادے سے دوستی رکھتے تھے۔ عہدِ امیری میں جب سلطان علاء الدین کے پاس کرہ کی جاگیر تھی یہ بزرگ اُس کی خدمت میں کارہائے نادر انجام دیتے تھے، آخر کار حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی سعادتِ ارادت سے شرف یاب ہوئے اور اپنی مرضی سے دُنیا چھوڑ کر الگ بیٹھ گئے۔ سلطان علاؤالدین سریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے خواجہ مؤید الدین کو یاد کیا، جب اُسے معلوم ہوا کہ آپ تارکِ دُنیا ہو گئے ہیں اور حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ کے آستان بوس

ہیں تو اُس نے حضرت شیخؒ کو پیغام بھیجا کہ مخدوم کی جانب سے خواجہ مؤید الدین کو اجازت دی جائے کہ وہ ہمارے پاس آ کر کام کریں۔ حضرت شیخؒ نے جواب دیا کہ اس کو کوئی اور کام درپیش ہے جس کی استعداد حاصل کر رہا ہے۔ سلطان کے چوبدار کو یہ بات ناگوار گزری۔ اُس نے کہا "مخدوم آپ سب سے یہی چاہتے ہیں کہ آپ کی طرح کام کریں"۔ شیخؒ نے فرمایا "اپنی طرح کیا، اپنے سے بہتر کرانا چاہتے ہیں"۔ جب بادشاہ کو اس قصے کا پتہ چلا تو اُس نے آپ کو بلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

آپ کی قبر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے روضۂ مبارک کے پائین میں ہے نور اللہ مرقدہ۔

# شیخ نظام الدین شیرازیؒ

آپ کا ظاہر و باطن بلند اوصاف اور عالی صفات سے آراستہ تھا۔ تصوّف کے راہ و رسم سے خوب واقف اور سماع سے نہایت شیفتگی رکھتے تھے۔ بحث و تقریر میں ممتاز تھے۔ آپ نے زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرّہٗ کے یارانِ اعلیٰ میں بہت معزّز تھے اور حضرت شیخؒ کی نظرِ خاص میں ملحوظ و محفوظ،

آپ کی قبر سلطان علاؤ الدین کے شہر دہلی میں ہے۔ آپ کی سکونت بھی وہیں تھی اور اپنے گھر کے جوار ہی میں مدفون ہوئے، رحمۃ اللہ علیہ۔

# خواجہ شمس الدین دھاریؒ

ابتدائے حال میں ملازمتِ دیوانی میں مصروف تھے۔ بعد ازاں توبہ کی اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے مُرید ہو گئے۔ آپ نے حضرت شیخؒ کے ملفوظات کی ایک کتاب مرتّب کی، ایک روز آپ نے شیخؒ کی خدمت میں التماس کی کہ اگر فرمان ہو تو آنے جانے والوں کے لئے ایک حجرہ تعمیر کرا دیا جائے، شیخؒ نے فرمایا۔ "یہ کام بھی اس سے کم نہیں جس کو چھوڑ کر آئے ہو"۔

آپ کا مزار ظفر آباد میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

# خواجہ احمد بدایونیؒ

تارک الدنیا تھے اور ابدال کی روش پر چلتے تھے۔ سماع میں بے قرار ہو جاتے تھے۔ سیر الاولیاء کے مصنفؒ لکھتے ہیں کہ ایک روز میں نے اس بزرگ سے پوچھا کہ خوش تو ہیں۔ انھوں نے فرمایا "خوشی تو اس میں ہے کہ پانچ وقت جماعت کے ساتھ نماز ادا کروں"۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# مولانا حمیدؒ

شاعر قلندر تھے، کتاب خیر المجالس آپ نے مرتب کی ہے، حضرت شیخ
نظام الدین اولیاءؒ کے مرید تھے کبھی کبھی اپنے والد ماجد کے ہمراہ شیخؒ کے حضور میں آتے
اور ان کی مجلس شریف میں حاضری کا شرف حاصل کرتے تھے۔ آپ نے اپنی قابلیت
اور استعداد کے مطابق شیخؒ کے بعض خلفا سے بھی استفادہ کیا۔ ہر چند آپ کا شاعرانہ
کلام اس پائے کا نہیں کہ آپ کو شاعر کہہ کر پکارا جائے۔ مگر آپ شاعر کے نام
سے مشہور ہو گئے ہیں، آپ کی اصل شہرت حمید قلندر کے نام سے ہے۔
شروع میں آپ مولانا برہان الدین غریبؒ کی خدمت میں رہے اور ان کے

تمام ملفوظات کو جمع کیا۔ اس کے بعد شیخ نصیر الدین محمودؒ کی ملازمت میں آگئے اور ان کے ملفوظات کو بھی مرتب کر کے خیر المجالس نام رکھا۔ آپ نے اس مجموعے کی تالیف کا کام ۷۵۵ ہجری میں شروع کیا اور ۷۵۶ ہجری میں ختم کیا۔

خیر المجالس میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ نصیر الدین محمودؒ نے مجھ سے فرمایا ہم تجھے قلندر کہیں یا صوفی، قلندر کس طرح کہہ سکتے ہیں کیونکہ تم ایک طالبعلم ہو۔ بندہ نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے یہاں دستر خوان بچھا ہوا تھا اور شیخ رحؒ نے روزہ افطار کیا۔ کھانے کے دوران میں ایک روٹی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ انھوں نے ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرا بندے کے سامنے رکھ دیا۔ بندہ نے اس کو اٹھا کر آستین میں رکھ لیا جب میں شیخ کی خدمت سے اُٹھ کر باہر آیا تو مجھے قلندروں نے آگھیرا اور کہنے لگے شیخ زادہ! ہمیں کچھ دو۔ میں نے کہا میرے پاس کیا ہے، قلندروں نے کشف سے کہا۔ آدھی روٹی جو تم نے شیخ سے لی ہے ہم کو دے دو۔ بندہ ابھی بچہ ہی تھا اس لئے حیران رہ گیا کہ ان کو کیسے معلوم ہوا جبکہ اُن میں کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا۔ مجبوراً میں نے وہ نصف روٹی آستین سے باہر نکالی اور ان کے حوالے کر دی۔ قلندر وہیں مسجد کیلوکھڑی کے نزدیک ایک گھر کی دہلیز میں بیٹھ گئے اور اس روٹی کے ٹکڑے کر کے سب نے کھا لئے۔ اس اثنا میں بندہ کے والد بزرگوار، شیخ کی خدمت سے باہر آئے اور انھوں نے پوچھا وہ روٹی کہاں ہے۔ میں نے کہا۔ قلندروں کو دیدی ہے۔ والدِ بزرگوار نے مجھے تیز نگاہ سے دیکھا اور تاسف سے کہا ان کو کیوں دی، وہ تو نعمت تھی۔ اسی پریشانی میں وہ شیخ کی خدمت میں واپس گئے۔ شیخ رحؒ کو حقیقتِ حال معلوم

ہو گئی اور اس معاملے کا ذکر کر کے فرمایا مولانا تاج الدین! خاطر جمع رکھو، یہ لڑکا قلندر ہو گا۔ یہ سُن کر والد بزرگوار کے دل کو سکون آیا۔ اب چونکہ شیخؒ نے مجھے قلندر کہا تھا مخدوم بھی قلندر کہتے ہیں۔ خواجہ موصوف نے یہ حکایت سُنی تو فرمایا۔ تم شیخؒ کے مرید ہو، مجھے معلوم نہیں تھا۔ آؤ گلے مل جاؤ، بندہ نزدیک گیا اور خواجہ نے بکمال شفقت گلے سے لگا لیا۔ برکتِ کثیر حاصل ہوئی۔

نویں مجلس، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سعادتِ قدمبوسی میسّر ہوئی اس وقت اُن پر حال کی کیفیت طاری تھی۔ انھوں نے فرمایا کیا لکھ رہے ہو، پھر فرمایا اس معنی میں کوئی چیز کہو کہ گاہے صوفی اور گاہے قلندر کیا ہے۔ بندہ نے ایک مصرع کہا ؎

گاہ صوفی و گہہ قلندر چیست

کبھی صُوفی اور کبھی قلندر یہ کیا قصہ ہے!

فرمایا دوسرا مصرع کہو۔ میں نے کہا ؎

چوں قلندر شُدی قلندر باش

جب قلندر ہو گئے تو قلندر بن کر رہو۔

پھر کچھ دیر سوچ کر فرمایا۔ میرے لئے تدکیر کا کیا وقت ہے اور تمہارے لئے قلندر بننے اور خدائے عزّوجلّ کے بغیر مشغول ہونے کا کیا وقت ہے۔ جاؤ گوشہ گیری اختیار کرو جس مرد کی پیروی تم نے اختیار کی ہے وہ اُن میں سے تھا کہ اس کو ڈاڑھی بھی گراں محسوس ہوئی۔ اس کو ترشوا کر باہر نکل گیا اور قبلہ رُد آسمان کی طرف آنکھیں گاڑ کر متحیر ہو گیا ہے۔

در عشق چہ جائے خانہ داریست   مجنون شو و کوہ گیر و بخروش

عشق میں خانہ نشینی کیسی، مجنوں بن کر کوہ نشینی اختیار کر اور نالہ و فریاد بپا کر

فقیر پر اس بات کا بڑا اثر ہوا اور عرض کیا میں اُن میں سے نہیں ہوں لیکن اس قدر کمالیّت رکھتا ہوں کہ لوگوں کے درمیان رہتا ہوں، لباس پہنتا ہوں اور علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ خواجہؒ نے تھوڑی دیر تفکّر کیا اور سر اٹھا کر ایک آہ کھینچی۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا اگر شیخ کا فرمان نہ ہوتا کہ شہر میں رہنا چاہئے اور لوگوں کی جفا و خفا کو برداشت کرنا چاہیئے تو پھر کہاں میں اور کہاں شہر، بیابان اور کوہ و دشت کی طرف نکل جاتا۔ پھر دوبارہ زبانِ مبارک پر یہ شعر آیا۔ بیت

در عشق چہ جائے خانہ داریست   مجنون شو و کوہ گیر و بخروش

۱۸ ویں مجلس۔ قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی بندہ نے عرض کیا کہ اس شہر میں بندہ کا دل شیخؒ کے روضۂ متبرکہ کے سوا اور کسی جگہ آسودہ نہیں ہوتا۔ سعادت مآب خواجہؒ نے ارشاد فرمایا "تا راہ نروند بمنزل نرسند" جب تک راستہ نہ چلیں گے منزل پر نہ پہنچیں گے۔ اگر کوئی چاہے کہ بیٹھے بٹھائے منزل پر پہنچ جائے تو یہ نہیں ہو سکتا۔ مجاہدہ شرط ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ جنھوں نے ہمارے لئے مجاہدہ کیا ان کے لئے ہمارا راستہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا مجاہدہ سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ مجاہدہ کا حاصل صرف القلب من الالتفات الی غیر اللہ والاستغراق فی طاعۃ اللہ ہے یعنی مجاہدہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر اللہ سے دل کو پھیر کر

طاعت اللہ میں استغراق کی طرف لگایا جائے۔ اس کے بعد فرمایا یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا بھید ہے صرف القلب مِنْ غَیْرِ اللّٰہ نفی ہے اور اِلَّا اسْتِغْرَاقُ فِی طَاعَۃِ اللّٰہ اثبات ہے۔ بندہ نے عرض کیا اے خواجہ! یہ بندہ تھوڑی مشغولی رکھتا ہے لیکن صوم دوام اصلاً ممکن نہیں۔ گرمیوں میں شہر دہلی کی آب و ہوا معلوم ہے، آگ برستی ہے، دم بدم پیاس لگتی ہے، انھوں نے فرمایا۔ درویش! اگر تم روزہ نہیں رکھ سکتے تو کھانا کم کر دو۔ پھر فرمایا یادِ حق میں کہاں مشغول ہوتے ہو گھر میں یا کسی اور جگہ۔ بندہ نے عرض کی کہ گھر میں باوجودیکہ مزاحمت ہوتی ہے لیکن غلبۂ عظیم کی وجہ سے بندہ کو کوئی مانع درپیش نہیں ہے اور اگر دل گرفتہ ہو جاؤں تو کسی باغ یا صحرا میں درخت کے نیچے چلا جاتا ہوں کہ نہ میں کسی شخص کو دیکھ سکوں اور نہ کوئی مجھے دیکھ سکے، آپ نے فرمایا تم تو کاغذ قلم دوات اپنے ساتھ لے جاتے ہو اور شعر و غزل کہنے میں مصروف ہو جاتے ہو۔ میں اس کو مشغولی نہیں سمجھتا۔ مشغولی وہ ہے جو حق کے ساتھ ہو۔ بندہ نے عرض کیا۔ ہاں ایسا بھی ہے۔ خواجہ صاحب گشفتہ سے فرمائے ہیں۔ اگر کوئی نظم خیال میں آتی ہے تو لکھ لیتا ہوں۔ پھر اپنے آپ کو مجتمع کر لیتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا۔ اگر مجتمع کر سکتے ہو تو اچھا ہے کیونکہ شعر گوئی سے بدتر کوئی حجاب اور مانع نہیں ہے۔

---

ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ایک روز شیخ فریدالدین قدس سرہٗ کی خانقاہ میں ایک قلندر آیا۔ شیخ حجرہ کے اندر مشغول بحق تھے اور جب شیخؒ حجرے کے اندر چلے جاتے اور کواڑ بند کر لیتے تو پھر کسی کو وہاں ٹھہرنے اور اندر داخل

ہونے کی اجازت نہ تھی، وہ قلندر آیا اور شیخ رح کے مصلے پر بیٹھ گیا۔ شیخ
بدرالدین اسحاق خادم تھا۔ اس نے بپاسِ ادب کچھ نہ کہا۔ پھر تھوڑا کھانا
لاکر قلندر کے سامنے رکھ دیا،

قلندر نے کہا پہلے شیخ رح کو دیکھوں گا پھر کھانا کھاؤں گا۔ خادم نے
کہا شیخ رح تو حجرہ کے اندر مشغول ہیں اور وہاں کسی شخص کی مجال نہیں ہے،
تم یہ کھانا کھالو پھر تمہیں شیخ رح کے حضور میں لے جاؤں گا۔ قلندر نے کھانا
کھایا، پھر اپنے تھیلے میں سے وہ گھاس نکالی جو قلندر لوگ کھاتے ہیں اور اسکو
کچکول میں گوندھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس کے قطرے شیخ کے مصلّا پر
گر پڑے۔ بدرالدین اسحاق نے آگے بڑھ کر کہا بس کرو۔ قلندر غضب آلود
ہوگیا اور اس نے بدرالدین اسحاق کو مارنے کے لئے کچکول اٹھایا۔ حضرت
شیخ رح اندر سے بھاگتے ہوئے آئے اور قلندر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔

قلندر! مجھے بخش دو، قلندر نے کہا

"درویشاں دست برندارند و چوں بردارند فرود نہ آرند"

درویش ہاتھ نہیں اٹھاتے اور جب اٹھاتے ہیں تو نیچے نہیں لاتے

پھر شیخ رح نے فرمایا "میانِ ہر عامی خاصی ہست"

عامیوں کے ہر گروہ کے درمیان ایک خاص ہوتا ہے

اور یہ حکایت بیان فرمائی کہ جب شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ
علیہ بغداد سے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی خدمت
سے واپس آئے تو راستے میں ایک مقام پر ٹھہر گئے وہاں کوئی سرائے نہ تھی،

انھوں نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ وہاں قلندر بھی آگئے۔ جب رات ہوئی تو شیخ زکریاؒ مشغول بحق ہو گئے، انھوں نے ایک قلندر کو دیکھا کہ سر تا پا نور میں غرق ہے۔ شیخ اُس قلندر کے قریب گئے اور کہا اے مردِ خدا، ان لوگوں میں تیرا کیا کام ہے؟ قلندر نے جواب دیا،

"زکریا! تا بدانی کہ میان ہر عامی خاصی ہست کہ آں عام را بداں خاص بخشند"

زکریا! تاکہ تو جان لے عوام کی ہر جماعت کے درمیان ایک خاص ہوتا ہے کہ عوام کو اس خاص فرد کی بدولت بخش دیتے ہیں۔

---

# شیخ حسام الدینؒ

آپ خواجہ بزرگ حضرت معین الدین چشتی قدس سرہ کے چھوٹے فرزند رشید ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ آپ دنیا سے غائب ہو گئے اور ابدال کی صحبت میں چلے گئے۔ قدس اللہ سرہ

# شیخ حسام الدین سوختہؒ

شیخ فخر الدین بن شیخ الاسلام معین الدین سجزیؒ کے صاحبزادے تھے۔ آتشِ محبت کے سوختہ اور ناوک مودّت سے دوختہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کے صحبت یافتہ تھے۔ آپ کا مدفن قصبہ سانبھر میں مغرب کی طرف اجمیر کے راستے میں واقع ہے۔

والدِ بزرگوار نے آپ کا نام اپنے گم شدہ بھائی حسام الدین بن خواجہ معین الدینؒ کے نام پر رکھا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ معین الدینؒ کے دو بیویاں تھیں۔ سید وجیہہ الدین مشہدی کی لڑکی سے حضرت خواجہؒ کے تین بیٹے تھے۔

شیخ ابو سعید، شیخ فخر الدین اور شیخ حسام الدین، ان میں سے شیخ ابو سعید، سید وجیہہ الدین مشہدی کی دختر میں سے ہے۔ شیخ فخر الدین اور شیخ حسام الدین کے بارے میں اختلافِ آرا ہے۔ سید محمد گیسو درازؒ اور درویشوں کے ایک گروہ کے خیال میں وہ بی بی عصمت (دختر سید وجیہہ الدین مشہدی) کی اولاد ہیں۔ اس کے برعکس سید شمس الدین طاہر اور درویشوں کی ایک جماعت ان کو بی بی امۃ اللہ کی اولاد سمجھتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

# خواجہ معین الدین خردؒ

شیخ حسام الدین سوختہ رحؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کو خواجہ بزرگ کی نسبت سے خرد کہتے ہیں اور یہی تعریف آپ کے لئے کافی ہے۔

آپ درویش کامل تھے اور مرید ہونے سے پہلے ہی مجاہدہ وریاضت کے ذریعے یہاں تک معاملہ پہنچا دیا تھا کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ سے بلاواسطہ کسب فیض کرتے تھے۔ آخر کار حضرت خواجہ رحؒ کے حکم سے شیخ نصیر الدین محمود رحؒ کے مرید ہو گئے اور اُن سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

شیخ حمید الدین صوفی قدس سرہ کے پوتے شیخ فرید اپنی کتاب سرورالصدور

میں لکھتے ہیں کہ شیخ صوفی رحؒ سے منقول ہے کہ ہمارے خواجہؒ بزرگ کے ہاں لڑکے تولّد ہوئے تو ایک دن انھوں نے مجھ سے پوچھا جمید یہ کیا بات ہے کہ اس سے پہلے جب ہم قوی اور جوان تھے تو جو کچھ درگاہ رب العزّت سے مانگتے تھے۔ فوراً مل جاتا تھا۔ اس وقت جبکہ بوڑھے اور ضعیف ہو گئے ہیں اور حاجت برآری کے لئے دعا کرتے ہیں تو کام بگڑ جاتا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ حضرت خواجہؒ کو معلوم ہے کہ جب حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام متولّد نہ ہوئے تھے تو اُن کو کسی قسم کی کوشش کے بغیر محراب کے اندر سردیوں کا میوہ گرما میں اور گرمیوں کا میوہ سرما میں مل جاتا تھا حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تو حضرت مریمؑ منتظر تھیں کہ کھانا اسی طرح پہنچتا رہے گا۔ فرمان آیا: وَهُزِّىٓ اِلَيۡكِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَةِ تُسٰقِطۡ عَلَيۡكِ رُطَبًا جَنِيًّا (جاؤ درختِ خرما کی ٹہنیوں کو اپنی طرف ہلاؤ تاکہ تمھارے لئے تازہ کھجوریں گر پڑیں) لہٰذا اُس حالت میں اور اِس حالت میں اس قدر تفاوت ہے۔ خواجہؒ بزرگ رحؒ نے بندہ کے اس جواب کو شرفِ قبولیت بخشا اور پسند فرمایا۔

---

# خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابویزید بن شیخ نجم الدین بن قیام الدین کے فرزند ہیں۔

فوائد الفواد میں شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی زبانی منقول ہے کہ شیخ الاسلام حضرت معین الدینؒ کے پوتے خواجہ احمدؒ نہایت صالح بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ خواجہ احمدؒ نے فرمایا کہ میرے ایک دوست کا یہ دستور تھا کہ وہ نماز مغرب کے بعد دو رکعت نفل حفظِ ایمان کے لئے ادا کرتا تھا۔ اس طریق سے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات بار سورۂ اخلاص اور ایک بار سورۂ فلق، اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سات بار سورۂ اخلاص

اور ایک بار سورۃ الناس پڑھتا تھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں تین بار یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ثَبِّتْنِیْ عَلَی الْاِیْمَانِ ۔ اے خدائے حیّ و قیوم مجھے ایمان پر قائم رکھ، پڑھتا، ایک دفعہ اجمیر کے نواح میں شام ہوگئی چور ڈاکو اپنی کمین گاہوں سے نکل آئے۔ ہم سب تو فرض و سنت ادا کر کے شہر کی جانب چل دیئے لیکن وہ نماز ختم کر کے ہمارے بعد آیا۔ اس کی رحلت کے وقت ہم اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ بارگاہ الٰہی میں اس انداز سے جا رہا ہے کہ باید و شاید، خواجہ احمدؒ نے کہا کہ اگر قیامت کے دن مجھے کرسی قضا کے سامنے لے جائیں تو میں گواہی دوں گا کہ یہ شخص سلامتی ایمان کے ساتھ آیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

---

## خواجہ وحید رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہیں۔

فوائد الفواد میں حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں اور نصیر الدین طالب علم، فرید الحق شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک جوگی آیا اور زمیں بوسی کر کے بیٹھ گیا۔ نصیر الدین نے جوگی سے پوچھا۔ بابا سر کے بال کونسی دوا سے لمبے ہو جاتے ہیں۔ شیخ رحؒ کے حضور میں مجھے یہ سوال سن کر بہت رنج ہوا۔ اتفاق سے شیخ الاسلام خواجہ معین الدین قدس سرہ کے پوتے خواجہ وحید تشریف لے آئے اور شیخ فرید الحق

گنج شکر رح کی خدمت میں ارادت کی التماس کی حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا میں تو خود تمہارے خاندان کی دریوزہ گری سے اس مقام پر پہنچا ہوں میری کیا مجال ہے کہ ارادت کی نیّت سے تمہارا ہاتھ پکڑوں۔ خواجہ وحید نے بڑی منت سماجت کی اور بالآخر مُرید ہو گئے۔ اسی وقت نصیر الدین طالب علم بھی جس نے جوگی سے درازیٔ عُمر کی دوا پوچھی تھی سر منڈا کر مرید ہو گئے اور درویشوں کی صحبتِ بابرکت سے فیض یاب ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

# شیخ بدر الدین سمرقندیؒ

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے ملفوظات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید تھے۔

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ آپ شیخ سیف الدین باخرزی کے خلیفہ ہیں اور شیخ نجم الدین کے صحبت یافتہ تھے۔

سیر الاولیا میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ بہت بڑے بزرگ تھے۔ شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کی صحبت میں راگ سنتے تھے اور بغایت خوبصورت و نیکو سیرت تھے۔
رحمۃ اللہ علیہ

---

# شیخ رکن الدین فردوسیؒ

خواجہ بدر الدین سمرقندیؒ کے مرید ہیں۔ آپ دہلی میں سکونت رکھتے تھے، جب سلطان معز الدین کیقباد نے کیلوکھڑی میں نیا شہر بسایا تو آپ نے بھی شہر سے نکل کر دریائے جمنا کے کنارے بسیرا کر لیا۔ غالباً آپ کے اور شیخ نظام الدین اولیاؒ کے درمیان چنداں محبت واخلاص نہ تھا،

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ آپ کے نوخیز بیٹے اور مرید بار ہا کشتی میں سوار ہو کر گاتے بجاتے شیخ نظام الدین اولیا کے گھر کے نیچے سے گزرا کرتے تھے، ایک دن جب کہ وہ اس حالت میں جا رہے تھے حضرت شیخ رحؒ کی نظر

اُن پر پڑی ۔ انھوں نے باہر جھانک کر کہا ایک وہ ہے جو برسوں سے خونِ جگر پیتا ہے اور اپنی جان کو اس روش پر فدا کر رہا ہے اور دوسرے وہ ہیں جنھوں نے ابھی ہوش سنبھالا ہے اور کہتے ہیں کہ تم کیا ہو جو ہم نہیں ہیں ۔ پھر انھوں نے آستین سے باہر ہاتھ نکالا اور اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خبردار ہو کر جاؤ ۔

شیخ رکن الدین کے بیٹے شور و غوغا مچاتے ہوئے اپنے گھر کے نیچے پہنچے تو انھوں نے چاہا کہ کشتی سے اتر کر دریا میں نہائیں ۔ جونہی کہ وہ پانی میں داخل ہوئے فوراً غرق ہو گئے ۔

---

# شیخ نجیب الدّین فردوسیؒ

حضرت شیخ رکن الدین فردوسیؒ کے مرید ہیں۔ آپکی آخری خوابگاہ حوض شمسی کے مشرق میں ایک بلند چبوترے پر مولانا برہان بلخیؒ کی قبر کے نزدیک ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

# شیخ شرف الدین احمد منیریؒ

ابن یحییٰ منیری، آپ کا شمار ہندوستان کے مشاہیر مشائخ میں ہے۔ آپ کے اوصافِ حمیدہ محتاجِ بیان نہیں۔ گراں قدر تصانیف کے مالک ہیں۔ تمام تصنیفات میں آپ کے مکتوبات زیادہ مشہور ہیں اور ان کا اندازِ نگارش نہایت پاکیزہ ہے۔ ان میں اکثر آدابِ طریقت اور اسرارِ حقیقت مندرج ہیں۔ آپ کے ملفوظات بھی ایک مرید نے جمع کئے تھے لیکن جو لطافت آپ کے مکتوبات میں ہے ان میں نہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے آداب المریدین کی شرح بھی لکھی ہے۔

آپ خواجہ نجیب الدین فردوسی رح کے مرید ہیں مشہور ہے کہ آپ شیخ نظام الدین اولیا رح کے شوقِ بندگی میں دہلی تشریف لے گئے، قضارا آپ کے دہلی پہنچنے سے پہلے شیخ نظام الدین قدس سرہ رحلت فرما گئے۔ شیخ نجیب الدین فردوسی رح وہیں موجود تھے۔ آپ ان کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے فرمایا "درویش! کئی سال سے تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔ میرے پاس ایک امانت ہے جسے تمہارے سپرد کرنا ہے"۔ چنانچہ آپ مرید ہو گئے اور اپنی نعمت لے کر وطنِ مالوف واپس آئے۔ کہتے ہیں کہ آپ آگرہ کے راستے میں ایک بیابان میں ٹھہر گئے اور بیابانی زندگی اختیار کر کے عبادت کرتے رہے۔ برسوں کے بعد وطن کو لوٹے، آپ کا مرقد شریف بہار میں ہے، منیر شہر بہار کا ایک قصبہ ہے۔

مشہور مجموعۂ مکتوبات کے علاوہ شیخ شرف الدین رح کے دیگر مکتوبات بھی ہیں جو آپ نے اپنے مُرید، خلیفہ اور صاحب اسرار شیخ مظفر بلخی کو تحریر کئے تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ مظفر کو پچیس سال کی مدت میں اپنے سلوک میں جو واقعات، معاملات اور حالات پیش آئے ان کے متعلق وہ شیخ رح کی خدمت میں عریضے ارسال کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ رح اُن کے جوابات تحریر فرمایا کرتے تھے۔ بعض مکتوبات کے ذیل میں لکھا ہے کہ میرے مکتوبات میں تمام تر اس برادرِ گرامی کی مشکلات و معاملات کو حل کیا گیا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ ان کو سنبھال کر رکھے تاکہ اسرارِ ربوبیت افشا نہ ہو جائیں۔ اسی لئے جب کبھی آپ کے مرید مکتوبات کے نقل کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کی التماس کرتے تھے تو آپ پیرو مرشد کی وصیت کی محافظت اور اسرارِ الٰہی کے اخفا کی خاطر کسی کو نہ دکھلاتے

اوران کو مُہر لگا کر ارسال کیا کرتے تھے۔ طالبوں اور سالکوں کے مناسبِ حال دو تین مکتوب انتخاب کر کے یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

## مکتوب

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است　　زیرِ آں گنجِ کرم بنہادہ است

خدا نے اس قوم پر جو مصیبت بھی نازل کی ہے اُسکی تہ میں ایک خزانۂ کرم پنہاں ہے۔

برادرِ گرامی امام مظفرؔ کو کاتبِ حروف کے سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ انھیں اپنے کام میں مردانہ وار مشغول رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ شدائدِ امور، کثرتِ ابتلا اور گوناگوں امتحانات کے باعث جو سالک کے راستے میں آتے ہیں کام میں کوئی قصور یا فتور واقع ہو جائے۔ اے برادر عظمتِ انبیا کے بارے میں دیکھا گیا ہے کہ خداوند جل و علا کا کام ایک روش پر نہیں ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندے کو کس راستے سے خوش نصیبی اور کشائش عطا کرے گا۔ از راہِ نعمت، از راہِ محنت، از راہِ عطا یا از راہِ بلا۔ پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو ولادت کے بعد آگ کے تنور میں پھینک دیا گیا، پھر ان کو تابوت میں ڈالا گیا اور دریا کی نذر کر دیئے گئے۔ اس کے بعد دشمنوں کے ہاتھ لگ گئے اور اُنھوں نے ایک قبطی کو مار ڈالا۔ اس قتل کے بعد ان کو غربت میں ڈال دیا گیا اور دس سال تک ریوڑ چراتے رہے۔ ایک تاریک رات آسمان پر سیاہ بادل گھر آئے اور بجلی کوندنے لگی۔ بھیڑیئے باہر نکل آئے اور ان کو دیکھ کر ریوڑ بھاگ گیا۔ حضرت موسےٰ راستے سے بھٹک گئے اور ان کی اہلیہ کو دردِ زہ کی شکایت ہوئی۔ سخت سردی

پڑنے لگی مگر آگ کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ ہر چند چقماق جھاڑتے تھے لیکن آگ نہ نکلتی تھی۔ جب ہر طرح عاجز و درماندہ ہو گئے تو دیکا ایک فتح غیب کا ظہور ہوا اور آواز آئی اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا میں نے آگ دیکھی ہے۔

جب وہ آگ لینے کے لئے وہاں پہنچے تو گلے دیگر شگفت اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی وَاَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ـــ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو کیونکہ تم ایک پاک میدان یعنی طوی میں ہو اور میں نے تم کو منتخب کیا ہے، سو کچھ وحی کی جا رہی ہے اس کو سن لو۔

ہر چہ در خلق سوزی و سازیست — اندراں مر خدائے را رازیست

خلقِ خدا کے درمیان جو سوز و ساز ہے اس میں ضرور خدا تعالیٰ کا کوئی بھید ہے۔

## مکتوب

امام مظفر کو معلوم ہو کہ یہ شعبہ، علم معاملات سے تعلّق نہیں رکھتا بلکہ اس کا تعلق علمِ مکاشفات سے ہے اور علمِ مکاشفات کو تحریر میں لانا ممکن نہیں لیکن جس حد تک بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ موجوداتِ محسوس کو عالمِ ملک کہتے ہیں اور موجوداتِ معقول کو عالمِ ملکوت کہتے ہیں، موجودات بالقوہ کو عالمِ جبروت ۔۔۔ اور جو کچھ اس سے پرے ہے اس کو عالمِ لاہوت کہتے ہیں۔ اس مطلب کو ان الفاظ میں بھی بیان کرتے ہیں کہ ملک، عالمِ شہادت ہے۔ ملکوت، عالم غیب ہے اور جبروت، غیب کا عالم غیب ہے، خداوند جلّ وعلا، غیبِ غیبِ غیب (یعنی غیب کے غیب کا غیب) ہے۔ پھر

اس طرح بھی لکھتے ہیں کہ عالمِ ملک کی لطافتوں کو عالمِ ملکوت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ عالمِ ملکوت انتہا درجے کا لطیف ہے اور عالمِ ملکوت کی لطافت کو عالمِ جبروت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں، کیونکہ عالمِ جبروت انتہا درجے کا "لطیفِ لطیف" ہے، اور عالمِ جبروت کی لطافت کو خداوند جلّ و علا کی ذاتِ پاک کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں ہے کیونکہ ذاتِ پاک خداوند جلّ و علا لطیفِ لطیفِ لطیف ہے۔ عالمِ ملک اور ملکوت کا کوئی ذرّہ ایسا نہیں ہے کہ اس کے ساتھ جبروت نہ ہو اور وہ اسکو محیط نہ ہو۔ اور عالمِ ملک، ملکوت اور جبروت کا کوئی ذرّہ ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ خداوند جلّ و علا نہ ہو اور وہ اس کو محیط نہ ہو اور اس سے آگاہ نہ ہو، وہی لطیف و خبیر ہے کیونکہ وہ لطیفِ مطلق ہے، جب لطیفِ مطلق ہوا تو محیطِ مطلق ٹھہرا، جتنی لطافت زیادہ ہوگی اسی قدر اس کی احاطت زیادہ ہوگی۔ اسی لئے کہا گیا ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ اور نَحْنُ أَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۔ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ ملک تمہارے ساتھ ہے ۔ ملکوت تمہارے ساتھ ہے اور جبروت تمہارے ساتھ ہے اور خداوند علّ و علا تمہارے ساتھ ہے نیز اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ انسانیت کی حقیقت ہی الوہیت کے رازِ حقیقت کی مظہر اور آئینہ دار ہے ؎

| | |
|---|---|
| تا نیاید جانِ آدم آشکار | رہ ندانستند سوئے کردگار |
| رہ پدید آمد چو آدم شد پدید | زد کلید ہر دو عالم شد پدید |

- جب تک انسان کی روح آشکار نہ ہو اس وقت تک کردگار کی طرف جانے کا راستہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب آدمی کی خودی ظاہر ہو گئی تو راستہ بھی ظاہر ہو گیا اور اس سے دونوں جہان کی کلید مل گئی۔

اس سے زیادہ اور لکھا جائے حضورِ قلب میں ہمیں دعائے ایمان سے یاد فرمائیں۔ والسلام۔

## مکتوب

مراسلۂ گرامی ملا۔ شور وغوغا کی انتہا نہ تھی۔ اے برادر! جب لوگوں نے امام شبلیؒ سے پوچھا مَا صِفَتُ الْعَارِفْ۔ عارف کی صفت کیا ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ پس ہمیں اس شور وغوغا سے کوئی فائدہ نہیں، لبوں کو بند کر لینا چاہیئے اور اس قول کے اندوہ میں جل جانا چاہیئے اور اپنے آپ کو ماتم و مصیبت میں مبتلا کرنا چاہیئے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ جس قدر بھی شور وغوغا پیدا ہو اس کو ایسے ضبط کیا جائے کہ معلوم تک نہ ہو۔ اس ملک کے خداوندوں کی یہی روش ہے جب تک وہ دنیا میں رہے اس قول کے اندوہ و ماتم میں رہے اور جب دُنیا کو چھوڑ کر گئے تو اس اندوہ اور اس قول کو ساتھ لے کر گئے جو آج قبروں میں سوئے پڑے ہیں اور کل قبروں سے اٹھیں گے۔۔ اسی قول کے ساتھ اٹھیں گے۔۔۔۔

اے برادر، لکھنا اور بولنا سب پردے کے باہر ہی باہر ہے۔ پردے کے اندر تو یہ ہے۔

رُباعی

چوں سرِ ازل طعمۂ ابدال شود ۔۔۔ آں جملہ قیل وقال پامال شود
ہم مفتیٔ شرع را جگر خوں گردد ۔۔۔ ہم خواجۂ عقل را زباں لال شود

– جب اسرارِ ازل، ابدال صفت لوگوں کا لقمہ بن جاتے ہیں تو سب قیل وقال ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت مفتیٔ شریعت کا جگر خون ہو جاتا ہے اور صاحبِ عقل کی زبان بند ہو جاتی ہے۔

# شیخ حسین علیہ الرحمتہ

ابن معز بلخی مشہور یہ ہے کہ اپنے حقیقی چچا شیخ مظفرؒ کے مرید اور خلیفہ تھے لیکن آپ کے کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت شیخ شرف الدین قدس سرہ سے ارادت تھی اور تربیت ہارشاد و خلافت شیخ مظفر سے پائی۔ ابتدائے حال میں دہلی میں تعلیم و تعلم کا شغل جاری رہا۔ بعد میں جاذبہ حق سے جو فقر و درویشی کا باعث ہوتا ہے آپ نے حجاز کا سفر اختیار کیا اور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس سعادت کو جو تمام مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن مالوف میں واپس آئے۔

آپ کے مکتوبات بھی مشہور ہیں جو شیخ بزرگ حضرت شرف الدینؒ کے مکتوبات کی طرز پر لکھے ہیں اور جن میں اسرارِ توحید کا بیان ہے اور انسان کو ترک و تجرید کی طرف مائل کیا ہے، مکتوبات کی زبان لطیف اور پیرایۂ بیان عجیب ہے۔ ان میں سے دو ایک یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے آپ کے حالات پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے۔

## مکتوب

یہ بیچارہ عنفوانِ شباب اور تحصیلِ علم کے دوران میں گناہگاری اور ذلت کے دوزخ میں اور ہوا و ہوس کے بیابانوں میں قوم بنی اسرائیل کی طرح حیران و سرگردان تھا، اچانک حضرت شیخ مظفر مرحوم کو حجاز کا سفر پیش آیا۔ وہ اس غلام کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے اور پانچ سال تک شبانہ روز تربیت و ارشاد کے ذریعے اس فقیر کی خفاش صفت آنکھوں کو معارف و حقائق کا جلوہ دکھاتے رہے۔ ہر چند یہ عاجز کسی قابلیت کا مالک نہ تھا لیکن جیسا کہ انبیاؑ کے قُربِ زمانی کا پورا اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح اُن کے قُربِ مکان کا بھی کامل اثر مسلّم ہے۔ لہٰذا اس تاثیر کی بدولت قابلیت پیدا ہوگئی اور جو کچھ اس عاجز نے دیکھا اور جانا وہ اس حدیث کے سوا اور کسی طرح بیان نہیں کیا جا سکتا۔

لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلاً وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا

اگر جانتے ہو تم وہ چیز جو میں جانتا ہوں البتہ ہنسو تم تھوڑا اور روؤ تم زیادہ،

بعد ازاں جب قضائے ازل سے ہندوستان آیا تو اس معنی میں فتور اور اس مطلب میں قصور واقع ہوگیا۔ اس وقت حسرتِ نایافت میں بیس برس ہونے کو آئے ہیں اور طاقت ختم ہو چکی ہے۔ جب شب ہائے فراق تے خستہ

و درماندہ کر دیا تو میں نے کہا۔ اے رب میں کس وسیلے سے اور کس ذریعے سے وہ دولت حاصل کروں کہ اس ملک میں دُنیا حسب مراد ہو جائے اور فلک غلام ہو جائے۔ سرائے ہجر میں جلائی کے ساتھ مقام کرنا اور آشنائی سے ہٹ کر بیگانگی میں بسر کرنا۔ شرطِ محبت اور الفائے دوستی نہیں ہے

بیچارہ دلم شکستہ تا کے باشد　　وز زخمِ فراق خستہ تا کے باشد
در آرزوئے کسی کہ بے او خوش نیست　　برخیز و بگو نشستہ تا کے باشد

میرا دلِ بیچارہ کب تک شکستہ اور زخمِ فراق سے خستہ رہے گا۔ اس شخص کی آرزو میں جس کے بغیر وہ مسرتوں سے محروم ہے آخر کب تک بیٹھا رہے گا۔

ہر کہ در سر ہوس چوں تو غزالی دارد　　عاقبت سر بہ بیاباں بنہد چوں سعدی

جس کے سر میں تجھ ایسے غزالِ رعنا کا سودا ہو آخر وہ سعدی کی طرح کوہ و بیابان کا راستہ نہ لے تو اور کیا کرے۔

## مکتوب (صاحبزادے کو نصیحت)

قاضی امجد کو معلوم ہو کہ اس نے کچھ کہنے اور فوائد تحریر کرنے کی فرمائش کی تھی جن کا غائبانہ مطالعہ انیسِ خاطر ہو اور سرورِ قلبی کا باعث ہو۔ ہمارے بزرگوں نے لکھنے اور کہنے کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ تاہم راقم الحروف صرف وصیت کرتا ہے کہ تو ہمیشہ اپنے نفس کا دشمن بن کر رہ اور ہر وقت اپنی ہمت کو خواہشوں کے خلاف چلنے میں صرف کر۔ کام کو غنیمت سمجھ اور وہ کام یہ ہے کہ دائم اپنے درِ دل کی پاسبانی کرتا رہ۔ جو وقت یادِ حق میں گزرے اس کو اسلام سمجھ اور جو وقت اس سے غفلت

میں گزرے اس کو کفر خیال کر محض عبرت کے طور پر نہ کہ اعتقاداً - اس قدر تو دشمن کے دفعیہ کے لئے لکھا گیا اپنے جسمانی اعضاء کو صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک رکھو اور توبہ کی تجدید اور ایمان کی تازگی کے لئے شب و روز اپنے دل کی غم خواری کرو اور جو وظائف اس فقیر سے حاصل کئے ہوئے ہیں ان پر عمل کرو، ہر کام کی اصل توبہ ہے اور توبہ کے مقامات کی کوئی انتہا نہیں، ہمارے اور تمہارے لئے یہی ایک اہم ہے کہ اپنی آنکھوں، کانوں، ہاتھوں اور زبان کو گناہ اور جھوٹ سے پاک رکھیں اور دن رات اسی جستجو میں رہیں کہ آیا آج زبان پاک رہی یا نہیں، اسی طرح یہ دیکھیں کہ اعضا میں سے کونسا عضو پاک رہا اور کون سا پلید ہوا - جو عضو پلید ہو گیا ہو اس کیلئے توبہ اور تجدید ایمان کر کے خدا کے حضور میں واپس جائیں ، اگر تو اپنے آپ کو اس غم میں مشغول رکھے اور اسی فکر اور اندیشے میں لگا رہے تو تمام دنیا کی عبادت تیرے نام لکھدی جائے گی ، - اس زمانے میں جس کسی کو لقمۂ حلال کھانا اور اعضاء و جوارح کو گناہوں سے پاک رکھنا نصیب ہو جائے وہی ہمارے وقت کا جنید ہے، اگر تم انصاف سے دیکھو تو یہی حاصلِ کلام اور خلاصۂ کار ہے - باقی سب کچھ نقش بر آب ہے، اگر یہ مقصد اور یہ دولت حاصل ہو جائے یا جب کبھی ہاتھ آئے تو اس وقت شکرِ نعمت ضروری ہو جاتا ہے اور جب یہ مقصود حاصل نہ ہو تو اس وقت توبہ ضروری ہوتی ہے - آج جو شخص پیغمبر صلعم کے صراطِ شریعت پر ثابت قدمی سے چلتا رہا بکل صراطِ حقیقی سے بھی بسلامت گزر جائیگا، جو کوئی شرع پر چلنے میں لغزش کھا گیا رہا اشتبہ وہاں بھی لغزش کھائے گا -

دوزخ وجنّت ازینجا می برند　　　راحت ومحنت ازینجا می برند

لوگ دوزخ وجنّت اور راحت وعذاب تو اسی دنیا سے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں،

جہاں تک ہو سکے شرع کے دائرے میں ثابت قدم اور استوار رہ تاکہ ظاہری اور باطنی سعادت حاصل ہو۔ زندگی فسق وفجور میں گزر گئی۔ مدّت العمر دو رکعت نماز نصیب نہ ہوئی جو ربِ عزّ اسمہ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہو اور روزہ کا ایک دن کہ جسے صوم کہا جا سکے نصیبِ زندگی نہ ہوا۔ وقتِ صبح مسلمان اٹھنا، تمام دن گناہ گاری میں بسر کرنا اور سوتے وقت اسلام لے آنا، یہ ہے مشغلۂ حیات۔

رُباعی

فسق ست وفجور کارِ ہر روزۂ ما　　　پُر شد زحرام کاسہ وکوزۂ ما

می خندد رُوزگار و می گرید عمر　　　بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

فسق وفجور کی زندگی ہمارا شیوہ ہے۔ ہمارا اکل وشرب حرام ہی حرام ہے، ہماری عبادت، نماز اور روزے پر زمانہ خنداں ہے اور زندگی گریاں ہے۔

آج بندگی اور عبادت کا غم نصیب نہیں ہے۔ ہر گھڑی یہی فکر دامنگیر ہے کہ تجدیدِ ایمان کے لئے کلمۂ شہادت نہ بھول جائے۔ اگر اس لسانی ایمان اور زبانی توحید کی توفیق ہو اور دمِ آخریں کلمہ کے ساتھ نکلے تو سمجھو کہ میدان فتح ہو گیا۔

شعر

در مجلسِ وصالت خُمہا کشند مرداں　　　چوں دورِ خسرو آید مے در سبُو نماند

تیری بزمِ عیش میں لوگ خُم کے خُم پیتے ہیں، مگر جب خسرو کی باری آتی ہے تو جام وسبو شراب سے خالی ہوتے ہیں۔

زندگی انجام کو پہنچ گئی۔ اکھتّر برس گزر گئے، مزید مہلت کی امید نہیں رہی، ایک عزیز دوست ہے جو اپنی مشغولی اور فراغت کی زکوٰۃ میں جس دن اور جس وقت اُسے خیال آئے شیخؒ کی محبّت میں اس مفلس، بلبنوا، بت پرست اور نفسِ امّارہ کے قدیمی گرفتار کے حق میں ایمان وسلامتی اور خیر وعافیت کی دُعا کرتا ہے۔

---

# شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ

پانی پت میں سکونت رکھتے تھے ۔ ابو علی قلندر کے نام سے بھی مشہور ہیں ،
آپ کا شمار مشہور مجذوب اولیا میں ہے ۔ کہتے ہیں کہ آپ نے اوائل حال میں
علم حاصل کیا اور مجاہدہ و ریاضت کا طریقہ اختیار کیا ، آخر کار مجذوب ہو گئے
اور سب کتابیں دریا برد کردیں ۔ آپ کی ارادت مشائخ مشہور میں سے کسی
کے ساتھ منسوب نہیں ہے ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ
قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ارادت رکھتے تھے اور بعض کا خیال ہے کہ آپ کا
روحانی تعلق حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے تھا ۔ ان میں سے کسی روایت

کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

آپ کا ایک مکتوب مشہور ہے جو عشق و محبت کی زبان میں توحید، ترکِ دنیا، طلبِ آخرت اور محبتِ مولیٰ کے معارف و حقائق سے لبریز ہے اور اختیار الدین کے نام لکھا ہوا ہے۔ آپ کا ایک اور رسالہ عوام میں مشہور ہے، اس کو حکم نامہ شیخ شرف الدین کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ عوام کی اختراع ہے واللہ اعلم۔

منقول ہے کہ ایک وقت آپ کی مونچھوں کے بال بہت بڑھ گئے تھے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپ سے مونچھوں کے کٹوانے کی فرمائش کرے۔ مولانا ضیاء الدین سنامی جو شریعت کے زبردست حامی تھے قینچی لے کر پہنچے اور آپ کی ڈاڑھی ہاتھ میں پکڑ کر مونچھوں کے بال کاٹ ڈالے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد شیخ رح ہمیشہ اپنی ڈاڑھی کو چوما کرتے اور فرماتے کہ یہ شریعت محمدی صلعم کے راستے میں پکڑی جا چکی ہے۔ آپ کا روضہ مبارک پانی پت میں ایک پر فیض اور پر حالت مقام پر واقع ہے۔ اسی جگہ ایک اور قبر ہے، جو اُن کے محبوب اور مرید مبارک خاں کی بیان کی جاتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

## مکتوب

اے برادر جب عنایتِ الٰہی تیرے شاملِ حال ہو اور تجھے جذبہ عطا کیا جائے اور تجھ کو تیری "توئی" سے جدا کر دیں اس وقت تمہارے اندر عشق داخل ہوتا ہے اور تمہیں جلوہ حسن دکھاتا ہے۔ جب تو حسن کو جان لے گا تو معشوق کو پہچانے گا اور معشوق پر عاشق ہو جائے گا۔ جس وقت عاشق سے معشوق مل

جائے تو وہ سنّت معشوق اور فریضۂ عاشق کو ملحوظ رکھے ۔ اس وقت معشوق اور عاشق میں تمیز ہو سکے گی ۔ اے برادر معشوق بھی تمہاری ہی شکل و صورت میں پیدا کیا گیا ہے اور تمہارے درمیان بھیجا گیا ہے تاکہ تمہیں صحیح راستے کی طرف بلائے ۔ اے برادر، حضرت باری عزّ و جلّ نے بہشت اور دوزخ بنائے اور فرمایا کہ ہر دو کو پر کیا جائے گا ۔ معشوق کو اس کے عاشقوں کے ہمراہ بہشت میں جگہ دوں گا اور شیطان کو اس کے پیرؤوں کے ساتھ دوزخ میں ڈالوں گا ۔ اے برادر بہشت اور دوزخ میں عاشق کے سوا اور کوئی نہیں ہے ۔ دونوں عاشق کے حُسن سے پیدا ہوئے ہیں اور دونوں میں کسی دوسرے کو جگہ نہیں دی جائیگی، بہشت دوستوں کے ساتھ وصال کا مقام ہے اور دوزخ دشمنوں کے لئے فراق کی جگہ ہے ۔ کافروں اور منافقوں کے لئے فراق اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں اور دوستوں کے لئے وصال ہوگا ۔ اے برادر، دل کی آنکھیں کھول اور بغور دیکھ اور جان لے کہ عاشق نے اپنے عشق سے تیرے لئے کیا کیا پیدا کیا اور کیسے کیسے نظّاروں کا سامان کیا، اس نے اپنے حُسن سے ہر درخت کو آراستہ کیا اور گوناگوں میوے پیدا کئے ۔ ہر میوے میں ایک نئی قسم کا مزہ رکھا، اس درخت کو نہ اپنی خبر ہے نہ پھول کی اور نہ میوے کی ۔ تمہارے لئے شیریں نیشکر پیدا کیا اور اس کو اپنی شیرینی کا پتہ نہیں ۔ ہرن کے پیٹ میں مُشک پیدا کیا اور وہ صرف تمہارے لئے ہے، ہرن کو مُشک کی خبر نہیں، تمہاری خاطر سمندری گائے سے عنبر پیدا کیا اور گائے کو عنبر کی خبر نہیں، مُشک بلاؤ سے تمہارے لئے خوشبو پیدا کی اور مُشک بلاؤ کو اس کی

خبر نہیں، تمہارے لئے درخت سے کافور پیدا کیا اور درخت کو کافور کا پتہ نہیں، تمہاری خاطر صندل پیدا کیا اور صندل کو اپنی خبر نہیں، اے برادر عاشقی اختیار کر، دونوں جہان کو معشوق کا حسن تصور کر اور خود کو معشوق کا حسن سمجھ۔ عاشق نے اپنے عشق سے تیرا ملک وجود بنایا تا کہ تیرے آئینے میں جمال حسن دیکھے اور تجھے محرم اسرار بنائے۔ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ ۔ انسان میرا راز ہے۔ تیری ہی شان میں کہا گیا ہے، پس عاشق بن، ہمیشہ حسن کو دیکھتا رہ، دنیا اور عقبیٰ کو پہچان، یہ جان لے کہ عقبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مالک ہے اور دنیا شیطان کا ملک ہے۔ دونوں کی آفرینش اور انجام کا مقصد معلوم کر۔

اے برادر نفس کو اچھی طرح سمجھ۔ جب تو اپنے نفس کو جان لے گا تو دنیا کو پہچان سکے گا۔ اگر تو روح کو پہچان لے تو عقبیٰ کو پہچان لے گا۔ اے برادر دنیا میں جو حسن کفر کو دیا گیا ہے عاشق ہی جانتے ہیں کہ اس نے کفر کو اپنے عاشقوں کے سامنے کیا آراستہ کیا ہے، جو کوئی دنیا کا عاشق ہے اس کا معشوق کفر کا حسن ہے۔ اے برادر تجھے کیا معلوم کہ جو غمزۂ حسن، کفر کو دیا گیا ہے اس نے دنیا والوں پر کیسے تیر چلائے ہیں۔ اور ان کو اپنا عاشق بنا لیا ہے۔

اے برادر! اپنی طلب میں رہ اور اپنے آپ کو پہچان، جب تو اپنے نفس کو پہچان لے گا تو عشق کو جان لے گا، عاشق ہو کر معشوق کو اپنے آغوش میں دیکھے گا اور حسن کا معائنہ اپنے دل کے آئینے میں کرے گا۔

آں شاہدِ معنی کہ ہمہ طالبِ اویند ہم اوست کہ چادرِ نو ساختہ سرپوش

دربادیۂ ہجر چرا بند بمانیم　　　در عینِ وصالیم نگارست در آغوش

؎ شاہدِ معنی جو سب کا مطلوب و مقصود ہے۔ اس نے تمہاری ہی چادر اوڑھ رکھی ہے۔ ہم بادیۂ ہجر میں کیوں مقیّد رہیں، ہم تو عینِ وصال میں ہیں اور نگار ہمارے آغوش میں ہے۔

---

# شیخ عثمان سیّاحؒ

شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ کے مُرید ہیں۔ اصلی وطن دہلی ہے۔ آپ نے بہت سیر و سیاحت کی اور پھر اپنے وطن کو لوٹ آئے۔ صاحبِ ذوق و سماع تھے، بارہا حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کی مجلس میں شریک ہوتے اور رقص و سماع فرماتے رہے۔

آپ کا روضہ قدیم دہلی میں ہفت پُل کے قریب ہے جو سلطان محمد عادل نے تعمیر کرایا تھا۔

## شیخ ابوبکر موئی تاب رح

بدایوں کے رہنے والے تھے۔ حضرت ضیاء نخشبی رح اپنی تصنیف سلک سلوک میں لکھتے ہیں شیخ ابوبکر موی تاب رح جو موبمو مشغول بحق تھے اس عالمِ خاک سے عالمِ پاک کو جانے والے تھے کہ یہ بندہ نخشبی اُن کی عیادت کو گیا۔ دیکھا کہ یہ شعر جس میں ہزاروں اسرار مخفی ہیں ہر لحظہ اُن کی زبانِ مبارک پر رواں ہے بیت

قالب چو غبارست میانِ من و تو　　امید کہ آئینک ازمیان برخیزد

یہ قالب تیرے اور میرے درمیان غبار کے مانند ہے، امید کہ یہ پردۂ غبار ابھی درمیان سے اُٹھ جائے گا۔

# شیخ شہاب الدینؒ

حق گو آپ کا لقب تھا۔ شیخ فخر الدین زاہدی کے صاحبزادے تھے۔ حق گو اسلئے کہتے تھے کہ سلطان محمد بن تغلق نے حکم دے رکھا تھا کہ مجھے محمد عادل کے نام سے پکارا جائے۔ آپ نے اُس کے سامنے اس حکم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ظالموں کو عادل نہیں کہہ سکتے، اس پر سُلطان محمد نے حکم دیا کہ آپ کو دہلی کے قلعہ پر سے نیچے پھینک دیا جائے، مزار شریف بھی قلعہ کے دامن میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# سیّد محمد گیسو درازؒ

ابن یوسف الحسنی دہلوی، آپ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے براہِ راست خلیفہ ہیں۔ سیادت، علم اور ولایت میں جامع تھے۔ شانِ عظیم، رتبۂ بلند اور کلامِ عالی رکھتے ہیں۔ مشائخ چشت کے درمیان آپ کا ایک خاص مشرب اور اسرارِ حقیقت کے بیان میں ایک مخصوص طریقہ ہے۔ ابتدائے حال میں دہلی میں تشریف فرما تھے۔ حضرت شیخ چراغ دہلیؒ کے رحلت فرما جانے پر دکن چلے گئے اور بہت مقبولیت حاصل کی۔ اس علاقے کے تمام لوگ آپ کے مطیع و حلقہ بگوش ہو گئے، وہیں آپ نے اس دارِ فانی کو الوداع کہی۔

آپ سید گیسو دراز کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک بار آپ نے اپنے مرشد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رح کی پالکی دوسرے مریدوں کے ساتھ مل کر اٹھائی۔ آپ کے بال بڑے بڑے تھے اس لئے پالکی کے پایہ میں اُلجھ گئے۔ غایت تعظیم اور مرشد کے عشق و محبّت میں استغراق کے باعث بالوں کو باہر نہ نکال سکے اور اسی حالت میں پالکی کو کندھے پر رکھ کر بہت دُور نکل گئے۔ جب حضرت شیخ نصیر الدین رح کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور آپ کے صدقِ عقیدت اور حسنِ صفت پر آفرین کہی، پھر اسی وقت یہ شعر پڑھا بیت

ہر کُو مرید سید گیسو دراز شد　　واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

جو شخص سید گیسو دراز کا مُرید ہوا واللہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ عشقباز ہو گیا۔

جوامع الکلم آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آپ کے ایک ہم نام مُرید محمّد نے مرتّب کیا تھا۔ اس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے فرمایا تم جب بھی میرے پاس آتے ہوئے وقت آتے ہو، میں اس وقت ملول ہوتا ہوں۔ البتہ میرا جی چاہتا ہے کہ تم سے کچھ بات چیت کروں۔ اس وقت میری عمر صرف پندرہ سال کی تھی، یہ سُن کر مجھے حیرت ہوئی اور میں نے کہا سبحان اللہ حضرت خواجہ رح ہم سے بھی کوئی بات کرنا چاہتے ہیں زہے قسمت۔

ایک بار اشراق کے بعد پابوسی کے لئے حاضر ہوا حضرت خواجہ رح نے فرمایا صبح کی نماز کے لئے جو وضو کرتے ہو کیا وہ طلوعِ آفتاب تک باقی رہتا ہے۔ میں نے عرض کی۔ جی ہاں حضور کے صدقہ میں باقی رہتا ہے، فرمایا۔ اچھّا ہو جائی وضو سے دو رکعت

اشراق بھی پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کی۔ آپ کے صدقہ میں پڑھوں گا۔ پھر فرمایا اسی کے ساتھ دو رکعت شکر النہار اور استخارہ بھی پڑھ لیا کرو۔ میں نے چند روز اس کی پابندی کی، پھر ایک روز ارشاد فرمایا دو رکعت اشراق پڑھا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا بلا ناغہ پڑھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، اگر اس میں چاشت کی چار رکعت ملا دیا کرو تو نماز چاشت بھی ہو جایا کرے گی، میں نہیں کہتا کہ پھر کسی وقت پڑھو بلکہ بعد اشراق اسی وقت چاشت پڑھ لیا کرو تو یہ بھی ہو جائے گی۔

میں ہمیشہ رجب میں روزے رکھا کرتا تھا۔ ایک بار پوچھا کیا تم رجب میں روزے رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، پھر پوچھا شعبان میں بھی۔ میں نے کہا شعبان میں نو روزے رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ اگر اکیس دن اور رکھ لیا کرو تو پورے تین مہینے کے روزے ہو جایا کریں گے۔ میں نے گذارش کی۔ آپ کے صدقہ میں رکھوں گا۔ میں نے اپنے والد بزرگوار سے کہا جو اس وقت تک حضرت شیخؒ سے بیعت نہیں ہوئے تھے۔ وہ مجھ پر برہم ہوئے اور کچھ سخت باتیں کہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا آپ جو چاہیں کہیں، لیکن شیخ نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرنے سے باز نہیں آؤں گا۔

میں رمضان کے بعد شش عید کے چھ روزے بھی رکھا کرتا تھا، ہی ایام میں ایک روز قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا، ارشاد فرمایا۔ ہمارے خواجگان صوم داؤدی نہیں رکھا کرتے بلکہ صوم دوام رکھتے تھے، اس کے بعد تم بھی صوم دوام رکھا کرو۔

نیز اس میں لکھا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا، خواجہ محمود لقا مولانا برہان الدین غریب کے دوستوں میں سے تھے، وہ اوپر میں بیٹھ کر رسالہ قشیری کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اس وقت میں بہت چھوٹا تھا۔ خواجہ راجا وہاں آئے اور بیٹھ گئے۔ بحث یہ

ہو رہی تھی کہ حاتم اصم کا قول ہے جب تک کوئی تین موتوں کا مزہ نہ چکھ لے اس کو مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مرگِ سفید، مرگِ سرخ اور مرگِ سیاہ۔ مرگِ سفید بھوک ہے، مرگِ سرخ تحمّل اور مرگِ سیاہ فقر ہے، خواجہ راجلے نے مجھ سے ازراہِ امتحان پوچھا کہ موت، سفید، سرخ اور سیاہ کس طرح ہو سکتی ہے، میں نے جواب دیا بھوک کا تعلّق صفا و پاکیزگی سے ہے اس لئے یہ موت سفید ہے۔ تحمّل میں خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں کیونکہ غضب کی حالت میں خون انتقام کے لئے جوش مارتا ہے اور غضب کو فرو کرنا بُرد باری ہے اس لئے یہ موت سُرخ ہے۔ لیکن فقر کے بارے میں جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن ــــ فقر کا چہرہ دونوں جہان میں سیاہ ہے ــــ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فقیر لوگوں کے درمیان شرمندہ، خجلت زدہ اور شکستہ حال ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ موت سیاہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسلمان کے لئے موت بہتر ہے یا زندگی، بعض نے حیات کو اچھا کہا ہے اور بعض نے ممات کو لیکن میری رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں حیات بہتر تھی اور اُن کے بعد موت بہتر ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم صوفیوں کے مشائخ عاشق تھے۔ اگرچہ شیخ شہاب الدین قدس سرہٗ اور اُن کے مریدین بہت بڑے واصل اور عارف بزرگ گذرے ہیں مگر عشق کی دُنیا ہی اور ہے۔

ایک مرتبہ فقیہوں کی صوفیوں سے مخالفت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس جماعت سے صوفیوں کی نجات اسی صورت میں ہو سکتی ہے

کہ وہ اپنے آپ کو ان جیسا خیال کریں اور ان کے درمیان انہی کے مانند بنکر رہیں۔
آپ سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا مطلب ہے اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ الْاَکْبَر۔ علم خدا کا سب سے بڑا حجاب ہے ۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے ماسوا سب کچھ حجاب ہے۔ دوسرے حجابات سب کے سب قبیح اور کثیف ہیں مگر علم ایک لطیف حجاب ہے اور اس کا اٹھنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ علم سے مراد علمِ نحو، صرف، حدیث، فقہ اور تفسیر نہیں ہے۔ اس سے مراد علم باللہ ہے جو ذاتِ باری اور صفاتِ باری تعالیٰ کا علم ہے جس کی بنا دلیل و بُرہان پر نہیں بلکہ کشف و مشاہدہ پر ہو۔

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے اندر آفت ہے۔ عشق کی دو آفتیں ہیں۔ ایک آفتِ ابتدا اور دوسری آفتِ انتہا۔ آفتِ ابتدا یہ ہے کہ عاشق پر معشوق کا غمِ عشق اور غمِ طلب اس قدر طاری ہو کہ اس کی تمام ذات کو محیط ہو جائے۔ کچھ مدّت وہ اسی حال میں رہے تا آنکہ اس کو اس میں کافی لذت حاصل ہو اور محبوب کے وصال کا کوئی راستہ نظر نہ آئے اور وہ جان لے کہ درد و غم کے سوا اور کچھ نقدِ حیات نہیں۔ ناچار اسی حالت پر قائم رہے۔ مرورِ ایّام کے بعد درد و غم اس کی طبیعت کا جزو بن جائے گا اور وہ اس کا عادی ہو جائیگا، اس سے ذوق جاتا رہے گا اور وہ لذّتِ وصل اور المِ فراق دونوں سے عاری ہو جائے گا۔ اس طرح عشق کی جلن دور ہو جاتی ہے اور وہ سرد ہو کر اپنی جگہ پر رہ جاتا ہے اور ہر شے سے بے تعلّق ہو جاتا ہے۔ انجام کار اس کو خسران و حرماں کا سامنا ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ آفتِ انتہا یہ ہے کہ

جب عاشق کو معشوق کا وصال حاصل ہو تو وہ وصال کی لذتوں میں محو ہو جائے اور اس کے باطن سے فراق کی سوزش اور ہجر کا رنج دور ہو جائے۔ مرورِ ایام کے بعد وصال اس کی طبیعت اور عادت میں داخل ہو جاتا ہے جس سے ذوقِ وصال کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ان حالتوں کا مقصد محبوب کے ذوق، خوشی اور راحت کے سوا کچھ نہیں، وہ حال کس کام کا جس میں ذوق نہ ہو اور وہ فراق کس کام کا جس میں لذتِ الم نہ ہو، آدمی سرد ہو جاتا ہے اور وہ ہر شے سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عشق دور ہو جاتا ہے اور وہ محبوب کے ذوقِ جمال سے محروم ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اگرچہ عاشق، وصال سے ہمکنار ہوتا ہے لیکن ذوق سے جو اس کی راحت کا باعث ہو سکتا ہے بیگانہ ہوتا ہے۔ محض وصال کسی کام کا نہیں۔ لیکن عشق برخوردار وہ ہے کہ ابتدائے حال میں عاشق لذتِ فراق، ذوقِ الم اور غمِ ہجراں میں مشغول رہتا ہے اور آخر میں جتنا اس کا وصال زیادہ ہو جاتا ہے اتنا ہی ذوق بڑھ جاتا ہے، جب طلب زیادہ ہو جاتی ہے اور درد پر درد بڑھنے لگتا ہے تو ذوق حاصل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی عاشق کے لئے کہتے ہیں کہ اس کا انجام بخیر ہوگا۔ اس نے عشق سے فائدہ حاصل کیا اور کامل حظ اٹھایا، اگرچہ عارفوں کے نزدیک یہ نقصان ہے لیکن ذوق اسی میں ہے کہ کمال یا نقصان سے بے نیاز ہو۔ عوارف میں لکھا ہے کہ کامل کو سماع کا ذوق نہیں ہوتا۔ لیکن کاملی یہ ہے کہ عاشق انتہائے عشق کی آفت سے ہمکنار ہوا جو اس کو اپنے آپ سے لے گئی، وصال اس کی طبیعت کا جزو بن گیا، عادت پڑنے پر ذوق جاتا رہا اور وہ سرد ہو گیا۔ وہ ممدوح جو آفت سے ناآشنا ہو اس کی انتہا یہ ہے جس کا اشارہ اس

بیت میں کیا گیا ہے ؎

عجبی نیست کہ سرگشتہ بود طالبِ دوست
عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

اس میں کوئی تعجب نہیں کہ دوست کا طالب آشفتہ و سرگردان ہو، تعجب تو یہ ہے کہ میں دوست سے واصل بھی ہوں اور سرگردان بھی۔

میر سیّد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام کتاب اسمار ہے، اس میں آپ نے رمز و ایما اور اشارہ و کنایہ سے تصوّف کے حقائق و معارف بیان فرمائے ہیں۔

---

# سیّد محمدؒ بن جعفرؒ

المکّی الحسینی، حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے ممتاز خلفا میں سے ہیں توحید و تفرید میں عالی مقام رکھتے تھے۔ آپ کا شمار اولیاء اللہ میں ہے۔ جو کچھ آپ نے اپنے ظاہری و باطنی احوال کے بارے میں تحریر کیا ہے اس کو پڑھ کر عقل حیران ہے، اگر ان واردات کو بے شائبہ تاویل تسلیم کر لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے زمانے کے کاملین میں سے تھے قدس اللہ سرہٗ

آپ کی ایک تصنیف بحر المعانی ہے، اس میں بہت سے حقائقِ توحید، علوم قوم اور اسرارِ معرفت بیان کئے ہیں۔ مستانہ وار باتیں کرتے ہیں۔ اس کتاب میں دو ادر

کتابیں دقائق المعانی اور حقائق المعانی لکھنے کا وعدہ کرتے ہیں، خدا جانے یہ عالمِ تحریر میں آئیں یا نہیں۔ ان کے علاوہ آپ کی اور تصانیف بھی ہیں۔ ایک رسالہ، رمحہ کے بیان میں لکھا ہے، ایک رسالہ پنج نکات ہے اور ایک تصنیف بحرالانساب نام کی ہے۔ اس میں اہل بیتِ رسالت کے حسب نسب کا بیان ہے اور ان کے ساتھ اپنے آبا و اجداد کی نسبت قلمبند کی ہے۔

آپ کثیر الدعوی بزرگ ہیں اور آپ کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا دعوی حقیقت پر مبنی ہے۔ آپ نے بڑی عمر پائی۔ سلطان محمد تغلق کے عہدِ حکومت سے سلطان بہلول کے زمانے تک بقیدِ حیات تھے۔ سن شریف سو سال سے متجاوز تھا۔ آپ کے آبائے کرام مکہ معظمہ کے اشراف میں سے تھے۔ وہاں سے دہلی آئے اور پھر سرہند میں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ کا مزار بھی اسی شہر میں ہے۔

بحرالمعانی میں لکھتے ہیں کہ میں ساٹھ سال علومِ ظاہری کی تحصیل میں لگا رہا اور کسب کمالات میں سرگرم رہا۔ اس دوران میں محبوبِ ازل اور مقصودِ حقیقی سے غافل تھا، اب تیس برس ہوئے ہیں کہ "می بینم آنچہ دیدہ می نماید و می شنوم آنچہ گوش می شنواید"۔ یعنی جو کچھ میری آنکھیں دیکھتی ہیں اس کو بچشمِ دل دیکھتا ہوں اور جو کچھ میرے کان سنتے ہیں اس کو بگوشِ ہوش سنتا ہوں

کتاب بحرالمعانی میں آپ نے ابدال، اوتاد، اقطاب، افراد اور تمام رجال اللہ اور اُن کے اعداد، اسامی، مراتب، اوراد، اعمار، احوال اور قسمیں اس طریقے سے تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہیں کہ اس سے زیادہ تصوّر میں نہیں آ سکتا، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سب سے ملاقات کی ہے اور ہر ایک سے نعمت

حاصل کی ہے اور سب کے مقامات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ ۳۵۰ ابدال اور ہیں اور فقیر نے چشمہ نیل کے پہاڑ پر ان سے ملاقات کی ہے۔ وہ پہاڑ میں سکونت رکھتے ہیں، درختوں کا گوند اور بیابان کے کیڑے مکوڑے ان کی خوراک ہے۔

ایک جگہ فرماتے ہیں اے محبوب قطبیت کے مقام میں تمام اولیاء میں سے دو شخص معشوقی کے درجے پر پہنچے، اور یہ مقام کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ اے محبوب وہ دو شخص کون ہیں، ایک شیخ عبدالقادر جیلانیؓ اور دوسرے شیخ نظام الدین بدایونیؒ، یہ دونوں بزرگ روحِ احمدیؐ کے سرچشمے سے سیراب تھے۔

بحر المعانی میں ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ جو کچھ میری زبان سے قلم پر آتا ہے اس کو میری زبان میرے دل سے اقتباس کرتی ہے اور میرا دل اسکو میری روح سے اقتباس کرتا ہے اور میری روح اس کو روحِ علیؓ سے اقتباس کرتی ہے حضرت علیؓ کی روح، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے اقتباس کرتی ہے اور نبی صلعم کی روح حضرت رب العزت جلّ وعلا کے کلامِ بے حرف و صوت سے اقتباس کرتی ہے اے محبوب جس قدر میں زیادہ لکھتا ہوں اتنا ہی زیادہ مشکلات میں پھنس جاتا ہوں، تو جان لے کہ خضر علیہ السلام کئی سال تک سفر و حضر میں اس فقیر سے بحر المعانی کے یہ حقائق و معارف دریافت کرتے رہے ہیں میں نے ان کو نہیں بتائے اور وہ اب تک بھی دریافت کرتے ہیں لیکن واللہ میں ان کو نہیں بتاتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ابتدائے حال میں چند سال اس فقیر کو اُن کی ملاقات کی تمنا رہتی تھی، ملاقات کے وقت جب میں ان حقائق کے بارے میں خضر علیہ السلام سے کچھ پوچھتا تھا تو میری تشفی نہ ہوتی تھی۔ آج ان کو بہت تمنا ہے اور میں اُن سے گریز کرتا ہوں۔ اس لئے وہ اپنی

جان کی حفاظت کے درپے ہیں یعنی نیم جان کی حفاظت کرتے ہیں اور میرا یہ عالم ہے کہ اگر مجھے ہر لمحہ ہزار جانیں بھی بخشی جائیں تو میں اُن کو ترک کرنے کا منتظر ہوں، اے محبوب تو بھی جاں نثاری اور جاں سپاری میں لگا رہ تاکہ خضرؑ جیسے ہزاروں بزرگ تیرے لئے سرگرداں ہوں۔ خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ (سب سے اچھا کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو) زیادہ لکھنے میں دامنگیر ہے۔ اجمال سے کام لیتا ہوں، اگر تفصیلات میں جاؤں تو پھر توریت کی طرح اونٹوں کا لادا بن جائے۔ چونکہ یہ کلمات قرآن مجید کی شرح میں ہیں اس لئے ان کو خیر الکلام کہا گیا۔

بحر المعانی میں لکھتے ہیں کہ ابراہیمؑ صاحب ذوق تھے، موسیٰؑ صاحب لذت اور حبیب اللہ محمد صلعم صاحب حلاوت۔

نیز لکھتے ہیں مِعْرَاجُ الرُّوحِ السَّمَاعُ وَمِعْرَاجُ الْقَلْبِ الصَّلٰوۃُ روح کی معراج راگ ہے اور دل کی معراج نماز ہے۔

بحر المعانی میں جو بعض اشعار آپ نے قلمبند کئے ہیں۔ اُن میں سے ایک غزل یہ ہے۔

## غزل

| | |
|---|---|
| اے صورتِ تو جہانِ معنی | با صورتِ تُست جانِ معنی |
| یکسر شاخِ گلے نہ لبستہ صورت | مثل تو بہ بوستانِ معنی |
| از صورتِ تست خاطرِ ما | منزل گہ کاروانِ معنی |
| ہر عضو کند بصد زبان پیش | از صورتِ تو بیانِ معنی |
| در صورتِ وصف تو محمدؐ | تا حشر نہادہ خوانِ معنی |

اے کہ تیری صورت جہانِ معنی ہے جانِ معنی بھی تیری صورت ہی ہیں ہے،
بوستانِ معنی میں شاخِ گُل نے بھی ہُو بہُو تیری صورت اختیار نہیں کی ۔
تیری صورت سے ہمارا دل کاروانِ معنی کی منزل گاہ ہے ۔ ہر عضو زبانِ حال
سے تیری صورت کے معنی بیان کر رہا ہے اور تیرے وصف کی صورت میں
محمدؐ نے حشر تک خوانِ معنی بچھا رکھا ہے ۔

# سیّد جلال الدّین بخاریؒ

آپ کا لقب مخدوم جہانیاں ہے۔ جامع علم، ولایت و سیادت تھے۔ شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابو الفتح قریشی قدس سرّہٗ کے مُرید اور حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کے خلیفہ ہیں۔ مکّہ معظمہ میں امام عبداللہ یافعیؒ کے صحبت یافتہ ہیں خزانۂ جلالی میں جو آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے ان کا ذکر بکثرت موجود ہے۔ آپ نے بہت سیر و سیاحت کی اور اکثر اولیاء اللہ سے نعمت و برکت حاصل کی مشہور ہے کہ آپ جب کبھی کسی سے معانقہ فرماتے تو جو نعمت اس کے پاس ہوتی اسی وقت جذب کر لیتے۔ یعنی آپ اس قدر توجّہ اور خدمت سے کام لیتے کہ وہ شخص بے اختیار ہو کر

آپ کو اپنی نعمت دے دینا۔

تاریخِ محمدی میں ہے کہ آپ نے پہلے اپنے چچا شیخ صدر الدین بخاری سے خرقہ پہنا اور شیخ الاسلام سند المحدثین شیخ عفیف الدین عبداللہ مطری سے حرم شریف نبوی میں کلاہ ارادت اور خرقہ تبرک سے سرفراز ہوئے۔ آپ دو سال تک ان کی صحبت میں رہے اور عوارف المعارف اور سلوک کی دوسری کتابوں کا درس لیتے رہے، انہی کی صحبت میں طریقت اور ذکر کی تعلیم و تلقین حاصل کی، شیخ عفیف الدین نے فرمایا کہ آپ کے فیض و رشد کا سلسلہ گازرون میں موقوف ہے۔ آپ گازرون پہنچے تو شیخ الاسلام شیخ امین الدین کے بھائی شیخ امام الدین نے کہا کہ شیخ امین الدین نے رحلت کے وقت مجھ کو وصیت کی تھی کہ سید جلال الدین بخاری میری ملاقات کے لئے اُچ اور ملتان کی جانب سے آرہا تھا۔ راستے میں شیطان نے اس کو بہکا دیا کہ شیخ امین الدین تو اس سرائے فانی سے کوچ کر گئے ہیں لہٰذا اب سید جلال الدین بخاری مکہ مبارک کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور واپسی پر گازرون میں آئیں گے۔ اُن کو میرا سلام کہنا اور میرا سجادہ اور مقراض حوالے کر کے ان کو میرا مجاز اور خلیفہ مقرر کر دینا۔ شیخ امام الدین نے اس وصیت کے مطابق عمل کیا۔ سید السادات جلال بخاری ان سے مختلف قسم کے روحانی فیوض حاصل کر کے واپس آئے اور شیخ الاسلام شیخ رکن الدین سے خرقہ تبرک پہنا۔ سلطان محمد تغلق کے عہدِ حکومت میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے اور آپ کے لئے سیوسیاں اور اس کے مضافات کی مسندِ خانقاہِ محمدی مخصوص ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے

آپ چودہ خاندانوں کے خلیفہ تھے، سلطان فیروز کے عہد حکومت میں کئی مرتبہ اُچھ سے دہلی تشریف لائے اور سلطان فیروز آپ کی خدمت میں نہایت شایستہ طریقے سے اعتقاد و اخلاص کے مراسم بجالاتا تھا، مخدوم جہانیاں قدس سرہ کو غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی رحؒ سے کمال محبت تھی۔

خزانۂ جلالی میں لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحؒ نے فرمایا۔ طُوبیٰ لِمَنْ رَأٰنِیْ وَلِمَنْ رَأٰی مَن رَأٰنِی وَلِمَن رَأٰی مَن رَأٰی مَن رَأٰنِی ـــــــ خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کے لئے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور اس شخص کیلئے جس نے آخرالذکر کو دیکھا، وہ قُطب ہیں اور صادق ہیں۔ ان کے اس قول سے میں بہت امیدوار ہوں کہ حق تعالیٰ اس کلام کے بموجب مجھ پر رحمت کرے گا۔

منقول ہے کہ ایک دن آپ کے بیٹھے بیٹھے کہیں آگ لگ گئی۔ آپ نے مُٹھی بھر مٹّی لے کر شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا نام بآواز بلند لیا اور مٹّی کو آگ کی طرف پھینک دیا۔ آگ اسی وقت ٹھنڈی پڑ گئی۔

تکملہ فارسی جو ہمارے یہاں مشہور ہے وہ در اصل مخدوم ہی کے ایک مُرید نے امام عبداللہ یافعی کی کتاب ریاض الریاحین کے تکملہ کا ترجمہ کیا ہوا ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں کی ولادت باسعادت اُچہ میں شب برات ۷۰۷ ہجری میں ہوئی اور ۷۸۵ ہجری میں عید قربان کے دن مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ عمر شریف ۷۸ سال کی تھی، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر سیّد علی ہمدانی قدس سرہ، مخدوم جہانیاں کی ملاقات کو آئے اور آپ کے حجرہ کے باہر بیٹھ گئے۔ خادم نے اطلاع دی کہ

سیّد علی ہمدانی آکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مخدوم نے فرمایا کہ ہمہ دان تو علّام الغیوب جلّ و علا کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ یہ کہکر اُن کو اندر طلب نہ فرمایا۔ اس واقعہ سے آپ کے دل کو کوفت محسوس ہوئی۔ میر سیّد علی ہمدانی واپس چلے گئے اور اس تقریب پر ہمدان کے معانی بیان کرنے میں ایک رسالہ تحریر کیا۔ مگر رسالہ ہمدانیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ان لوگوں پر جو اس نام (یعنی ہمدان) کے مُنکر ہیں شدید طعنہ زنی کی ہے اور یہ امر حضرت مخدوم جہانیاں کی عظمت و جلال کے شایان شان نہیں۔ واللہ اعلم بالصوّاب ؎

# شیخ علاؤ الحق والدینؒ

بن اسعد لاہوری بنگالی۔ شیخ سراج الدین عثمان ملقب بہ اخی سراج کے خلیفہ ہیں۔ ابتدائے حال میں آپ اپنے زمانے کے اغنیا و اکابر میں سے تھے اور نہایت معزز و معظم تھے۔ آخر کار شیخ اخی سراجؒ کے حلقۂ ارادت سے منسلک ہو کر فقر و عزلت نشینی کی زندگی اختیار کی۔

روایت ہے کہ جب شیخ اخی سراجؒ نعمتِ خلافت سے سرفراز ہو کر حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ سے طالبِ رخصت ہوئے اور اپنے اصلی وطن کی جانب متوجہ ہونا چاہا تو انھوں نے شیخ کی خدمت میں التماس کی کہ وہاں تو شیخ علاؤ الدین

ایک دانشمند اور عالی جاہ بزرگ پہلے سے موجود ہیں ان کے ساتھ کیسے نبھے گی،
حضرت شیخ رحؒ نے فرمایا، غم نہ کھاؤ۔ وہ تمہارا خادم ہو جائے گا۔ چنانچہ وہی ہوا جو شیخ رحؒ
نے فرمایا تھا۔

شیخ علاؤ الحق بیدریغ خرچ کرتے تھے یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی رشک ہوتا تھا
اور کہتا کہ میرا خزانہ شیخ کے باپ کے پاس ہے اور وہ ان کو دیتا ہے۔
سلطان نے حکم دیا کہ شیخ میرے شہر سے نکل جائے اور سنار گاؤں چلا جائے۔
آپ دو سال سنار گاؤں میں رہے اور خادم کو حکم دے رکھا تھا کہ روز کا خرچ
پہلے سے دو گنا کر دے۔ ہر چند شیخ رحؒ کا خرچ بہت زیادہ تھا لیکن معاش کا کوئی مستقل
ذریعہ نہ تھا۔ آپ کے بزرگوں کے دو باغ جن کی آمدنی آٹھ ہزار نقرئی ٹنکے تھی
کسی کے قبضے میں تھے مگر آپ نے کبھی شکایت نہ کی اور لوگوں میں بے حساب
بخشش کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مخدوم جو کچھ خرچ کرتے تھے میں
اس کا عشر عشیر بھی نہیں کرتا۔

آپ کا مزار شریف پنڈوا میں ہے۔ سال وفات ۸۰۰ ہجری ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# مولانا خواجگیؒ

آپ شیخ نصیر الدین محمودؒ کے مرید و خلیفہ، مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد اور قاضی شہاب الدین کے اُستاد ہیں۔

منقول ہے کہ جن دنوں آپ دہلی میں تحصیل علم میں مصروف تھے درس و مطالعہ کے بعد شیخ نصیر الدین محمودؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔

مولانا معین الدین عمرانی بھی شیخ کے مرتبہ کے منکر تھے اور کبھی ان سے ملنے کے لئے نہ جاتے، مولانا خواجگیؒ ہر دو عزیزوں کی نسبت کامل اعتقاد و خلوص رکھتے تھے۔ اور ان کی باہمی کشیدگی کی وجہ سے تکلیف اٹھاتے تھے،

اتفاق سے مولانا معین الدین کھانسی کے عارضے میں بُری طرح مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ طبیبوں نے جواب دے دیا اور مولانا زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک دن مولانا خواجگی نے عرض کیا کہ اس میں کیا مضائقہ ہے اگر مخدوم حضرت شیخ کی ملاقات کو تشریف لے جائیں اور اُن سے دعا کی درخواست کریں تاکہ ان کی برکتِ صحبت اور نظر سے شفا حاصل ہو۔ پہلے تو مخدوم کو یہ بات اچھی نہ لگی مگر بعد میں تکلیف کی بے قراری کے باعث جانے پر آمادہ ہو گئے اور اُن سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے، دروازے میں سے ہو کر خانقاہ میں داخل ہوئے۔ شیخ اُس وقت خانقاہ سے نکلے اور گھر کے اندر جا کر پھر لوٹ آئے۔ معلوم ہوا کہ کھانا پک کر تیار تھا لیکن سادہ چاول اور دہی کی ضرورت تھی، لہذا اُن کے متعلق حکم دے کر خانقاہ میں آئے اور مخدوم سے ملاقات کی۔ کچھ دیر ایک دوسرے سے گرمِ صحبت رہے، نوکر نے دستر خوان بچھایا اور مختلف قسم کے کھانے حاضرین کے سامنے چنے گئے، مگر دہی اور سادہ چاول، جو بظاہر کھانسی اور بلغم کے مریض کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں مولانا کے سامنے رکھے گئے۔ مولانا نے بہت انکار کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ تناول فرمائیے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شیخ کے رعب سے پھر انکار کی جرأت نہ کر سکے اور اس میں سے چند لقمے کھائے، دستر خوان اُٹھنے کے بعد شدید کھانسی کا دورہ پڑا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ طشت لایا جائے۔ کھانسی اور بلغم کا جو مادّہ اُن کے اندر تھا سب اسی وقت خارج ہو گیا اور اسی دہی اور چاول سے شفایاب ہو گئے۔ مولانا کا انکار حد درجہ ارادت و عقیدت میں تبدیل ہو گیا اور دونوں بزرگ ایک دوسرے سے راضی ہو گئے۔

مولانا خواجگی، امیر تیمور گورگان کے آنے سے پہلے ایک سچے خواب کی بنا پر جو میر سید محمد گیسو دراز نے دیکھا تھا اور جس سے انھوں نے مغلوں کے آنے کی خبر دی تھی دہلی سے آکر کالپی میں متوطن ہو گئے تھے اور پھر اسی جگہ زندگی بسر کی، آپ کا مقبرہ شہر کالپی سے باہر واقع ہے۔ نور اللہ مرقدہ

# مولانا معین الدّین عمرانیؒ

فاضلِ اجلّ اور اپنے شہر کے اُستاد تھے۔ حواشی کنز، حسامی اور مفتاح آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمد بن تغلق نے جب قاضی عضد کو ہندوستان بلوایا اور ان سے التماس کی کہ مواقف کے متن کی توضیح و تحشیہ کر کے اس کے نام منسوب کریں تو اس وقت اُس نے مولانا موصوف کو بھی بلوایا تھا۔ چنانچہ یہاں آپ نے فضل و دانش کے بہت سے کارنامے انجام دیئے۔ قاضی عضد کے نہ آنے کا سبب یہ ہوا کہ جب وہاں کے بادشاہ وقت نے سُنا

کہ قاضی حسنا ہندوستان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ سلطنت کے تمام املاک و اسباب چھوڑ کر اُن کی خدمت میں پہنچا اور اُن سے درخواست کی کہ آپ تختِ سلطنت پر رونق افروز ہوں اور میں آپ کی خدمت کرتا ہوں۔ اپنی منکوحہ کے سوا جو کچھ میرے پاس ہے۔ آپ اس کے مالک ہیں۔ قاضی عضد نے جب اس کی مروّت و بخشش کی بے انتہا دیکھی تو اس نے ہندوستان جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہیں عمر بسر کرنے کا عزم کیا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

# مولانا احمدؒ

تھانیسر کے رہنے والے تھے، شیخ نصیر الدین محمودؒ کے مریدوں میں سے ہیں۔
ظاہری علوم و فضائل میں بہت ماہر تھے۔ اگرچہ آپ کے اور مولانا خواجگی کے درمیان برادرانہ تعلقات تھے، مگر آپ نے شہر دہلی کو چھوڑنے میں ان کا ساتھ نہ دیا تاآنکہ امیر تیمور گورگانی کی فوج آپہنچی اور اس نے سلطنت دہلی کے پرخچے اڑا دیئے۔ مولانا احمد کے متعلقین گرفتار کر لئے گئے۔ فتنہ ختم ہوا تو رہائی پاکر امیر تیمور کے دربار میں پہنچے۔ وہاں آپ کے اور مولانا برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام کے درمیان گفتگو کے مواقع پیدا ہوتے تھے۔ امیر تیمور نے کہا۔ آپ صاحب ہدایہ کے

پوتے ہیں۔ مخدوم نے فرمایا۔ صاحب ہدایہ نے جو ان کے دادا تھے ہدایہ میں کئی مقامات پر خطا کی ہے، اگر انھوں نے ایک آدھ جگہ خطا کی ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ شیخ الاسلام نے جواب میں کہا وہ کون سے مقامات ہیں جہاں خطا کی ہے، اس کا ثبوت ملنا چاہیئے۔ مولانا نے اپنے بیٹوں اور شاگردوں کو اشارہ کیا کہ اب وہ تقریر کریں۔ امیر تیمور نے حفظِ ناموس کی خاطر اس صحبت کو کسی دوسری مجلس پر ملتوی کر دیا۔

مولانا وہاں سے مع اہل و عیال آکر کالپی میں متوطّن ہو گئے اور مولانا خواجگی رحؒ کے ساتھ پھر سے برادرانہ تعلّقات کا سلسلہ قائم کر لیا۔ مولانا احمدؒ کی قبر اور گنبد قلعۂ کالپی کے اندر واقع ہے اور زیارت گاہ عام ہے رحمۃ اللہ تعالےٰ آپ نے نعت میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس میں فصاحت و بلاغت کی خوب داد دی ہے۔

---

# شیخ صدر الدین حکیمؒ

شیخ نصیر الدین محمود رح کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں۔ شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے بھی منظورِ نظر تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ کے والدِ ماجد سوداگری کرتے تھے اور شیخ نظام الدین اولیائے تعلقِ ارادت رکھتے تھے، وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے مگر اولاد سے محروم تھے اور اس نعمت کے فقدان پر اکثر آزردہ رہا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت شیخ رح کے وقت حاضر تھے، شیخ رح نے اپنی پشتِ مبارک اُن کی پشت پر ملی اور اُن کو بیٹے کی بشارت دی، چونکہ پیر و مرشد کے حق میں اُن کا اعتقاد درست تھا اس لئے ولادت کی خواہش سے

زوجہ کے پاس گئے، حق سبحانہ وتعالیٰ نے اُنکو فرزند سے امیدوار کیا۔ جب لڑکا پیدا ہوا تو اس کو شیخ رح کی خدمت میں لے گئے۔ شیخ رح نے اس کو اپنی گود میں لے لیا۔ جب تک وہ بچّہ گود میں رہا اس کی نگاہ شیخ رح کے جمال پر جمی رہی۔ بچّے کی نگاہوں سے شعور کے آثار ظاہر تھے جس کا حاضرینِ مجلس نے مشاہدہ کیا۔ پھر شیخ رح نے اپنے جُبّے سے کچھ کپڑا پھاڑا اور اس کے لئے اپنے ہاتھ سے خرقہ سی کر اس کو شیخ نصیر الدین محمود رح کے حوالے کیا اور اس کے جلالتِ مرتبہ سے آگاہ کیا۔

آپ نے فصیح ومتین عبارت میں بہت سے رسائل لکھے ہیں جو معارف وحقائق اور مواعظ وحِکَم پر مشتمل ہیں۔ آپ کو صنعتِ طب میں بھی کمال حاصل تھا۔

منقول ہے کہ ایک بار آپ کو پریاں اٹھا کر لے گئیں تاکہ آپ سے اپنے کسی مریض کا علاج کرائیں۔ جب آپ کا علاج موافق آیا اور مریض کو صحت ہو گئی تو انھوں نے آپ کو ایک رقعہ لکھ کر دیا کہ اس کو شہر کے فلاں کوچے میں جو کُتّا پڑا رہتا ہے لے جا کر دکھائیں۔ آپ نے وہ خط اس پتے پر لاکر کُتّے کو دکھایا۔ کُتّا اسکو دیکھتے ہی چل پڑا اور ایک جگہ جا کر ٹھہر گیا۔ وہاں اس نے زمین کو کھودنا شروع کیا اور اس طرح ایک دفینے کا پتہ دیا۔ لیکن آپ نے درویشوں کی عالی ہمّتی کے پیشِ نظر اس خزانے کی طرف مُطلق توجّہ نہ کی۔

مزارِ پُر انوار دھلی علائی کے قلعہ میں ہے، آپ کے صحائف حقائق ومعارف سے لبریز ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

---

## شیخ سراج الدین بن عالم بن قوام الدین ملتانیؒ

آپ شیخ زین الدین الخوافیؒ کے اصحاب اور خلفاء میں سے ہیں۔ علوم صوری ومعنوی کے عالم تھے۔ اصلاً ملتان سے ہیں اور نشوونما ہرات میں پائی۔ شیخ زین الدین الخوافیؒ نے دارِ فنا سے رحلت کی تو شیخ سراج الدین ملتانی کو شیخؒ کی اجازت سے اُن کا جانشین بنا دیا گیا اور ہرات میں اپنے پیر و مرشد کے اوراد و اذکار کے احیا میں مشغول ہو گئے۔

شیخ زین الدینؒ کی زبانی منقول ہے کہ ہزاروں آدمی میرے مرید ہوئے لیکن کسی نے میری رضا کو اس قدر ملحوظ نہ رکھا جتنا کہ سراج ملتانی نے، جو کچھ

سال تک میری مجاورت اور خدمت میں رہے۔

نقل ہے کہ بزرگانِ اکابر میں سے کسی نے کہا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اشخاص جو اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن میں ایک سراج الدین ملتانی بھی ہے۔" یہ روایت مشائخِ ہرات کے ذکر میں آئی ہے۔

آپ کی قبر نہروالہ میں ہے جو دیارِ گجرات میں واقع ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ

# سید تاج الدین شیر سوارؒ

آپ کا مرقد نارنول میں ہے۔ شیخ قطب الدین منورؒ ہانسویؒ کے مرید ہیں۔ کوہستان نارنول میں آپ نے شدید ریاضت کشی کی اور مجاہدہ کے ذریعے اپنا معاملہ یہاں تک پہنچا دیا کہ چرندے اور درندے آپ کے مسخر ہو گئے اور وحوش و طیور آپ سے انس کرنے لگے۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب کبھی اپنے پیر کی زیارت کے لئے ہانسی جانا چاہتے تو جنگل میں سے کسی شیر کو پکڑ کر اس پر سوار ہو جاتے اور سانپ کا کوڑا بنا لیتے، اس حالت میں اپنے پیر و مرشد سے ملنے جاتے تھے۔ جب اُن کے مقام کے

نزدیک جائے تو شیر اور سانپ کو رہا کر دیتے اور خود پیادہ شہر میں داخل ہوتے۔
منقول ہے کہ ایک روز شیخ قطب الدین منورؒ ایک دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے، سید تاج الدین پر حالت طاری ہو گئی اور آپ اسی طرح عالمِ بیخودی میں شیر کی پشت پر سوار شیخؒ کے سامنے آگئے۔ جب شیخ قطب الدینؒ کی نظر آپ پر پڑی تو فرمایا سید! اس حیوان میں تو جان ہے، مردانِ خدا دیوار کو بھی جو ایک جماد شے ہے حکم دیں تو چلنے لگ پڑے، کہتے ہیں کہ وہ دیوار جس پر شیخؒ بیٹھے ہوئے تھے اسی وقت حرکت میں آگئی۔ آپ نے فرمایا۔ اے دیوار میں تو بر سبیلِ فرض بات کر رہا تھا، تو اپنی جگہ برقرار رہ۔

آپ کی قبر نارنول سے باہر شہر کے قریب ہے، — ولادت باسعادت بھی اسی جگہ ہوئی تھی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

---

# قاضی شمس الدین شیبانیؒ

متبحر بزرگ تھے۔ تغلق شاہ کے زمانے میں دہلی سے نارنول آئے۔ ابتدائے حال میں کہ ابھی آپ نے ازدواجی زندگی اختیار نہیں کی تھی خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا۔ جب گجرات پہنچے تو ایک مسجد میں داخل ہوئے دیکھا کہ ایک معتزلی واعظ منبر پر چڑھ کر مذہبِ اعتزال کی روشنی میں بندوں کے خلقِ افعال پر تقریر کر رہا ہے، دورانِ تقریر میں اُس نے کہا۔ یہ ہاتھ میرا ہے اگر میں اسے کھولتا ہوں تو یہ کھلتا ہے اور اگر یہ بند ہوتا ہے تو میں خود بند کرتا ہوں۔ حاضرین میں سے کوئی شخص اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ قاضی شمس الدین نے کہا۔ اگر تمہارے ہاتھ میں

یہ قدرت ہے تو اس کو پیچھے کی طرف کیوں نہیں بند کرتے۔

حاکم گجرات کو آپ کا یہ اعتراض پسند آیا اور اس نے آپ کی خدمت میں ایک لونڈی پیش کی جو دار الحرب سے لائے ہوئے تھے۔ اس سے آپ صاحب اولاد ہوئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو برکت عطا کی اور علم کی دولت بخشی۔
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

---

# سیّد یوسف بن سیّد جمال الحسینیؒ

آپ کے آبائے کرام مشہد سے آکر ملتان میں متوطن ہو گئے تھے۔ آپ سلطان فیروز کے زمانے میں ملتان سے نوجیوں کے لباس میں دہلی تشریف لے آئے۔ آپ کی بزرگی اور دانشمندی کا مشاہدہ کر کے سلطان مذکور نے آپ کو اس مدرسے میں مدرس مقرر کیا جو اس نے حوض علائی پر تعمیر کرایا تھا اور جہاں اس نے اپنا مقبرہ بھی بنوایا تھا۔ وہاں آپ کئی سال تک مسندِ درس و افادہ پر رونق افروز رہے۔
منقول ہے کہ آپ ہر جمعہ کی رات کو خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے تھے۔ آپ نے قاضی نصیر الدین بیضاوی کی مشہور

کتاب لب الالباب فی علم الاعراب کی ایک طویل وبسیط شرح لکھی ہے جو یوسفی کے نام سے مشہور ہے، آپ نے منار پر بھی شرح لکھی ہے جس کا نام توجیہہ الکلام ہے۔

آپ مولانا جلال الدین رومی کے شاگرد ہیں جو شمسیہ اور مطالع کے شارح مولانا قطب الدین رازی کے تلامذہ میں سے تھے،

سید یوسف کا مرقد بھی حوض خاص پر ہے۔ آپ کی وفات ۷۰۰ ہجری کے قریب واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

---

# قاضی عبد المقتدرؒ

ابن قاضی رکن الدین الکندی، حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کے خلیفہ ہیں۔ فیّاض طبع بزرگ اور کامل درویش تھے، قاضی شہاب الدین کے اُستاد ہیں۔ آپ کا کلام نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ آپ نے عربی زبان میں قصائد و غزلیات کہی ہیں۔ وہ قصیدہ جو آپ نے لامیۃ العجم کے جواب میں کہا ہے آپ کے کمالِ فصاحت کی دلیل ہے۔ ہمیشہ درس و تدریس میں مصروف اور افادۂ علم میں مشغول رہے۔ شیخ نصیر الدین محمودؒ اور اُن کے اکثر خلفا اسی طریقے پر کاربند تھے۔ طالبوں کو ہمیشہ تحصیلِ علم اور حفظِ شریعت کی نصیحت فرماتے تھے

فرمایا کرتے کہ ایک شرعی مسئلہ پر غور و فکر کرنا ہزار رکعت کی عبادت پر فضیلت رکھتا ہے جس میں کبر و ریا کی آمیزش ہو۔

کہتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانے میں شیخ نصیر الدین محمودؒ کی خدمت میں جا کر بحث کیا کرتے تھے اور شیخ موصوف آپ کو اور آپ کی بحثوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ وہ آپ کو تحصیلِ علم کی ترغیب دیتے تھے۔ آخر کار آپ شیخؒ کے حلقہ بیعت میں داخل ہو گئے اور ظاہری فضائل کو باطنی نعمت سے ہمکنار کیا۔ آپ کے ایک معتقد نے مناقب الصدیقین کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں تمام مشائخِ چشت کے حالات درج کئے ہیں۔ اس کتاب میں آپ کے بہت سے احوال و کرامات کا ذکر ہے۔

مناقب الصدیقین میں لکھا ہے کہ ایک روز قاضی شہاب الدین کو کہیں سے کچھ سونا مل گیا۔ انھوں نے گھر میں والدہ ماجدہ سے خلوت میں کہا کہ اس سونے کو کسی جگہ زمین کے اندر دبا دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ شیخ عبدالمقتدر کی مجلس میں گئے، شیخؒ نے جونہی قاضی صاحب کو دیکھا تو فرمایا تم تو سونا دفن کرنے کی فکر میں لگے ہو، علم میں کہاں مشغول ہو، آپ فرمایا کرتے تھے "میرے پاس ایک طالب علم آتا ہے جس کا پوست علم، مغز علم اور استخوان علم ہے" اس طالب علم سے آپ کی مراد قاضی شہاب الدین علیہ الرحمۃ تھی۔

وفات ۲۶ محرم المکرّم ۷۹۱ ہجری کو واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ زین الدینؒ

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے بھانجے، خلیفہ اور خادم ہیں۔
آپ کا ذکر شیخؒ کی مجالس اور ملفوظات میں آتا ہے۔
مولانا داؤد مصنّفِ چندائن آپ کے مُرید ہیں اور انھوں نے کتاب کے آغاز میں آپ کی تعریف کی ہے۔
آپ کی قبر اس گنبد میں ہے جو حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کے گنبد کے پائین خطیرہ کے صحن میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ نور الحق والدین رح

شیخ نور قطب عالم کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت علاؤ الحق رح کے صاحبزادے، مُرید اور خلیفہ ہیں۔ ہندوستان کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں۔ صاحب عشق و محبّت و ذوق و شوق و تصرّف و کرامت تھے۔

شیخ حسام الدین مانک پوری کے مجموعۂ ملفوظات رفیق العارفین میں لکھا ہے کہ شیخ علاؤ الحق رح نے آپ کو رخصت کیا تو فرمایا کہ سخاوت میں آفتاب کے مانند بن کر رہو، تواضع میں پانی کے مانند تحمّل میں زمین کے مانند، اور لوگوں کی جفا برداشت کرو۔

فرماتے ہیں کہ میرے مخدوم موسم سرما کے سوا کبھی گدڑی نہ پہنتے تھے، وہ کبھی سجادہ پر بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے سجادہ نشینی کا حق یہ ہے کہ جو کوئی اس پر بیٹھے وہ اپنے دائیں بائیں ہرگز نہ دیکھے۔

نیز فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رح سے عرض کیا گیا اس میں کیا بھید ہے کہ مشائخ، نماز فرض کے سلام کے بعد مصافحہ کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا سُنّت یہ ہے کہ جب کوئی مسافر سفر سے واپس آتا ہے تو دوستوں سے مصافحہ کرتا ہے۔ ایسے ہی درویش جب نماز ادا کرتا ہے تو وہ مستغرق ہو کر اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے جس سے سفر باطن حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ سلام پھیرتا ہے تو پھر اپنی خودی میں آجاتا ہے اس لئے مصافحہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت شیخ نور قطب عالم کے مکتوبات اہلِ درد و محبّت کی زبان میں نہایت شیریں ولطیف ہیں۔

آپ کا روضہ شہر پنڈوا میں ہے۔ وفات ۸۱۳ ہجری میں ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

---

## سیّد صدر الدین راجو قتّال بُخاریؒ

اپنے والدِ ماجد سیّد احمد کبیر کے مُرید اور خلیفہ تھے، آپ کو اپنے بھائی مخدوم جہانیاں سیّد جلال بخاری سے بھی اجازت حاصل تھی، ان کے بعد آپ سجّادۂ خلافت پر بیٹھے، کہتے ہیں کہ مخدوم جہانیاں بارہا فرمایا کرتے تھے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ نے ہم کو مخلوق کے ساتھ مشغول رکھا اور شیخ راجو کو اپنے ساتھ،

تاریخِ محمدی میں لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ عالمِ استغراق میں رہتے اور لوگوں کے ساتھ انبساط و اختلاط نہ فرماتے تھے۔

صاحبِ تصرّف بزرگ تھے، آپ کا مزار اُچہ میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

# خواجہ اختیار الدین عمرؒ

ایرجی - آپ کے آباؤ اجداد بزرگانِ ایرج سے تھے، مناصبِ جلیلہ پر متعین رہے - آخر جذبۂ حق کے تحت اسبابِ دنیاوی کو بالکل ترک کر دیا اور جو کچھ وظائف و انعامات آپ کے لئے مقرر تھے سب کو برضا و رغبت چھوڑ کر سچے دل سے طلبِ علم اور طریقۂ زہد اختیار کیا، قاضی محمد ساوی سے جو اساتذۂ وقت و صلحائے زمانہ میں تھے اور شیخ نصیر الدین محمودؒ کے مرید و خلیفہ تھے تحصیلِ علم کر کے نعمتِ خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے -

آپ کی وفات چودھویں محرم ۸۰۹ ہجری کو ہوئی، روضۂ مبارک ایرج میں ہے -

# شیخ یوسف بڑاہ رح

ایرجی۔ آپ کے آبائے کرام بسبب حوادثِ زمانہ خوارزم سے ہندوستان آئے اور ایرج میں متوطن ہو گئے۔ شیخ موصوف خواجہ اختیار الدین کے شاگرد، مرید اور خلیفہ ہیں، نیز سید جلال بخاری اور شیخ راجو سے نعمتِ خلافت و اجازت سے مشرف تھے۔ صاحبِ تالیفات ہیں مثلاً ترجمہ منہاج العابدین امام غزالی، اشعار بھی کہتے تھے، صاحبِ تاریخ محمدی آپ کے مرید و معتقد ہیں، لکھتے ہیں کہ ایک روز اپنی خانقاہ میں سماع سن رہے تھے کہ اسی حالت میں جان بحق تسلیم کی (۸۳۴ ہجری)، وہیں صحنِ خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ سلطان علاؤالدین مندوی نے آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کرایا۔ نور اللہ مرقدہٗ

# شیخ قوام الدین رح

حضرت مخدوم جہانیاں رح کے مرید اور خلیفہ ہیں، مریدوں کی تربیت اور ارشاد میں آپ کو مقامِ عالی حاصل تھا۔
آپ کا مقبرہ لکھنؤ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

# شیخ سارنگ رح

ابتدا میں سلطان فیروز شاہ کے امرائے نامدار میں سے تھے ہندوستان کا مشہور شہر سارنگ پور آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ آخر جذباتِ عنایتِ الٰہی کے زیرِ اثر آپ نے سلوک کے راستہ میں قدم رکھا۔ پہلے شیخ قوام الدین کے مرید ہوئے۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ایک مدت تک شیخ الوقت یوسف ایرجی کی خدمت میں رہ کر علوم طریقت کا استفادہ کیا۔

آخر میں شیخ راجو قتال نے پیرانِ طریقت کا خرقہ اور دوسری امانتیں بے طلب آپ کے گھر بھیج دیں اور اس طرح آپ غیبی سعادتوں سے مشرف ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ مینا رحمۃ اللہ علیہ

لکھنؤ کے صاحب ولایت ہیں، آپ کا نام شیخ محمدؐ ہے، بچپن سے شیخ قوام الدین کے سایۂ تربیت و عنایت میں رہے۔ آخر شیخ سارنگ کے مرید ہو گئے۔

منقول ہے کہ اوّل روز جب آپ کو مکتب بھیجا گیا تو وہاں الف بے کے اتنے حقائق و معانی بیان کئے کہ حاضرین دنگ رہ گئے۔ شیخ مینا بالکل مجرّد اور تارکِ دنیا تھے۔ ایّامِ سلوک میں سخت ریاضتیں کرتے تھے، اکثر جاڑوں کے موسم میں پیراہن کو پانی سے تر کرکے شیخ قوام الدین کے صحنِ حظیرہ میں بیٹھتے اور شب بیداری کرتے تھے۔

آپ کا مقبرہ لکھنؤ میں ہے۔ نور اللہ مرقدہٗ

# شیخ احمد کھٹو رح

ولایتِ گجرات کے بڑے مشائخ میں سے ہیں، آپ کا مزار سرکھیج میں ہے جو مضافاتِ احمد آباد میں ایک موضع ہے۔

آپ کے آبائے کرام دہلی کے رہنے والے تھے اور آپ کا بچپن بھی دہلی میں گذرا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ دہلی میں اپنے ہمجولیوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ایک سخت طوفانِ باد آیا جس نے آپ کو اٹھا کر کسی دوسری جگہ پھینک دیا۔ آپ وطنِ مالوف سے آوارہ ہو گئے۔ ایک مدت کے بعد بابا اسحٰق مغربی کے ہاتھ لگے جو ایک درویشِ کامل تھے اور کھٹو کے رہنے والے تھے، بچپن سے آپ نے

انہیں کے سایۂ تربیت و عنایت میں پرورش پائی اور مرتبۂ کمال کو پہنچ کر نعمتِ اجازت و خلافت سے مشرّف ہوئے۔

ابتدائے حال میں آپ نے دہلی میں تحصیلِ علم کے بعد مسجدِ خانجہان میں سخت ریاضتیں کیں، کھل کے ٹکڑے سے روزہ افطار کرتے تھے۔ بابا اسحٰق کی وفات کے بعد ایک چلّہ کیا جس میں چالیس روز چالیس کھجوریں کھائیں اور قدم ترک و تجرید پر عالم بالا کی سیر کی، پھر زیارتِ حرمین شریفین سے مشرّف ہوئے اور حضرت عالم پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بشارت پاکر مشائخ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ آخر ولایتِ گجرات میں آئے اور قصبہ سرکھیج میں سکونت اختیار کی۔ وہاں آپ پر ظاہری و باطنی فتوح و برکات کے دروازے کھل گئے اور اس علاقے کی مخلوق آپ کے انوارِ عقیدت و محبّت سے مالا مال ہوگئی۔

زندگی ہی میں آپ کا دسترخوانِ فقرا بہت وسیع تھا۔ وفات کے بعد بھی آپ کے روضہ پر لنگر کا یہ حال ہے کہ فقیروں اور مسکینوں کا تو کیا کہنا اُمرا اور بادشاہ تک سیر ہوتے ہیں۔

آپ کے مُریدوں میں سے ایک شخص محمود بن سعید ایرجی نے آپ کے ملفوظات، احوال اور حکایات کو جو آپ سے سنی تھیں جمع کر کے تحفۃ المجالس نام رکھّا ہے۔

---

# قطبِ عالمؒ

حضرت مخدوم جہانیاں سیدِ جلال بخاریؒ کے پوتے ہیں، اپنے اصلی وطن سے گجرات میں جاکر مقیم ہوگئے۔ اسم گرامی سیّد برہان الدّین ہے، اس ولایت میں قُطبِ عالم کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کا روضہ احمد آباد سے تین کوس کے فاصلے پر تبوہ میں ہے، وفات آٹھویں ذی الحجہ، ۸۵۷ ہجری کو ہوئی۔ آپ کے روضے کے دروازے پر ایک پتھر پڑا ہوا ہے جس میں بیک وقت پتھر، لکڑی اور لوہے کی صفات موجود ہیں اور اصلا تشخیص نہیں ہو سکتی کہ کیا ہے، عجیب چیز ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

# شاہ عالمؒ

قطبِ عالم کے صاحبزادے ہیں، آپ کا نام شاہ منجھن ہے اور لقب شاہ عالم، آپ بھی احمد آباد میں آسودہ ہیں اور آپ کا مزار زیارت گاہ عام ہے، نہایت لطیف اور پاکیزہ مقام ہے۔

طریقت میں آپ کا عجیب و غریب حال تھا ہمیشہ سُکر غالب رہتا تھا۔ کبھی کبھی ریشمی کپڑے پہنتے اور ملامیتہ مشرب اختیار کر لیتے تھے۔

شیخ احمد کھٹو سے بھی تربیت پائی تھی، آپ سے خوارقِ عادات بہت ظاہر ہوئے۔ وفات ۸۸۰ ہجری میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ

---

# داور الملک ؒ

مشائخِ گجرات میں سے ہیں، اسمِ گرامی عبداللطیف تھا۔ سپاہیوں کے لباس میں مثلِ عوام رہتے تھے مگر علاماتِ اختصاص ظاہر تھیں۔ مناقب و مآثر آپ کے بہت ہیں اور عظمت و قبولیّت کے آثار حد سے باہر ہیں۔

آپ کا مزار گجرات کے کسی گاؤں میں جونا گڈھ کے قریب ہے۔ اس علاقے اور ولایتِ دکن کے لوگ دور دور سے مسافت طے کر کے ہر سال زیارت کو آتے ہیں خاص کر اندھے اور بیمار بہت آتے ہیں۔

---

# قاضی محمودؒ

آپ بھی ولایتِ گجرات کے مشائخ میں سے ہیں۔ صاحبِ سکر و ذوق و عشق و محبّت و مشرب و حالت و حلاوت تھے، ہندی زبان میں آپ کی جکریاں مشہور ہیں اور اس ولایت کے قوّال بہت گاتے ہیں، نہایت مطبوع، مؤثر اور بے تکلّف ہیں۔ آپ کے کلام سے عشق و وجد کے آثار ظاہر ہیں۔

نقل ہے کہ جب آپ کو دفن کیا گیا والدِ بزرگوار نے آپ کے روئے مبارک پر سے گوشۂ کفن اٹھا کر ایک نگاہ سے آپ کی جانب دیکھا۔ آپ نے بھی آنکھیں کھول کر تبسّم کیا۔ والدِ ماجد نے کہا بابا محمود یہ کیا بچّوں کی سی ادا ہے۔ آپ نے

پھر آنکھیں بند کرلیں۔

ابتدائے حال میں آپ نے احمد آباد میں سلطان مظفرؒ بن سلطان محمود کے زمانے میں نہایت تونگری و ثروت اور جمعیتِ ظاہر و باطن کے ساتھ جیسے کہ اکابر و مشائخ کا دستور ہوتا ہے زندگی بسر کی۔ ۹۲۰ھ ہجری میں قصبہ بسیر پور ولایت گجرات میں جو آپ کے آبا و اجداد کا اصلی وطن تھا تشریف لے جا کر ساکن ہو گئے۔

مزارِ پُر انوار بھی اسی قصبہ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ وجیہہ الدین رح

ولایتِ گجرات کے متاخرین مشائخ میں سے ہیں۔ کامل بزرگ، جامع کمالات وبرکات، سن رسیدہ اور اہلِ ریاضت تھے۔ تدریسِ علوم، تصنیفِ کتب اور طالب علموں کی تربیت وارشاد میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نے اکثر کتابوں کی شرحیں اور حواشی لکھے ہیں۔ صاحبِ تالیفات بھی ہیں۔ لباس اس علاقے کے عوام سا پہنتے تھے۔

تصوّف میں آپ کی نسبت وعقیدت شیخ محمد غوث رح سے تھی اگرچہ مُرید کسی دوسرے بزرگ کے تھے۔ وفات ۹۹۷ ہجری میں ہوئی اور اپنے صحنِ خانقاہ میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ علاؤالدینؒ

قریشی گوالیاری ہیں۔ کیونکہ آپ کا اصل وطن گوالیار تھا۔ آپ سید محمد گیسو درازؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ حضرت سیدؒ نے آپ کے احوال کو نورِ فراست سے معلوم کیا تو آپ کو ترکِ دنیا اور خلقت سے گوشہ نشینی کی سند عطا فرمائی۔ آپ آخر عمر تک گوشہ نشین رہے یہاں تک کہ خادم کو فرما رکھا تھا کہ گھر کا کوڑا کرکٹ دروازہ کے باہر ڈال دیا کرے تا کہ لوگوں کو آبادی کا گمان نہ ہو اور پریشان نہ کریں۔

آپ کا مزار شہر محمد آباد عرف کالپی میں ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

## شیخ ابوالفتح علائی قریشیؒ

آپ بھی حضرت سیّد محمدؒ گیسو درازؒ کے مُرید اور خلیفہ ہیں۔ علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔

آپ نے کتاب عوارف المعارف حضرت سیّدؒ کی خدمت میں پیش کی اور خلافت و اقتدار کی سند حاصل کی۔

آپ کی تصنیفات بہت ہیں۔ مثلاً علم نحو میں تکمیل اور تصوّف میں مشاہدہ وغیرہ۔

آپ کا مزار بھی کالپی میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ سراج سوختہؒ

حافظِ قرآن تھے۔ اوائلِ حال میں حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ کی صحبت میں رہے اور برسوں اُن کی خدمت میں امامت کی۔ حضرت مخدوم جہانیاں کی کثرتِ عنایت و شفقت کے باعث بعض دوسرے امام جو علومِ ظاہری کی تکمیل کر چکے تھے آپ سے رشک کرتے تھے۔ حضرت مخدوم کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا سراج کا یہ حال ہے کہ جب تک وہ کعبۂ معظمہ کو نہیں دیکھتا تکبیر تحریمہ نہیں باندھتا۔

کہتے ہیں کہ آپ سے بہت کرامات اور خلافِ عادت اُمور ظاہر ہوتے تھے ہر چند کہ آپ اُن کو چھپانے میں کوشاں رہتے تھے۔ قدس اللہ سرہٗ

# شاہ بدیع الدّین مدارؒ

لوگ آپ کے بہت عجیب حالات اور غریب واقعات نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ مقامِ صمدیت میں تھے جو سالکوں کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ بارہ برس تک آپ نے کھانا نہیں کھایا اور ایک دفعہ جو کپڑے پہنے تھے پھر اُن کے دھونے کی ضرورت نہیں ہوئی۔

اکثر احوال میں کپڑا منہ پر ڈالے رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جس کسی کی نظر آپ کے جمال پر پڑتی بے اختیار سجدہ کرتا تھا۔

آپ کا سلسلہ بسبب درازیٔ عمر یا کسی اور وجہ سے پانچ یا چھ واسطوں سے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

# شیخ سنجانی رح

ایک درویش تھے صاحب برکت و کشف و کرامات ۔ آپ سلسلۂ سہروردیہ
سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شیخ نور قطب العالم رح کے ہم عصر
تھے ۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# مولانا تقی الدین اودھیؒ

نہایت متقی تھے، آپ کا معمول یہ تھا کہ اپنی کتاب وظائف لے کر آخر شب میں گھر سے باہر نکل جاتے اور تمام روز کسی جگہ بیٹھ کر مشغول رہتے۔ پھر رات کے وقت گھر میں واپس آتے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس ابدال آئے اور کہا کہ آپ ہم میں شامل ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا میں عیال دار ہوں اور تم لوگ بے خان و مان۔ میرا تمہارا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے۔

---

# شیخ رفقۃ الدینؒ

شیخ نور قطب عالمؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ بہت ہی بزرگ، متواضع، منکسر المزاج اور صاحبِ حالت تھے۔

شیخ حسام الدین مانکپوری کہتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے واللہ میں بازاری کتّے سے بھی کمتر ہوں۔ ایک مرتبہ کاتبِ حروف نے یہ حکایت اپنے والدِ بزرگوار کی خدمت میں بیان کی، انھوں نے فرمایا۔ میں نے اپنی تمام عمر میں اس بات کو اپنے حسبِ حال پایا ہے، رحمۃ اللہ علیہ وعلی جمیع العارفین۔

# شیخ انورؒ

حضرت شیخ نور قطب عالم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ بڑے بزرگ اور سخی تھے۔ بکریوں کو خوب فربہ کر کے فقراء کو کھلاتے اور خود نہ کھاتے۔

شیخ حسام الدینؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دن مخدوم زادہ شیخ انور سے پوچھا عشق کیا ہوتا ہے، فرمایا وہ لوگ جو آنکھیں کھول کر نگاہ کرتے ہیں یہ دیکھتے ہیں کہ دوست یا دوست کا خیال یا دوست کا پیام آرہا ہے ورنہ وہ آنکھیں کھول کر کیوں دیکھیں،

# میر سیّد اشرف سمنانی رح

سیّد اشرف جہانگیر کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ کامل بزرگ اور صاحب کرامات و تصرّفات تھے۔ سیر و سیاحت میں امیر سیّد علی ہمدانی قدس سرہ کے رفیق تھے، آخر ہندوستان میں آئے اور شیخ علاؤالحق بن اسعد لاہوری کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ بیعت سے مشرّف ہونے سے پہلے ہی آپ کو کشف و کرامات کے مقاماتِ عالیہ حاصل ہو گئے تھے۔ حقائق اور توحید کے بیان میں آپ نے بڑے پائے کی باتیں لکھی ہیں۔ آپ کے مکتوبات عجیب و غریب تحقیقات پر مشتمل ہیں۔

آپ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ہم عصر تھے۔ غالباً قاضی صاحب نے آپ سے ایمانِ فرعون کے مسئلہ میں جس کی طرف فصوص الحکم میں اشارہ ہے، بحث کی تھی اور آپ نے اس بارے میں اُن کو ایک مکتوب تحریر فرمایا تھا۔

آپ کا مرقد جونپور کے ایک گاؤں کچھوچھہ میں ہے۔ مزار شریف بہت ہی پُرفیض مقام ہے اور حوض کے درمیان واقع ہے۔ حضرت سیّد اشرف جہانگیر کا اسمِ گرامی اس علاقے میں جنات کے دفع کرنے میں نہایت کارگر ہے۔

حضرت سیّدؒ کے ملفوظات آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص نے جمع کئے ہیں۔

---

# شیخ فتح اللہ اودھی رح

حضرت شیخ صدرالدین حکیم رح کے خلیفہ ہیں۔ اوائلِ حال میں آپ کا شمار علمائے دہلی میں تھا، برسوں جامع مسجد دہلی میں جو منار شمسی کے پائین ہے درس وافادہ کی مسند پر رونق افروز رہے۔ آخر میں شیخ صدرالدین حکیم رح کے مرید ہوئے اور سلوک کی منزلیں طے کرنے میں مشغول ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ آپ نے بے انتہا ریاضت کی لیکن اُس عالمِ پاک کے نفحاتِ رُوح پرور سے شادکام نہ ہوئے، آخر شیخ رح سے شکایت کی، اُنھوں نے فرمایا کہ پڑھانا چھوڑ دو اور کتابوں سے دست بردار ہو جاؤ۔

آپ نے ویسا ہی کیا۔ مگر چند کتابیں جو بہت نفیس و لطیف تھیں، اپنے پاس رکھ لیں، ابھی بابِ معرفت کے کھلنے میں کچھ توقف تھا کہ اُن کتابوں کو بھی الگ کر دیا۔

شیخ قاسم اودھی آپ کے مُریدوں میں سے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہما

---

# خواجہ مسعود بکؒ

سُلطان فیروز شاہ کے اقربا میں سے ہیں، آپ کا اصلی نام شبیر خان تھا، مدّت تک اہلِ ثروت و دولت کے لباس میں رہے، یکایک جذباتِ حق آپ کے گریبان گیر ہوئے اور درویشوں کی خدمت اور اُن کے حلقۂ صحبت میں داخل ہوکر شیخ رکن الدین بن شہاب الدین امام کے مُرید ہو گئے۔

اکثر حالتِ سُکر میں رہتے تھے، بادۂ وحدت کے مستانے اور خمخانۂ حقیقت کے متوالے تھے، بات مستانہ کہتے ہیں۔ سلسلۂ چشتیہ میں کسی شخص نے اسرارِ حقیقت کو ایسا فاش نہیں کیا اور اس قدر مستی کا اظہار

نہیں کیا جیسے کہ آپ نے کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کے آنسو اتنے گرم ہوتے تھے کہ اگر کسی کے ہاتھ پر گر پڑتے تو بدن کو جلا دیتے۔

علمِ تصوّف و توحید میں آپ کی بہت تصانیف ہیں، آپ کی ایک تصنیف کا نام تمہیدات ہے جو عین القضات ہمدانی کی تمہیدات کے طرز پر لکھی ہے۔ اس میں بہت حقائق و دقائق مندرج ہیں۔ آپ کے اشعار کا دیوان بھی ہے اور اس میں قصائد، غزل اور باقی اقسامِ سخن موجود ہیں۔ امیر خسرو کے اکثر اشعار و قصائد کا جواب لکھا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر آپ نے طریقۂ شاعری کی رعایت نہیں رکھی لیکن پھر بھی کچھ کلام بہت متین ہے۔ آپ کی ایک اور تصنیف مرآۃ العارفین ہے۔

آپ کا مزار آپ کے مرشد کے مقبرے میں خواجہ قطب الدین بختیار رح کے مزارِ مبارک کے قریب ہے۔ لاڈو سرائے میں بہت ہی مجرّدانہ و غریبانہ سوئے پڑے ہیں۔ قدس اللہ سرہٗ،

کتاب مرآۃ العارفین کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "لسانِ وقت ناطق ہے اور عینِ غیب شاہد ہے، ہم غائبانِ حاضر ہیں اور حاضرانِ غائب، اس رُو سے کہ ہم، ہم ہیں ہم ظاہر نہیں ہیں اور اس رُو سے کہ ہم، ہم نہیں ہیں ہم ظاہر ہیں، اگر تم غیب کے رموز کا پتہ لگانا چاہتے ہو تو ہم کو ہم نہ کہو، یہ وہ حروف ہیں جو پوشیدہ رازوں کے ظروف ہیں اور یہ وہ نقاط ہیں جن کے نکات پُر اسرار ہیں، یہ ایسی سفیدی ہے جو چشم دل میں سودا پیدا کرتی ہے، یہ وہ تحریر ہے جو دماغ میں استعداد پیدا کرتی ہے۔ یہ ایک نور

ہے دیدہ افروز، اور نار ہے پردہ سوز، ہم طور کے شجرِ اخضر ہیں جو اس نور کی نار نمائی کرتا ہے، وہ نور ہم پر برس رہا ہے اور ظلمت ہم سے گریزاں ہے، وہ ہم کو ہمارے بغیر دیکھ کر ہم سے ہماری بات کہتا ہے اور تم کو تمہارے بغیر ڈھونڈتا ہے، حجابِ انیّت کو اٹھا اور اپنے آپ کو محرمِ راز کر، یہاں ایک صورت ہے جو آئینہ کشف میں جلوہ گر ہے اور ایک عروس ہے جو خلعتِ اسرار سے مزیّن ہے، یہ مرآۃ العارفین کا جلوہ ہے، اگر چشمِ یقین رکھتا ہے تو اس کو پہچان۔"

یہ کتاب مرآۃ العارفین کا مطلع ہے اور یہی فقرے آپ کے فضل و کمال کے ثبوت میں کافی ہیں، اس کتاب کو چودہ کشفوں میں مرتّب کیا گیا ہے، چودھویں کشف میں روح کا بیان ہے اور فی الحقیقت آپ نے اس باب میں جس قدر معارف بیان کئے ہیں اور کسی کتاب میں مذکور نہیں۔

# سیّد یداللہؒ

میر سیّد محمد گیسو درازؒ کے پوتے اور اُنہیں کے خلیفہ ہیں، مشربِ عشق و محبّت آپ پر غالب تھا۔

نقل ہے سیّد یداللہ ابھی کم سن تھے کہ ایک روز سیّد گیسو درازؒ نے اپنی ٹوپی مسح کے واسطے اُتار کر رکھی تھی، آپ آئے اور جیسے کہ بچّوں کی عادت ہوتی ہے ٹوپی کو اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔ سیّدؒ نے فرمایا۔ یہ خلعت مبارک ہو۔ الحمد للہ امانت اپنے اہل کو پہنچی۔ پھر جس کسی کو مُرید کرتے اس کو سیّد یداللہ کی طرف رجوع کرتے اور خود تربیت و تلقین فرماتے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

# شیخ پیارہ رح

سیّد یداللہ رح کے مُرید ہیں اور حضرت سیّد محمد گیسو دراز رح کے تربیت یافتہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب آپ سیّد گیسو دراز رح کی خدمت میں پہنچے انھوں نے دریافت کیا درویش کبھی کہیں عاشق ہوئے ہو۔ آپ نے اس کے اظہار میں حجاب و تکلّف سے کام لیا، اور عرض کی کہ بندہ عشق سیکھنے کے لئے تو حضرت کی خدمت میں پہنچا ہے، میں کیا جانوں عشق کیا ہے، فرمایا مقصود اس سے امتحانِ حال اور تمہارے مشرب کی کیفیّت معلوم کرنا ہے۔ اگر اس میں کوئی واقعہ ہے تو بلا تکلّف کہو۔ عرض کیا کہ ایک دفعہ ایک ہندو عورت کی محبّت میں مبتلا ہو گیا تھا۔

کسی حیلے سے اُس کا وصال میسّر نہ ہوتا تھا۔ میں نے زُنّار باندھا اور جب بُت جاتی میں وہ پرستش کو جاتی تھی میں بھی گیا تاکہ اسکو دیکھوں، حضرت سیدؒ نے آپ کو گلے لگا لیا اور فرمایا تم جیسا عالی ہمّت مجھے کہاں ملے گا جس کو خدا کی محبّت کا طریقہ سکھاؤں، یہ کام بڑے عالی ہمّتوں کا ہے، ایمان سے زیادہ عزیز کیا چیز ہو سکتی ہے، اس کو تم نے راہِ محبّت میں صرف کیا، اب میں تم کو عشقِ حقیقی سکھاتا ہوں۔

چنانچہ آپ کو حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج کے حُجرہ میں جو حضرت خواجہ قُطب الدین بختیار قدس سرہما کے روضہ میں ہے متواتر چلّہ کشی کا حکم دیا اور انوارِ معرفت کے انعکاس کے قابل کر دیا۔ پھر آپ حضرت سیّدؒ کے اشارہ سے سیّد یداللہؒ کے مُرید ہو گئے اور جدّوجہد کر کے کمال کو پہنچے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شاہ جلالؒ

گجراتی، شیخ پیارہؒ کے مُرید ہیں، کاملانِ وقت سے تھے۔ صاحبِ تصرّف وکرامت ، اور ظاہر و باطن میں مرتبۂ عظیم اور شانِ رفیع کے مالک تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ اصل میں ولایتِ گجرات کے رہنے والے تھے اور گور ملک بنگالہ میں تخت پر بیٹھ کر بادشاہوں کی طرح حکم کرتے تھے۔ بادشاہ گور نے آپ کو شہید کر دیا بسبب وہم و دغدغہ کے جو غرض پرستوں کے کہنے سُننے سے اس کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔

منقول ہے کہ جب قاتل آپ کی خانقاہ میں آئے اور خونریزی شروع کی تو آپ کے جس مُرید پر تلوار مارتے تھے شیخ فرماتے تھے یا قہار یا قہار، اور جب آپ پر تلوار ماری تو کہنے لگے یا رحمٰن یا رحمٰن اور اسی کلمہ کے ساتھ جان بحق تسلیم کی۔ کہتے ہیں کہ آپ کا سر مُبارک زمین پر پڑا ہُوا اللہ اللہ کہتا تھا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

# شیخ محمد ملاوہؒ

آپ کو مصباح العاشقین کہتے ہیں، شروع میں شیخ احمد وارثیؒ کے مرید تھے اور اُن کی خدمت میں ریاضت و مجاہدہ کرتے تھے، آخر میں شیخ جلال گجراتیؒ کی صحبت میں پہنچے اور نسبت عشق و محبّت کو استوار کیا، آپ شیخ کامل اور صحیح الحال بزرگ تھے، وجد و سماع کے بہت شائق تھے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے سامنے قوّال ایسی چیز کہہ رہا تھا جس میں فراق اور دُوری کا ذکر تھا، اس پر اتنا وجد آیا کہ آپ کی روح نکل جانے کے قریب ہوگئی، کسی شخص نے جو آپ کے حال سے واقف تھا قوّال سے کہا کہ

کوئی اور چیز کہو جس میں قرب و وصال کی خبر ہو، چنانچہ اس کے سنتے ہی ایک تازگی اور فرحت پیدا ہوئی کہ گویا آپ کے قالب میں نئے سرے سے جان پڑ گئی ؎

الوصلُ یحییٰ والفراقُ یمیت
فما زلت فی العشق حیّا ومیّتا

وصل زندہ کرتا ہے اور فراق مارتا ہے۔ پس میں عشق میں ہمیشہ جنیا اور مرتا رہا۔

گہہ بلطفم می نوازد گہہ بنازم می کشد
زندہ می سازد مرا آں شوخ و بازم می کشد

کبھی وہ محبوب مجھے لطف و کرم سے نوازتا ہے اور کبھی ناز و ادا سے مارتا ہے، وہ شوخ مجھے زندہ کرتا ہے اور پھر ہلاک کرتا ہے۔

آپ کی وفات ۹۰۰ ہجری میں ہوئی، مزار پُرانوار قنوّج کے ایک قصبہ ملاوہ میں ہے۔ شیخ کے مُرید اور خُلفاء بہت تھے، اِس فقیر کے دادا شیخ سعد اللہ اور بڑے چچا شیخ رزق اللہ مشتاقی آپ کے مُریدوں میں سے ہیں، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

# شیخ سعداللہؒ

حضرت شیخ محمد ملادہؒ کے مُرید تھے جس زمانے میں کہ شیخؒ سُلطان سکندر کے عہدِ حکومت میں اِس مُلک میں تشریف لائے آپ مُدّت تک اُن کی خدمت میں رہے اور اُن کی صحبتِ شریف میں درد و محبّت کے معانی اور استقامتِ حال سے آشنا ہوئے رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

# شیخ رزق اللہؒ

المتخلص بہ مشتاقی، آپ بھی حضرت شیخ محمد ملاّدہ کے مرید ہیں، شیخ رح کی آپ پر خاص عنایت تھی، شیخ رزق اللہ مردِ کامل و فاضل و عارف تھے، بزرگانِ سلف کی یادگار اور نوادرِ روزگار میں سے تھے۔ فضائلِ صوری و معنوی کے جامع اور مشربِ عشق و محبّت، سلامتِ عقل، وسعتِ حوصلہ، صبر بر مصائب، دوامِ حضور اور استقامتِ احوال میں یگانۂ عصر تھے، عمر شریف بانوے برس کو پہنچ گئی مگر طبیعت میں ذوق و محبّت بدرجۂ ویسا ہی تازہ تھا۔ ہندی میں راجن اور فارسی میں مشتاقی تخلص فرماتے تھے، ہندی کلام کے دو مجموعے پیمان اور جوت نرنجن بہت مشہور ہیں، ولادت ۸۹۷ھ میں اور وفات ۲۰ ربیع الاوّل ۹۸۹ ہجری کو ہوئی۔ رحمۃ اللہ و علیٰ جمیع اسلافنا

# شیخ ابوالفتح جونپوری رح

اپنے دادا قاضی عبدالمقتدر رح کے مرید و شاگرد ہیں اور اُنہیں کے طریقہ پر فاضل و دانشمند تھے، اُن کی وصیت کے مطابق ہمیشہ درس و افادہ علوم میں مشغول رہے، فصیح البیان تھے، عربی میں آپ کے قصائد ہیں اور فارسی میں بھی شعر کہتے تھے۔ قاضی شہاب الدین سے اصولِ کلام اور فروعِ فقہ میں آپ کی بہت بحثیں ہوتی تھیں۔

شیخ ابوالفتح کی ولادتِ باسعادت ۱۴ محرم ۷۷۲ ہجری کو ہوئی اور بروز جمعہ ۱۳ ربیع الاوّل ۸۵۸ ہجری کو وفات پاگئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# شیخ تقی رح

کرڑہ (مانک پور) میں رہتے تھے اور جُلاہے کا کام کرتے تھے، حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو تقویٰ، برکت اور کرامت عطا فرمائی تھی۔

آپ کا نام مُبارک حشرات الارض کے کاٹنے میں نہایت مؤثر ہے خصوصًا سانپ کا زہر دفع کرتے ہیں، چنانچہ مارگیروں میں بہت مشہور ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

# سیدؒ شمس الدّین طاہرؒ

شیخ نور قطب عالم کے مرید اور سیّد بزرگ ہیں، ولایت زنتھور میں متوطن تھے۔
بہت سن رسیدہ تھے، عمر شریف ڈیڑھ سو برس کو پہنچ گئی تھی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ سے بہت اعتقاد و محبّت رکھتے تھے۔
اجمیر شریف میں کبھی بے طہارت نہ آتے اور شہر کے دروازہ میں ٹھہرتے تھے، شہر
میں آتے تو کامل طہارت کر کے آتے، جب وضو بھاری ہوتا تو فوراً شہر سے باہر
چلے جاتے اس خوف سے کہ کہیں شہر میں وضو ساقط نہ ہو جائے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ عبداللہ شطاریؒ

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد سے ہیں، ظاہر و باطنی سطوت و شوکت کے مالک۔ اور اپنے زمانے کے مُرشدِ کامل تھے، سلسلۂ شطاریہ کے مخصوص اذکار و اشغال کی تلقین میں منفرد تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ نقارہ بجا کر آواز دیتے تھے کوئی طالب ہے کہ آئے اور میں اُس کو خدا کا راستہ بتاؤں۔ آپ کا ایک رسالہ مشہور ہے جو طریقۂ شطاریہ کے اذکار و اشغال اور مراقبات کے بیان میں ہے۔

آپ کا مزار قلعہ منڈو کے اندر ہے۔ نوراللہ مرقدہ

# شیخ حسام الدّین بانکپوریؒ

حضرت شیخ نور قطب عالم کے مُرید اور خلیفہ ہیں ، اپنے وقت کے مشہور مشائخ میں سے ہیں ، علمِ شریعت وطریقت کے عالم تھے ، رفیق العارفین آپ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو آپ کے کسی مُرید نے مُرتّب کیا ہے ۔ اس میں لکھتے ہیں :۔

مُرید پیروں سے ایسی مشابہت رکھتے ہیں جیسے کپڑے میں پیوند ، مگر صادق حقیقی مُرید جو پیر کے کہنے پر چلتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسی سفید کپڑے میں سفید پیوند کہ کپڑا دھونے سے وہ بھی دھل جاتا ہے اور سفید ہوجاتا ہے ، ایسے ہی جو فیض کہ پیر کو پہنچتا ہے اس کو بھی پہنچتا ہے اور برخورداری بھی حاصل کرتا ہے

اور جو شخص کہ پیر کے کہنے پر نہ چلے وہ بھی مُرید ہے، اُس کی مثال ایسی ہے جیسے سفید کپڑے میں سیاہ پیوند، اگرچہ اس کو بھی فیضِ پیر پہنچتا ہے مگر اس کو اس فیض سے چنداں نفع نہیں ہوتا اور برخورداری بھی کم ہوتی ہے۔

سالک ذکر کرنے سے عاشق ہوتا ہے اور فکر کرنے سے عارف،

فیضِ الٰہی ناگاہ پہنچتا ہے مگر دلِ آگاہ پر پہنچتا ہے، پس سالک کو چاہیئے کہ منتظر رہے کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے۔

فراق کہاں ہے، یا وہ خود ہے یا اس کا نور ہے یا اُس کے نُور کا پرتو ہے۔

اگر کوئی مقامِ قُطبیّت میں پہنچ جائے پھر بھی اُسے چاہیئے کہ قرآن شریف کی تلاوت نہ چھوڑے، کم از کم ایک پارہ روزانہ پڑھے۔

درویش کے پاس چار چیزیں ہونی چاہئیں، دو ثابت اور دو شکستہ، دین اور یقین ثابت ہونا چاہیئے۔ پاؤں اور دل شکستہ،

الطمعُ مرضٌ والسّوالُ سکراتٌ والمنعُ موتٌ

طمع مرض ہے، مانگنا نزع ہے اور منع کرنا موت ہے۔

اتنے شیریں نہ بنو کہ مکھیاں چاٹ جائیں۔

سب لوگوں سے آمیختہ رہو مگر کسی سے آویختہ نہ ہو۔

---

# مولانا جلال الدین مانکپوری رح

شیخ حسام الدین مانکپوری رح کے جدِّ بزرگوار ہیں، بزرگِ کامل، عالم، عابد، صابر اور متقی تھے۔

کتابت سے گذر اوقات کرتے۔ قرآن شریف لکھ کر دہلی بھیجتے اور پانسو ٹنکہ ہدیہ مل جاتا تھا۔ کبھی بے وضو قلم ہاتھ میں نہ لیتے تھے۔

آپ شیخ مختار رح سے ارادت رکھتے تھے جو حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم

# مولانا خواجہؒ

حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار ہیں۔ دانشمند اور متقی تھے، فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

# شیخ کالوؒ

حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری کے مُرید اور خلیفہ ہیں، اسم گرامی شیخ کمال ہے اور شیخ کالو کے نام سے مشہور ہیں۔ بڑے بزرگ اور ریاضت کش تھے۔

آپ کا مزار کڑہ میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# مولانا شیخن رح

حافظ گوشہ نشین مانکپور میں رہتے تھے۔ بہت خلقت آپ سے رجوع کرتی تھی، اگر کوئی آپ کے سامنے کھانا لاتا تو اس میں سے ایک لقمہ کھا کر باقی اسی کو واپس دے دیتے، اگر کاشتکار آپ کے پاس آتے تو پوچھتے کہ بیل اچھے ہیں اور کھیتی اچھی ہے۔ شیخ حسام الدین مانک پوری رح فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا یہ آپ کیا پوچھتے ہیں، کہنے لگے ان لوگوں کو سلوک کی کیا خبر اور یہ علم کو کیا جانیں، ان باتوں کے دریافت کرنے سے ان کا دل خوش ہو جاتا ہے اور اپنے گھر میں فخر کرتے ہیں کہ ہم سے مخدوم نے یہ کہا اور یہ پوچھا۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ علی پیروؒ

ولایتِ گجرات میں رہتے تھے، آپ کا شمار موحد صوفی علماء میں ہے۔ علوم ظاہر و باطن کے ماہر تھے، آپ نے بہت دلچسپ اور عالمانہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ تفسیرِ رحمانی جو ایجاز و نکتہ آفرینی کی صفات سے آراستہ ہے اور جس میں تفسیر کو قرآن مجید سے امتزاج دیا ہے آپ ہی کی تصنیف ہے، زوراف شرح عوارف بھی آپ کی تصنیف ہے۔ نیز آپ نے فصوص الحکم کی ایک شرح لکھی ہے۔ ایک رسالہ ادلۃ التوحید بھی تالیف کیا ہے نہایت مختصر اور پاکیزہ، آپ کی وفات ۸۳۵ ہجری میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# شیخ محمد عیسیٰ رح

جونپور کے بڑے مشائخ میں سے ہیں، راہ خدا میں صادق اور عالی مقامات و احوال کے مالک تھے، آپ کی ولایت، عظمت اور کرامت پر سب کا اتفاق ہے۔

شیخ فتح اللہ اودھی رح کے مرید ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ احمد عیسیٰ رح اکابر دہلی سے تھے۔ آپ نے شیخ رح کے حکم سے برسوں ملک العلماء قاضی شہاب الدین کی شاگردی کی۔ علم ظاہر کی تحصیل سے فارغ ہو کر شیخ رح کی خدمت میں تصفیہ باطن میں مشغول ہو گئے۔

روضۂ مبارک جونپور میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

# قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ

آپ کے اوصاف بہت مشہور ہیں، اگرچہ اس زمانے میں بڑے بڑے دانشمند تھے مگر جو شہرت و قبولیت حق تعالیٰ نے آپ کو عطا کی تھی وہ کسی کے حصے میں نہ آئی۔

آپ کی تصنیفات میں حواشی کافیہ بہت مشہور ہے، نحو میں ایک کتاب ارشاد ہے، فرین و بدیع البیان علم بلاغت میں، اور بحر مواج، قرآن مجید کی تفسیر ہے جو فارسی زبان میں لکھی ہے۔ اصول بزدوی پر بھی بحث امر تک شرح لکھی ہے۔ ان کے علاوہ فارسی و عربی میں بہت سی کتابیں اور رسالے

ہیں، شعر گوئی کا بھی سلیقہ رکھتے تھے۔

ایک رسالہ مناقب السادات لکھا ہے جس میں اہلِ بیت نبوّت سلام اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ دادِ عقیدت و محبّت دی ہے۔

آپ کی وفات ۸۴۸ ہجری میں ہوئی۔ مزارِ شریف جونپور میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# قاضی نصیرالدین گنبدیؒ

عالم اور درویش تھے، دُنیا کی کوئی چیز نہ رکھتے تھے اور نہ اربابِ دُنیا سے التفات کرتے تھے، کہتے ہیں کہ آپ کی خانقاہ میں طالب علم زنجیر پکڑ کر اُٹھتے کہ کہیں ضعفِ فاقہ سے زمین پر نہ گر پڑیں۔

نقل ہے کہ قاضی شہاب الدینؒ نے اپنی کتاب حواشی کافیہ آپ کی خدمت میں بھیجی اور التماس کی کہ ان حواشی پر درس دیں۔ آپ نے اشغالِ باطنی میں غلبہ کے باعث یا بحث ونزاع کے سدِّباب کیلئے اسکو ایک اجمالی نظر سے دیکھ کر فرمایا کہ خوب لکھا ہے، ہمارے درس دینے کی ضرورت نہیں۔

آپ کا مزار جونپور میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شاہ میاں جیو رح

ایک واسطے سے حضرت سیّد محمد گیسو دراز رح کے مُرید ہیں، درویش کامل تھے۔
اپنے زمانے میں مندو کے سب سے بڑے بزرگ تھے اور اُس ولایت کے شیخ تھے۔
کہتے ہیں کہ آپ ابتدائے ماہ رجب سے روز عاشورہ تک اعتکاف میں بیٹھتے اور حجرے کے دروازے کو پتھر سے بند کر دیتے تھے، اس طرح چھ مہینے تک طعام کے بغیر تھوڑے پانی پر گذارہ کرتے۔ جس دن حُجرے سے باہر آنا چاہتے لوگوں کو آواز دیتے کہ وہاں سے چلے جائیں کیونکہ آپ کی نظرِ جلال کی تاب نہ لا سکیں گے۔ اگر اتفاقاً کوئی شخص حاضر ہوتا اور اس پر نظر پڑ جاتی تو وہ ایک روز تک بے ہوش پڑا رہتا۔

# شیخ کبیرؒ

شیخ فرید بن عبد العزیز بن شیخ حمید الدین صوفی ناگوریؒ کی اولاد سے ہیں، صاحب مقام بزرگ تھے، علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ کتاب دہن جو ضوء مصباح کی شرح ہے آپ ہی کی تصنیف ہے۔

ناگور میں اس علاقے کے کفار کے سبب سے جو تفرقہ پیدا ہوا اس کے باعث گجرات تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ رحمۃ اللہ علیہ

# خواجہ حُسین ناگوریؒ

آپ بھی حضرت شیخ حمید الدین صُوفیؒ کی اولاد سے ہیں۔ بڑے بُزرگ تھے۔ صاحبِ مقاماتِ علّیہ و کراماتِ جلیّہ۔ شریعت و طریقت و حقیقت کے جامع تھے۔ اِس ملک کے لوگ آپ کی ولایت اور عظمت پر متفق ہیں۔ ذوقِ یکماں، عشقے بہ تمام اور علمے وافر رکھتے تھے۔ غایت زہد و تقویٰ سے موصوف تھے۔

آپ شیخ کبیرؒ کے مُرید تھے، گجرات میں مدّت تک اپنے پیر کی خدمت کرتے رہے اور کسبی و دہبی علوم کی تحصیل کی۔ پھر اصلی وطن کی طرف رجوع فرمایا اور برسوں خواجۂ بُزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار شریف کی مجاورت

اور عبادتِ مولیٰ میں مشغول رہے۔ جس زمانے میں کہ اجمیر ویران تھا اور اس کے نواح میں شیروں کا جنگل تھا اُس وقت حضرت خواجہؒ کے مزار شریف پر کوئی عمارت نہ تھی، سب سے پہلے آپ ہی نے وہاں عمارت کی بنیاد رکھی اور پھر حضرت ہی کے اشارہ سے ناگور میں جا کر علومِ دین کی تعلیم اور طرقِ اربابِ یقین کی تلقین میں مشغول ہوئے۔

آپ کی تصنیفات میں ایک تفسیر ہے جس کا نام نور النبی ہے۔ قرآن شریف کے ہر پارہ کی جُداگانہ جلد لکھی ہے۔ حلِ تراکیب اور بیان معانی جو کچھ اور تفسیروں میں ہے سب اُس میں بہت تفصیل اور تسہیل کے ساتھ درج ہے۔ قسم ثالث مفتاح پر بھی شرح لکھی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر رسائل ومکتوبات بھی ہیں۔ سیّد کائنات محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت سے سرشار تھے اور جو کچھ آپ کا گھر، چاہ اور باغ وغیرہ تھا سب کو آنحضرت صلعم کے نام پر وقف کر رکھا تھا۔

منقول ہے کہ آپ کو سلطان غیاث الدین خلجی نے جو ولایت مندو کا بادشاہ تھا بہت بلایا مگر آپ نے کبھی اس کی دعوت قبول نہ کی۔ ایک دفعہ سلطان کے پاس کہیں سے حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مُوئے مبارک آیا۔ لوگوں نے کہا اگر یہ خبر خواجہ حسین کو ہو جائے تو وہ فوراً آجائیں گے اور ہرگز توقّف نہ کریں گے۔ چنانچہ سلطان غیاث الدین نے یہ خبر شیخ حسین کو پہنچائی، آپ نے اسی وقت بلا توقّف مندو کا قصد کیا اور سماع کرتے اور درود پڑھتے ہوئے چل پڑے۔ جب اُس ولایت کے قریب پہنچے بادشاہ استقبال کو آیا، دیکھا کہ ایک شخص غبار آلود پرانے کپڑے پہنے ہوئے چھکڑے پر چلا آرہا ہے۔ اس نے خیال کیا کہ شیخ کوئی اور ہوں گے۔ لوگوں نے کہا شیخ یہی ہیں۔ بادشاہ نے آپ سے ملنا چاہا۔ حضرت شیخ کو مُوئے مُبارک

کی زیارت کا اتنا شوق تھا کہ اس کی طرف مخاطب ہونا تو درکنار، اپنی خبر نہ تھی، کہتے ہیں کہ جس وقت شیخ کی نظر موئے مبارک پر پڑی وہ اڑ کر آپ کے ہاتھ میں آگیا۔ سلطان غیاث الدین آپ کو اپنے باپ کی قبر پر لے گیا اور اس کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی اور جو کچھ صاحبِ قبر کا حال کشف ہوا وہ بھی بیان کیا۔ سلطان نے گراں قدر تحائف آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ نے کچھ قبول نہ فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# شیخ احمد مجد شیبانیؒ

بزرگ تھے جامع علوم شریعت و طریقت و ورع و تقویٰ و ذوق و حالت، نیک کام کے حکم کرنے اور بُرے کام سے منع کرنے میں جانباز تھے۔ اہلِ دُنیا کی آپ کے سامنے کچھ قدر نہ تھی۔ آپ کی مجلس حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی مجلس سے مشابہ تھی۔ خواجہ حسین ناگوری قدس سرہ کے مُرید و خلیفہ ہیں۔

کہتے ہیں کہ آپ اٹھارہ سال کی عمر میں کل علوم میں درس دیتے تھے۔ آپ کی ولادت نارنول میں اور پرورش اجمیر میں ہوئی۔ مرقدِ مبارک ناگور میں ہے۔ آپ کے والدِ ماجد قاضی مجد الدین بن قاضی تاج الافاضل بن شمس الدین شیبانی، امام

محمد شیبانیؒ کی اولاد سے ہیں جو امام اعظم ابی حنیفہؒ کے مصاحب تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما

قاضی مجد الدینؒ کے سات فرزند تھے۔ سب عالم، متقی اور متدیّن ہیں۔ سب میں بڑے شیخ احمد تھے جو علم و عمل میں سب پر فائق تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں علما سے بحث کیا کرتے اور عربی و فارسی میں خوب تقریر کرتے تھے۔ بادشاہوں اور امیروں کی مجالس میں آکر بحث کرتے تھے۔ عنفوانِ شباب ہی میں خواجہ حسین ناگوریؒ کے مُرید ہوئے۔ بحث و جدل اور بادشاہوں کے پاس جانے سے توبہ کی اور پیر و مُرشد سے علم طریقت پڑھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں نارنول سے اجمیر آئے اور اس مقامِ مبارک میں ستّر سال تک زُہد و پرہیزگاری اور نیک کاموں میں زندگی بسر کی۔ امر معروف و نہیٔ منکر میں آپ کے سامنے امیر و فقیر اور خویش و بیگانہ سب برابر تھے کسی وقت مداہنت سے کام نہ لیتے تھے۔

نقل ہے کہ جب اجمیر میں خلل واقع ہوا اور گبرِ اعظم رانا سانگا نے قلعہ پر قبضہ کرلیا اور اکثر مسلمانوں کو شہید کیا، شیخ احمد مجد نے اس حادثہ سے سات روز پہلے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرہ کے اشارے سے شہر سے باہر آکر مسلمانوں کو خبردار کردیا تھا کہ اس شہر پر کچھ نظرِ جلال ہے اور حضرت خواجہ کا فرمان ہے کہ مسلمان شہر سے چلے جائیں۔ چنانچہ آپ روز دوشنبہ ۹۲۲ ہجری کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اجمیر سے باہر آگئے۔ دوسرے دوشنبہ کو کفار نے اجمیر پر حملہ کیا اور شہر کو زیر و زبر کردیا۔

حضرت شیخ احمد جب اجمیر میں آئے تو اٹھارہ برس کے تھے اور جب گئے تو نوّے برس کے قریب پہنچ گئے تھے۔ تین چار سال نارنول میں رہے۔ ایک دن آلہ دین مجذوب آئے اور کہا احمد تجھ کو آسمان پر بُلاتے ہیں۔ اپنے پیر کے پاس جا۔

آپ نے خود بھی خواب میں کچھ ایسا ہی دیکھا تھا۔ اسی وقت ناگور کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑے دنوں میں اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو رحلت فرما گئے۔

کہتے ہیں کہ حالتِ نزع میں جب ذرا افاقہ ہوتا تو ہاتھ اٹھا کر تکبیرِ تحریمہ کہتے اور پھر بے خود ہو جاتے۔ اسی حالت میں اللہ اکبر کہتے ہوئے چھبیسویں صفر ۹۲۷ ہجری کو جان بحق تسلیم کی۔ مخدوم بزرگ حضرت سُلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفیؒ کے روضۂ مبارک میں اپنے پیر کے پائین مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

# شیخ حمزہ دھرسوی رح

شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا رح کی اولاد سے ہیں، آپ کا سلسلہ حضرت میر سید محمد
گیسو دراز رح سے ملتا ہے۔ پیر بزرگ، صاحب برکت و نعمت و کرامت، معمور الاوقات
اور دائم العبادات تھے، سلطان بہلول کے زمانے سے اسلام شاہ کے عہد تک زندہ رہے۔
ابتدائے حال میں کسی بادشاہ کی خدمت میں مصروف تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک رات
محل سرائے شاہی کی حفاظت کر رہے تھے، اچانک دل میں خیال آیا کہ کسی ایسے شخص
کی خدمت کرنی چاہئیے جو میری حفاظت کرے نہ ایسے کی جس کی میں حفاظت کروں۔
اسی خیال سے نکلے اور حضرت خواجۂ بزرگ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے

اجمیر شریف گئے۔ وہاں ایک دیوانہ ملا، اس سے نعمت پائی اور شیخ احمد مجدؒ کی صحبت میں بھی رہے۔ پھر وہاں سے اپنے وطن میں آئے اور قصبہ دھرسو میں جو نارنول سے تین کوس پر ہے۔ سکونت اختیار کی۔ گوشۂ عزلت میں بیٹھے تو پھر کسی دُنیادار کے گھر نہ گئے اور نہ کسی خادم کو بھیجا۔

نقل ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے لئے دھرسو سے نارنول آیا کرتے تو راستے میں سے لکڑیاں چن کر گٹھا باندھ لیتے اور جہاں کوئی فقیر بیٹھا ہوا مل جاتا اسے دیدیتے۔ آپ فرماتے تھے۔ دُنیا آگ کے مثل ہے۔ یہ اتنی ہی کافی ہے کہ جس سے کوئی چیز پکا کر کھالیں اور سردی میں گرم ہو جائیں۔ جب زیادہ ہو جاتی ہے تو جلا کر ہلاک کر دیتی ہے۔

حضرت شیخ حمزہ کی وفات ۲۵ ربیع الثانی ۹۷۵ ہجری کو ہوئی مغرب کی نماز میں دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت میں تھے کہ جاں بحق تسلیم کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ احمد عبد الحق رح

حضرت شیخ جلال پانی پتی رح کے مُرید ہیں۔ صاحبِ تصرف درویش اور مظہرِ خوارق عادات و کرامات و صاحبِ شوق و ذوق و سُکر و حالت و فقر و تجرید تھے۔ جذبِ قوی، نظرِ مؤثر اور تصرّفِ غالب رکھتے تھے۔ ولادتِ باسعادت ردولی میں ہوئی اور مزار شریف بھی وہیں ہے۔

نقل ہے کہ آپ سات برس کے تھے، مگر جب آپ کی والدہ تہجد کے لئے اٹھتی تھیں تو آپ بھی اٹھتے اس طرح کہ والدہ کو خبر نہ ہوتی اور گھر کے ایک کونے میں نماز پڑھا کرتے، جب والدہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے بسبب مہرِ مادری منع کیا آپ کو

چونکہ محبّت حق غالب تھی خیال کیا کہ یہ ماں راہزن ہے جو مجھ کو خدا کی عبادت سے باز رکھتی ہے لہذا طلب حق میں گھر سے باہر قدم رکھا۔ کہتے ہیں کہ جب آپ سفر میں نکلے تو بارہ برس کے تھے۔ آپ کے ایک بھائی شیخ تقی الدّین نام دہلی میں رہتے تھے اور بڑے عالم تھے، اُن کی خدمت میں آئے اور تعلیم کا قصد کیا۔

شیخ تقی الدین نے آپ کو کچھ علمِ ظاہری پڑھانا شروع کیا۔ آپ نہ پڑھتے تھے اور کہتے کہ مجھے معرفتِ حق کا علم پڑھایئے، مجھ کو اس علم سے جو آپ پڑھاتے ہیں کچھ کام نہیں۔ شیخ صاحب آپ کو دہلی کے علمار کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ بچّہ مجھے تنگ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے علم سکھاؤ مگر جب میں پڑھاتا ہوں تو پڑھتا نہیں۔ آپ لوگ اسے نصیحت کریں شاید کچھ اثر ہو۔ انھوں نے بھی صرف کی کتاب نکالی۔ آپ نے کہا مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں، مجھے خدا کا علم سکھاؤ کیونکہ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ سب لوگ آپ کی حالت پر حیران تھے، پھر بھائی کی صحبت کو چھوڑ کر اپنے کام میں مشغول ہوئے۔

نقل ہے کہ آپ کے بھائی شیخ تقی الدین نے چاہا کہ آپ کی شادی کر دیں، جب آپ کو خبر ہوئی تو اُن لوگوں کے پاس جن کے ہاں نسبت ہوئی تھی گئے اور کہا میں نامرد ہوں مجھ کو لڑکی نہ دیں۔

نقل ہے کہ آپ نے فرمایا منصور بچّہ تھا ضبط کی طاقت نہ رکھتا تھا اور اسرار کو فاش کر دیا۔ اس طریق میں بعض ایسے مردانِ خدا ہیں کہ سمندر پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔ فرماتے تھے کہ نظامی ناقص شاعر تھے جو یہ شعر کہا ہے

صحبتِ نیکاں ز جہاں دور گشت　　خوانِ عسل خانۂ زنبور گشت

کیونکہ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت جیسی کہ صحابہ کرام کو حاصل تھی ویسی ہی ارباب حال اور محبانِ ذوالجلال کو اب بھی حاصل ہے۔

آپ کی وفات ۵ جمادی الثانی ۸۳۷ ہجری کو سلطان ابراہیم شرقی کے زمانے میں ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب

فرماتے تھے کہ حق کی ذاتِ پاک بے نام ونشان ہے۔ اس ذاتِ پاک کے اسماء میں سے کوئی اسم بھی اس ذاتِ پاک پر اطلاق کریں تو وہ حق کے اسم سے بہتر اور بزرگ تر نہ ہوگا کیونکہ اسم حق کے معنی جملہ کمالات کے سزاوار اور ثابت بذات ہیں۔ پس ذاتِ پاک پر اسم حق کا اطلاق بر بنائے کمال ہے۔ شیخ عبدالقدوسؒ نے رسالہ انوار العیون میں اس کی توجیہہ میں بعض باتیں آپ کی اصطلاح کے موافق لکھی ہیں۔ روایت ہے کہ آپ کے بعض مریدوں نے اسی کلمہ کے ساتھ جان دی ہے اور آپ کی خانقاہ میں غیب سے یہی آواز سنائی دیتی تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علی جمیع عبادہ الصالحین۔

# شیخ صلاح درویش رح

قصبہ رودولی میں بالائے حوض خوابیدہ ہیں۔

حضرت شیخ احمد عبدالحق رح فرماتے ہیں کہ جب میں مسافرت کے بعد ردولی میں آیا ہر چند کہ وہ فقیر کا اصلی وطن تھا مگر میں نے وہاں رہنے کی اجازت شیخ صلاح رح سے طلب کی کیونکہ وہاں کے صاحبِ ولایت وہی تھے، چنانچہ میں اُن کے روضہ پر گیا۔ فاتحہ پڑھی، حضرت سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور وہاں بیٹھ کر اجازت حاصل کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ جمال گوجری ؒ

شیخ صلاح درویش رح کے مُرید تھے، اودھ میں شیخ احمد عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ شیخ احمد رح کہتے تھے کہ دیار بکر سے پنڈوہ تک مسافرت کی، کسی مسلمان سے ملاقات نہ ہوئی مگر اودھ میں ایک بچّے کو دیکھا، اور شیخ جمال گوجر کے مرتبۂ کمال کی طرف اشارہ کیا۔

نقل ہے کہ جس زمانے میں شیخ احمد رح اودھ میں تھے ایک کتیا ساتھ تھی، اس نے بچّے دیئے تو شیخ رح نے بچوں کی ولادت پر میزبانی کی اور شہر کے تمام رؤسا، اکابر و امرار کو دعوت نہیں بلایا۔ دوسرے دن شیخ جمال گوجر نے شکایت کی کہ آپ نے

تمام شہر کو بلایا اور ہم کو نہ بلایا۔ انھوں نے فرمایا جمال الدین! کتّے کی میزبانی تھی، میں نے کتّوں کو بلایا کیونکہ

اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ

دُنیا مُردار ہے اور اس کے طالب کتّے ہیں۔

تم تو آدمیوں میں شمار ہو، تمہیں کیوں بلایا۔

# شیخ بختیار رح

حضرت شیخ احمد عبدالحق رح کے مرید اور اُن سے مخصوص تھے، اُن کے محرم اسرار اور واقفِ احوال تھے، سفر و حضر میں اُنہی کے ساتھ رہتے۔

آپ ایک سوداگر کے غلام تھے جو جواہرات کی تجارت کرتا تھا، ایک دفعہ آپ کا مالک ردولی میں کسی سودے کے لئے آیا، بختیار کی نظر شیخ احمد رح پر پڑی، اور اُن کے معتقد ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ آپ بالکل اَن پڑھ تھے مگر شیخ کی برکتِ صحبت سے علم معرفت کے عالم ہو گئے، جو کچھ کہتے کتاب اللہ اور سنّتِ رسول صلعم سے باہر نہ کہتے تھے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

# شیخ عارفؒ

حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید اور اُن کے صاحبِ سجّادہ
ہیں ۔ چالیس سال کی عمر پائی ۔ درویشوں کے ہر طائفہ کے محرمِ اسرار
تھے اور سب لوگ آپ سے راضی تھے ۔ قدس اللہ سرہٗ ۔

# شاہ داؤدؒ

سرہر پور میں رہتے تھے، چند واسطوں سے شاہ خضرؒ تک جو حضرت خواجہ قُطب الدین بختیار اوشی قدس سرّہٗ کے مُرید تھے پہنچتے ہیں۔ درویش کامل تھے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ عبداللہ شطاریؒ اس ملک میں تشریف لائے لوگ اُن کا شرفِ مُلازمت حاصل کرنے کے لئے متوجّہ ہوئے۔ شاہ داؤد بھی شیخؒ کی ملاقات کو اُن کے گھر پہنچے۔ شیخ عبداللہ شطاریؒ کا معمول تھا کہ اُن کے دروازے پر دربان رہتا تھا۔ دربان نے آپ کو اندر جانے سے منع کیا۔ آپ چونکہ زور وقوّت رکھتے تھے۔ دربان کو گرا کر اُس کے سینے پر پیر رکھ کے جبراً شیخ کے سامنے آگئے

اور جب فرش پر شیخؒ بیٹھے ہوئے تھے بیٹھ گئے۔ شیخؒ نے آپ کی عزت و تکریم کی۔ اثنائے مجلس میں شیخ عبداللہ شطاریؒ کے خادموں میں سے ایک نے کہا کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا ہے۔ آپ نے کہا کوئی باادب خدا تک نہیں پہنچا ہے۔ حاضرین نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر میں ادب کرتا اور دربان کو نہ مارتا تو ملازمت شیخؒ سے کیونکر شرف یاب ہوتا اور خدا تک کیسے پہنچتا۔ شیخؒ بہت خوش ہوئے اور آپ کی اس بات کو پسند کیا اور بہت عنایت فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

---

# شاہ نورؒ

حضرت شاہ داؤدؒ کے مُرید ہیں۔ بڑے بزرگ تھے صاحبِ کشف و تصرفِ ظاہر و باطن۔ شروع میں دھوبی کا کام کرتے تھے کہ ناگہاں شاہ داؤد آپ کے پاس پہنچے اور آپ کی قوتِ استعداد کو دیکھ کر کہا۔ بابا یہ دھندا کبتک کروگے؟ اب دوسرا کام کرو، آپ نے شیخؒ کے اشارے سے اس کام کو چھوڑ دیا پھر ریاضت شروع کی اور کمال کو پہنچے۔

آپ کے ایک خلیفہ شیخ پیرک نام انبالہ میں رہتے تھے، اگرچہ بہ یوسف قتالؒ کے مُرید تھے مگر تربیت و ارشاد شاہ نورؒ سے پایا تھا اور آپ ہی کی طرف سے مُرید کرتے تھے، کبیر السن اور بڑے صاحبِ حال تھے، تصرفِ کامل رکھتے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ

# شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ

حضرت شیخ مینا کے مرید ہیں، بزرگ تھے حدودِ شریعت اور آدابِ طریقت کے محافظ، ہمتِ عالی رکھتے تھے، ترک و تجرید سے موصوف تھے اور اپنے پیرومرشد کے طریق پر مجبور رہے، وجد و سماع کے شائق تھے، علومِ شریعت و طریقت کے عالم تھے، علمِ نحو و فقہ و اصول میں آپ کی تصنیفات ہیں مثلاً شرح مصباح، کافیہ، حسامی اور بزدوی وغیرہ رسالہ مکیہ پر بطرز خزانہ جلالی (ملفوظاتِ مخدوم جہانیاں) شرح لکھی ہے جس کا نام مجمع السالک ہے۔ اس میں حضرت شیخ مینا کے ملفوظات و حالات درج کئے ہیں۔ علمِ ظاہر میں مولینا اعظم کے شاگرد ہیں جو اس وقت کے فقہا و علماء میں مشہور تھے، آپ کے مرید بہت ہیں رحمۃ اللہ علیہم

## شاہ سیدوؒ

ابتدا میں بادشاہوں کی خدمت میں مصروف تھے اور بہت دولت مند تھے، بعد ازاں جذبۂ عنایت کے زیرِ اثر سب متاعِ دنیاوی ترک کر کے شیخ حسام الدین مانکپوریؒ کی خدمت میں آگئے، مجاہدہ اختیار کیا اور خرقہ پہن کر درویش ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ پہلے ایک عورت پر عاشق تھے، جامۂ فقر پہننے کے بعد اسی لباس میں اس عورت کے پاس گئے۔ اس نے کہا سیدو! آلہیہ ہو گئے یعنی گدا و فقیر، کیونکہ فقیر کو اس دیار میں آلہیہ کہتے ہیں، اس دن سے آپ کا لقب سیدو آلہیہ ہو گیا، وہ عورت بھی علاقہ محبت سے آپ کی خدمت میں آکر فقیر ہو گئی۔ آپ نے اشعار بھی

کہے ہیں جن میں سے ایک بیت یہ ہے ؎

دل گویدم سیدو بگو احوالِ خود یک یک برو
آندم کہ خود می آید او سیدو کجا گفتار گو

دل کہتا ہے کہ اے سیدو، جا اور اپنا احوال ایک ایک کرکے اُس سے بیان کر، مگر جب وہ خود آتا ہے تو پھر کجا سیدو اور کجا شکوہ شکایت ،

نقل ہے کہ ایک دفعہ شیخ حسام الدینؒ، راجی حامد شاہؒ اور شاہ سیدوؒ تینوں کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا صرف ایک رُوئی کی قبا موجود تھی، شیخ حسام الدینؒ نے اس کے تین حصّے کرکے ابرہ ایک کو دیا۔ استر ایک کو اور رُوئی خود اوڑھ لی، پھر ایک رسّی اٹھا کر اس سے اپنی کمر باندھ لی، سر ویسے ہی ننگے تھے، اس حالت میں تینوں بزرگوار جامع مسجد کی طرف چل دیئے۔ راستے میں ایک شخص نے درخت کے پتّوں میں لپٹا ہوا حلوا پیش کیا۔ حلوے کو آپس میں تقسیم کرکے پتّوں کی ٹوپیاں بنا کر سر پر رکھ لیں، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

شاہ سیدوؒ کی قبر فتحپور ہنسوہ میں ہے جو کڑہ مانکپور کے نزدیک ہے۔

---

# راجی حامد شاہؒ

حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ بزرگِ کامل تھے۔ نسبتِ درست، حالِ صحیح اور صفائی باطن کے مالک تھے۔

شروع میں سپاہیوں کے لباس میں رہتے تھے۔ آخر شیخ حسام الدینؒ کی صحبت میں پہنچے اور ریاضاتِ شاقہ سے آپ کو صفائی باطن اور حضورِ وقت نصیب ہوا۔ علمِ ظاہر پر آپ نے بقدرِ ضرورت کفایت کی تھی لیکن بڑے بڑے علماء آپ کے حلقہ ارادت کے اسیر تھے۔

مزار شریف مانکپور میں ہے قدس اللہ سرّہٗ

# راجی سیّد نورؒ

حضرت راجی حامد شہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ رشید ہیں ۔ اپنے والدِ ماجد کی طرح بزرگ اور صاحبِ کرامت تھے ۔ سپاہگری کے لباس کو اپنے حال اور مشغولیٔ باطن کا پردہ بنائے رکھتے تھے ۔

آپ کا مزارِ پرانوار بھی مانک پور میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ حسن طاہرؒ

حضرت راجی حامد شاہؒ کے مُرید ہیں اور حضرت حاجی سیّد نورؒ سے بھی نعمتِ خلافت پائی تھی۔ آپ کے والدِ بزرگوار شیخ طاہر، ملتان سے طلبِ علم میں نکلے اور ایک مدت تک شہر بہار میں رہ کر شیخ بڈھ حقانی سے تحصیلِ علم کی۔ وہیں بہار میں شیخ حسن خلوت خانہ عدم سے جہان سر لئے وجود میں تشریف لائے۔ عنفوانِ شباب ہی سے تحصیلِ علم کے دوران میں دردِ طلب آپ کے دامن گیرِ حال ہوا اور درویشوں کی صحبت اختیار کی۔

انہی ایام میں حضرت راجی حامد شاہؒ کا آوازۂ مشیخت و بزرگی لوگوں میں بلند ہوا۔ شیخ حسن بطریقِ امتحان حضرت سیّد راجیؒ کو دیکھنے کے لئے گئے اور پہلی ملاقات ہی میں جانثیانلی

کی توجہ سے ان کے سلسلۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ علما میں سب سے پہلے آپ ہی سیدہ کے مرید ہوئے۔ آپ جونپور کے مشائخ سے تھے، سلطان سکندر کے زمانے میں اس کی استدعا پر اس دیار میں تشریف لائے۔ پہلے ایک مدت تک آگرہ میں رہے، پھر دہلی آ کر بجے منڈل میں اہل و عیال سمیت مقیم ہو گئے۔ اور ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ ہجری کو اسی جگہ وفات پائی۔ آپ کا اور آپ کی اکثر اولاد کے مزار وہیں ہیں، رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ نے طریق سلوک اور علم توحید میں رسائل تالیف کئے ہیں۔ ان میں سے ایک رسالہ مفتاح الفیض ہے۔ اس میں لکھتے ہیں۔

سوال: سلوک کیا ہے اور سالک کون ہے اور تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب اور تخلیۂ سر اور تجلیۂ روح کیا ہے۔

جواب: لغت میں سلوک کے معنی "چلنا" ہیں اور حسی طور پر چلنا ایک سے دوسری جگہ انتقال کرنا ہے اور یہاں سلوک سے مراد معنوی طور پر چلنا اور انتقال معنوی ہے۔ مرتبۂ نفس میں اسی سلوک و انتقال کا نام تزکیہ ہے تزکیۂ نفس یہ ہے کہ نفس کو حیوانی اوصاف ذمیمہ سے دور کر کے ملکی اوصاف حمیدہ کے ساتھ اور امارگی سے دور کر کے لوامگی و مطمئنگی کے ساتھ موصوف کرے۔ سلوک دل کو تصفیہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آئینۂ دل کو دنیاوی ہموم و غموم کے زنگار، دنیا و ارباب دنیا کی رغبت، حرص و حب دنیا اور بے فائدہ اندیشوں سے مصفا کرے۔ تخلیۂ سر یہ ہے کہ سر کو اندیشۂ ماسوائے اللہ اور غوغائے غیر حق سے اگرچہ بہشت ہی ہو خالی رکھے اور سر کی پاسبانی کرے یعنی غیر حق کے اندیشہ کو اس میں راہ نہ دے اور اگر کچھ یکایک گذرے تو ان خیالات کی نفی کر دے۔ تجلیۂ روح یہ ہے کہ روح کو نور

مشاہدۂ حق وذوق وشوق ومحبّت واسرار وانوارِ مشاہدہ سے متجلّی ومتحلّی کرے۔
پس حقیقتِ سلوک عبارت ہے اخلاقِ حیوانی کے تبدیل کردینے اور اوصافِ بشری سے خروج کرنے اور اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متخلّق ہونے سے۔

---

## مولینا آلہ دادؒ

جونپور کے بزرگ علماء میں سے ہیں۔ کافیہ، ہدایہ، بزدوی اور مدارک کے شارح ہیں۔ طالب علمی ہی سے تحریر و تنقیح میں پوری قدرت رکھتے تھے۔ ایک واسطہ سے آپ قاضی شہاب الدین کے شاگرد ہیں اور حضرت راجی حامد شاہ کے مرید۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

# شیخ معروف رح

جونپوری، مولینا آلہ داد شارح رح کے مُرید ہیں۔ بزرگِ کامل تھے، صاحبِ مجاہدات و ریاضات و ذوق و حالات۔

آپ کے ایک مُرید شیخ احمد زین، جونپور میں رہتے تھے جو عالم و عامل و متوکّل و متورّع و متبرّک مشہور تھے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

# شیخ بہاؤالدین جونپوریؒ

جونپور کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت شیخ محمد عیسیٰؒ کے مرید تھے۔ ترک و تجرید و صدق و ورع میں قدم راسخ رکھتے تھے رحمۃ اللہ تعالے علیہ

---

# شیخ بہاؤالدینؒ

بن ابراہیم بن عطا اللہ انصاری قادری شطاری حسینی، صاحبِ حالات اور جامع برکات و کرامات تھے۔ اصلی وطن سرکار سرہند میں قصبہ جنید تھا۔ مندو کے کسی بادشاہ کی استدعا پر آپ وہاں تشریف لے گئے۔ قادری بزرگ تھے اور شطاری مشرب رکھتے تھے۔ آپ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس مشرب کے مختلف اذکار، اشغال، طریقے اور آداب بیان کئے ہیں۔

نقل ہے کہ آپ کو پاک خوشبوئیں سونگھنے سے ایسا ذوق و حال ہوتا تھا کہ روح نکلنے کے قریب پہنچ جاتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص حالتِ ضعف و نقاہت میں آپ کے

پاس غالیہ لے کر آیا۔ جس کے سونگھتے ہی اس قدر ذوق ہوا کہ وصال پا گئے۔ یہ واقعہ ۹۲۱ ہجری میں ہوا۔

رسالہ شطاریہ میں لکھتے ہیں الطرقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَددِ انفاسِ الخلق ۔ خدا تک پہنچنے کے طریقے خلقت کے انفاس کے برابر ہیں — مگر ان میں سے تین طریق بہت مشہور ہیں۔ پہلا طریق اخیار کا ہے اور وہ روزہ، نماز، تلاوتِ قرآن، حج اور جہاد ہے۔ دوسرے راستے پر اصحابِ مجاہدات و ریاضات چلتے ہیں اور وہ تبدیلِ اخلاقِ ذمیمہ، تزکیۂ نفس، تصفیۂ دل اور تجلیۂ روح ہے، یہ ابرار کا طریق ہے۔ تیسرا طریق شطاریہ کا ہے اور یہ طریق جلد منزلِ مقصود پر پہنچاتا ہے۔ طریقِ شطاریہ کے دس اصول ہیں۔ توبہ[1]، زہد[2]، توکل[3]، قناعت[4]، عزلت[5]، توجہ[6]، صبر[7]، رضا[8]، ذکر[9] اور مراقبہ[10]۔

---

# شیخ بڈھن شطاریؒ

حضرت شیخ عبداللہ شطاری کی اولاد سے ہیں، سلطان سکندر کے زمانے میں آپ کی مشیخت وارشاد وتربیت کا شُہرہ بہت بلند تھا۔ طریقۂ شطاریہ کے مطابق طالبوں کو تلقین فرماتے تھے۔

محررِ سطور کے بڑے چچا شیخ رزق اللہؒ نے آپ کی خدمت میں جاکر تلقینِ ذکر پائی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

# مخدوم مولینا عماد الدین غوریؒ

شہر نارنول کے مشائخ سے ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد دیارِ عرب سے ملکِ عجم میں آئے تھے اور سلطان شہاب الدین کے ہمراہ غور سے ہندوستان میں آئے۔

شیخ احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی منقول ہے کہ میں نے مولانا عماد کو بچپن میں دیکھا تھا۔ بزرگِ کامل تھے۔ کمالِ اِتباع رکھتے تھے اور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سُنّت اُن سے ترک نہ ہوتی تھی۔ فقر و فقراء کو بہت دوست رکھتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ علم الدین حاجیؒ

مرد بزرگ تھے تارکِ دنیا اور خلائق سے مجرّد، مزدوری سے گذر اوقات کرتے تھے۔ جب مکّہ شریف گئے تو ایک کلہاڑی، درانتی اور رسّا ساتھ لے گئے۔ راستے میں لکڑیاں اور گھاس بیچ کر گذارہ کرتے اور گدائی نہ کرتے اور نہ کسی سے نذر و فتوح قبول کرتے۔ اپنے آپ کو بزرگوں کے مانند نہ رکھتے بلکہ عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ سیّد تھے مگر لوگوں پر ظاہر نہ کرتے تھے۔

عالم خان میواتیؒ آپ کا مُرید تھا۔ اُس نے خواہش کی کہ آپ کے لئے گھر اور خانقاہ بنوائے مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔

آپ کا مقبرہ شہر نارنول سے باہر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# مخدوم شیخ محمدؒ الحسینی الجیلانیؒ

الاُچیؒ ۔ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر الحسینی الجیلانی رضؓ کی اولاد سے ہیں، آپ کی نسبت چھ واسطوں سے آنحضرت رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ صاحبِ عظمت و کرامت و اُبّہت و جلالت اور جامعِ علومِ معقول و منقول تھے۔ ولایتِ روم سے خراسان آئے اور وہاں سے ملتان تشریف لا کر اُچ میں سکونت اختیار کی۔ ایک مرتبہ اکثر معمورۂ عالم کی سیر و سیاحت بالکل تن تنہا اور بے تعلقی میں کی، دوسری مرتبہ بہت خیل و حشم اور بے شمار ملازمین و متعلقین کے ہمراہ اِس ملک میں رونق افروز ہوئے۔ بادشاہِ وقت آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔

اور آپ کے پیوستگان سے نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ پیش آتا تھا۔ اس زمانے میں ملتان افاضل و علماء و اکابر سے قحط زدہ تھا، مخدوم عزتِ ذاتی اور علوِ فطری کے باعث سب پر سبقت لے گئے اور مسندِ امتیاز و انفراد پر جلوہ افروز ہوئے۔

مخدوم شعر و سخن سے بھی شغف رکھتے تھے۔ آپ نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے اکثر مناقب نظم فرمائے ہیں۔ غزلیات کا ایک دیوان بھی مرتّب کیا۔ قادری تخلّص فرماتے تھے!

مخدوم شیخ محمّد[۱] کا مقبرہ اُچہ شریف میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے، شیخ عبدالقادر جن کو مخدوم ثانی کہتے ہیں۔ سیّد عبداللہ[۲] جو اپنے زمانے میں فضیلت و لطافتِ طبع اور سلامتِ قریحہ میں بے نظیر تھے کہتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی اُن کے فضائل کی خبر سُن کر ان کے پاس اشعار بھیجتے تھے، اور سیّد مبارک[۳] ایک عالی مرتبہ سیّد تھے، ان کی اولاد سے ایک فرزند ہے جن کو میر میران کہتے ہیں نہایت مُحسّن و متبرّک، لاہور میں سکونت رکھتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم

---

# مخدوم شیخ عبدالقادرؒ

بن شیخ محمد الحسنی الجیلانی، شیخ عبدالقادر ثانی کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، ظاہری کرامات، آشکارا احوال، عالی مقامات اور حمیدہ اوصاف سے موصوف تھے۔ حال میں باکمال اور کمال میں وہم وخیال کی حد سے بالاتر تھے۔ بہت سے گنہگار اور کفار آپ کے مشاہدۂ جمال اور معائنۂ کمال سے توبۃ النصوح کی سعادت حاصل کر کے شرفِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ اس ولایت میں حضرت غوث الثقلین رضؓ کے حقیقی وارث ہیں اور کمالات میں حضرت ہی کے تابع ہیں، اسی سبب سے آپ کو شیخ عبدالقادر ثانی اور مخدوم ثانی کہتے ہیں۔

نقل ہے کہ آپ نے جوانی کے ایام بہت ناز و نعمت اور آسودہ حالی میں گزارے، اسباب عیش و طرب کے بہت دلدادہ تھے یہاں تک کہ آلات طرب اور مزامیر کئی اونٹوں پر لد کر آپ کے ہمراہ جاتے تھے، آخر حال میں جب آپ سجادۂ مشیخت اور مقام تربیت پر رونق افروز ہوئے تو نغمہ و سماع سے کلّی پرہیز کیا اور مریدوں اور طالبوں کو بھی سخت منع کرتے تھے۔ اگر احیاناً کچھ سُن لیتے تو پھر اتنا گریہ وزاری کرتے کہ روح نکلنے کے قریب ہو جاتی تھی۔

آپ کی حالت اور جذبہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک روز اُچہ کے جنگل میں شکار کھیل رہے تھے، ناگاہ ایک تیتر کو دیکھا کہ عجیب و غریب آواز سے نالہ و فریاد کر رہا ہے۔ ایک درویش اس جنگل میں سے گذر رہا تھا، اس نے کہا سبحان اللہ ایک دن وہ ہوگا کہ یہ جوان بھی مولیٰ جلّ وعلا کے قلق محبت سے اس تیتر کی طرح نالہ و فریاد کرتا ہوگا۔ یہ بات سنتے ہی آپ کے حالت پیدا ہوئی اور ماسوا اللہ سے دل بیزار ہو گیا۔ اسی طرح روز بروز اسباب جذب و آثارِ شوق و انوارِ محبت فائض و نازل ہونے لگے یہاں تک کہ کامل فراغ بالی سے مولیٰ تعالےٰ کے ساتھ مشغول ہو گئے۔

حضرت مخدوم ثانی کی عمر شریف اٹھتر برس کی تھی، آپ کی وفات ۱۸ ربیع الاوّل ۹۴۰ ہجری کو ہوئی۔ مقبرہ شریف اُچہ میں مشہور ہے۔ نور اللہ مرقدہ

# شیخ عبدالرزاقؒ

حضرت مخدوم شیخ عبدالقادرؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ صاحب فضائل و مناقب و مفاخر۔ ہمت عالی اور شان عظیم کے مالک تھے۔ حضرت مخدومؒ کی رحلت کے وقت حاضر نہیں تھے کسی وجہ سے ناگور تشریف لے گئے تھے۔ ایک روز ناگور میں بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ آج مجھ کو حضرت مخدوم نے آواز دی ہے اور اپنے پاس بلایا ہے۔ دیکھیں کیا ہو۔ چونکہ وہاں سے چلنے میں تھوڑی دیر ہو گئی اسلئے وقت رحلت تک نہ پہنچ سکے چندروز کے بعد تشریف لائے اور بحکم وصیت والد ماجد، لباس خرقہ و اجازت خلافت اور نعمت مشیخت سے مشرف ہوئے۔

آپ کی وفات ۵ جمادی الثانی ۹۴۲ ہجری کو ہوئی۔ رحمتہ اللہ علیہ

# سیّد زین العابدینؒ

حضرت مخدوم شیخ عبد القادرؒ کے دوسرے فرزند تھے، حضرت مخدوم کے حین حیات ہی میں اس دارِ فانی سے تشریف لے گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ صالحات وقانتات سے تھیں۔

آپ سے ایک صاحبزادے میر سیّد محمّد نام باقی رہے جو حضرت مخدومؒ کے منظور نظر اور ان کی شفقت و رحمت سے بہرہ مند تھے، شاہ الہ بخش اور اُن کے بھائی جو لاہور میں رہتے ہیں اُنہیں کے فرزند ہیں۔ شاہ الہ بخش اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ برگزیدہ سے موصوف تھے، ۹۹۴ ہجری میں ولایت بنگالہ میں انتقال کیا۔

رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ اسلافہٖ اجمعین۔

# مخدوم شیخ حامدؒ

بن شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر الحسنی الجیلانی حضرت غوث الثقلین رضؓ
کے سجادہ نشینِ برحق اور خلیفۂ مطلق تھے۔ مظہرِ کبریا و جلال، صاحبِ تصرف
و کرامت و اہانت و عظمت و جلالت تھے۔ ہر قسم کے متاعِ دنیاوی کا
حصۂ وافر آپ کو حاصل تھا لیکن کبھی نصاب کے مالک نہ ہوئے جس سے
زکوٰۃ واجب ہو۔

اپنے جدِّ بزرگوار حضرت شیخ عبدالقادر ثانی رحؒ کے مُرید ہیں، مقبولیّتِ
عظیم رکھتے تھے اور اپنے زمانے میں اس سلسلۂ عالیہ کو اپنی بزرگی و شیخت

اور خلافت کی بدولت مشہور کیا۔
شیخ حامدؒ نے اپنے حینِ حیات ہی میں خلافت و سجّادہ نشینی اپنے فرزندِ رشید شیخ موسیٰ سلمہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کردی اور اس کے تھوڑے دن بعد ۱۹ ذیقعد ۹۷۸ ہجری کو انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

# شیخ داؤدؒ

حضرت مخدوم شیخ حامد الحسنی الجیلانیؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں صاحبِ حالِ صحیح وکشفِ صریح ، زمانۂ سلوک میں آپ نے شدید ریاضات اور سخت مجاہدات کئے اور ہاتفِ غیبی سے اشاراتِ لاریبی سُنتے رہے۔

حالتِ جذب کی ابتدا اور طریقِ سلوک میں آپ کا آنا اس طرح ہوا کہ اثنائے تحصیلِ علوم میں توفیقِ الٰہی نے رہبری کی اور ریاضت ومجاہدہ کا راستہ دکھایا۔ ضبط ومخالفتِ نفس کا وہ عالم تھا کہ تقریر وتحریر میں نہیں آسکتا۔ کبھی اوّلِ شب سے آخر تک قیام میں گزار دیتے اور

رکوع کی خبر نہ ہوتی اور کبھی تمام رات رکوع میں رہتے کبھی سجود میں اور کبھی قعود میں، غرضکہ انتہا درجے کی سخت اور مشکل عبادات اختیار کرتے، کئی سال تک بیابان میں اسی طریق سے زندگی بسر کی یہاں تک کہ آپ کا دل تمام وسوسوں اور علائق سے آسودہ ہو گیا اور باطنِ فیض مواطن سے تفرقہ و تشویش رخصت ہو گئے۔

نقل ہے کہ مجلس میں آپ ایسے مضطرب و منتظر بیٹھتے تھے کہ گویا کوئی چیز کھوئی گئی ہے یا کسی محبوب کے آنے کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ پھر ایکا ایکی ذوق و حالت شروع ہو جاتی اور حقائق و معارف بیان کرنے لگتے۔ کلماتِ بلند و نکاتِ ارجمند ارشاد فرماتے۔ کہتے تھے کہ عراق کی جانب سے ایک ہوا میرے دل کو لگتی ہے جس کے ہمراہ نفحاتِ الٰہی سے ایک نفحہ ہوتا ہے، اکثر احوال میں آپ عراق کی طرف نگراں رہتے تھے اور یہ بات اس نسبتِ معنوی کی دلیل ہے جو آپ کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے تھی۔

اس وقت آپ کے روحانی جانشین حضرت شیخ ابوالمعالی ہیں صاحبِ مناصبِ عالی وقدرِ متعالی، ریاضت و مجاہدہ ان کا شعار ہے اور مقبولیتِ عظیم رکھتے ہیں۔

حضرت شیخ داؤدؒ نے ۹۸۲ ہجری میں اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کی طرف رحلت کی چنانچہ مشتاق ملتان سے یہی تاریخ نکلتی ہے۔ مزارِ پُر انوار آپ کے محلِ قیام شیر گڑھ ولایت پنجاب میں ہے اور زیارت گاہِ خلائق ہے۔ نور اللہ مرقدہ

---

# میر سیّد اسمٰعیلؒ

بن سیّد ابدال، آپ کا سلسلہ حضرت شیخ عبد الرزاق بن حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ نے اس ملک میں آنحضرت رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ سجادگی قائم کیا۔ شیخ محمد حسن، شیخ امان اور دوسرے درویش میر سیّد اسمٰعیلؒ کے پیوستگان کے ساتھ نہایت بندگی اور نیاز رکھتے تھے۔

آپ کی وفات ۹۰۲ ہجری میں ہوئی۔ مزار شریف رنتھور میں ہے جہاں کسی تقریب پر تشریف لے گئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

# شاہ قمیص رح

بن سیّد ابی الحیوٰۃ، آپ بھی اپنے سلسلہ کو حضرت سیّد عبدالرّزاق رح تک پہنچاتے ہیں۔ ولایتِ بنگالہ سے اس دیار میں لباسِ فقر و تجرید کے ساتھ آکر قصبہ ساڈھورہ، خضرآباد میں مقیم ہوئے۔ ایک مدت تک فقر و تجرید میں گذر کرتے رہے، سیّد نصر اللہ ایک شخص عالم و عامل و صاحبِ حال و متبعِ مستقیم تھے۔ اُنھوں نے اپنی دُختر آپ کے عقدِ نکاح میں دیدی اور اس تعلّق کے بعد آپنے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور خلقت میں پوری قبولیّت و شُہرت نصیب ہوئی۔ گرد و نواح کے اکثر لوگ آپ کے حلقۂ ارادت و عقیدت

میں داخل ہو گئے۔

شاہ قمیص کی وفات بنگالہ میں واقع ہوئی کیونکہ سلطانِ وقت نے آپ کو وہاں بھیجا ہوا تھا تیسری ذیقعد ۹۹۲ ہجری کو وہاں سے لاکر سڈھورہ میں دفن کئے گئے رحمۃ اللہ علیہ

---

# مولٰینا سماء الدینؒ

علومِ رسمی و حقیقی کے جامع تھے، صاحبِ تقویٰ و ورع، اسبابِ دنیا سے صرف ضروری اشیاء پر کفایت کی۔

آپ شیخ کبیرؒ نبیرۂ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کو مولٰینا سناء الدین سے تلمذ تھا جو میر سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے — آپ بعض وقائع کے باعث ملتان سے چلے آئے تھے اور ایک مدت تک رنتھور اور بیانہ وغیرہ میں سے پھرتے ہوئے دہلی میں آ کر متوطن ہو گئے۔ کبیر السن تھے اور آخر عمر میں آنکھیں جاتی رہی تھیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے کسی علاج

کے بغیر پھر روشن کر دیں۔

نقل ہے کہ آپ کبھی کبھی اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ خلقِ خدا پر شفقت و مہربانی کا اس قدر غلبہ ہے کہ تمام خلائق سماء الدین کی آنکھوں میں ہے۔

آپ نے لمعاتِ شیخ فخر الدین عراقی رح پر حواشی لکھے ہیں جو اس کے حلِ معانی کو وافی و کافی ہیں۔ ایک اور رسالہ مفتاح الاسرار نام لکھا ہے جس کا اکثر حصہ بعینہٖ شیخ عزیز نسفی کے رسائل سے منقول ہے۔

مولینا سماء الدین رح کی وفات ۱۷ جمادی الاوّل ۹۰۱ ہجری کو ہوئی، آپ کا اور آپ کی اولاد کا مقبرہ حوضِ شمسی کے اوپر ہے رحمۃ اللہ علیہم

مفتاح الاسرار میں لکھتے ہیں۔ جان لے کہ اہلِ وحدت کہتے ہیں آدمی کے عروج کی کوئی حد نہیں۔ اگر ایک مستعد آدمی ہزار سال تک مستعد رہے اور اس ہزار سال میں ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے تو ہر روز اس کو نئی چیز معلوم ہوگی جو گذشتہ روز معلوم نہ تھی کیونکہ خدا تعالیٰ کے علم و حکمت کی انتہا نہیں ہے اور اہلِ وحدت کے نزدیک آدمی کے مقام سے شریف تر اور کوئی مقام نہیں یہاں تک کہ اپنی حشر گاہ وجود میں آدمی کی بازگشت بھی یہی آدمی ہے۔

---

# شیخ عبداللہ بیابانیؒ

حضرت مولانا سماء الدینؒ کے صاحبزادے ہیں، اپنے وقت کے زُہّاد میں سے تھے اور کامل تجرید رکھتے تھے۔ ابتدائے حال میں آپ نے شادی کی لیکن جب دیکھا کہ اس سے حضورِ وقت و فراغِ عبادت میں فرق آتا ہے تو حسبِ مرضی جُدائی اختیار کی۔

کہتے ہیں کہ بات کرتے وقت اپنی طرف اضافت نہ کرتے تھے اور جو کچھ کہتے صیغۂ غائب میں کہتے "میں آؤں گا، میں جاؤں گا" کے بجائے "وہ آئے گا، وہ جائے گا" کہتے۔ اوائلِ حال میں دہلی میں رہتے تھے۔

ایک مدّت تک حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرّہ کی خانقاہ میں مشغول رہے ۔ کہتے ہیں کہ آپ ہر نماز کے لئے غسل فرماتے اور کپڑے دھوتے تھے ۔

بعدازاں منڈو کے کسی گاؤں میں قیام کیا اور وہیں آپ کا مرقد ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# سیّد کبیر الدّین حسنؒ

آپ نے بڑی سیر و سیاحت کی، بعد ازاں اُچہ میں مقیم ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ایک سو اسّی برس کی عمر پائی۔ واللہ اعلم۔

روایت ہے کہ آپ سے بہت خوارقِ عادت ظہور میں آئے، سب سے بڑی اور مشہور کرامت کفّار کا اسلام میں داخل کرنا تھا۔ کسی کافر کو آپ کے کہنے کے بعد انکار کی جرأت نہ ہوتی اور قبولِ اسلام میں بے اختیار ہو جاتا۔ کفّار جماعت در جماعت آکر آپ کے سامنے مسلمان ہوتے تھے۔

آپ کی وفات ۹۹۶ ہجری میں ہوئی۔ مزارِ شریف اُچہ میں ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ حسام الدین متقی ملتانیؒ

عالم وزاہد و متقی تھے۔ کھانے میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ خراجی زمین میں کھیتی کیا کرتے اور خراج دیتے۔ بعد میں جب وہاں کی خراجی زمینوں میں بعض حوادث کی وجہ سے تفریط و تخلیط واقع ہوگئی تو جب تک آپ بھوک کی شدت سے بے قرار نہ ہوجاتے لقمہ نہ کھاتے۔ آخر کار اسی حالتِ مخمصہ میں انتقال فرما گئے۔

بالجملہ آپ تقویٰ و زہد اور مسلمانی میں آیاتِ الٰہی میں سے ایک آیت تھے۔ اور بے شک و شبہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن جمیع الصالحین۔

# شاہ عبداللہ قریشیؒ

شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے بعض آبائے کرام ملتان سے دہلی تشریف لائے تو سلطان بہلول لودھی نے آپ کو اپنی دامادی میں لے لیا۔

آپ ایک مجذوبِ سالک تھے۔ سطوتِ ظاہر اور عظمتِ باہر رکھتے تھے۔ زمانۂ سلوک میں آپ نے بہت شدید ریاضتیں اور غیر معمولی مجاہدے کیے۔

نقل ہے آپ فرمایا کرتے کہ ابتدائے سلوک میں جب ہم نماز پڑھتے

تو وہ ہزار رکعت سے کم نہ ہوتی اور جب تلاوت کرتے تو وہ تین ختم قرآن سے کم نہ ہوتی تھی، لیکن جو فائدہ ایک ساعت کے ذکر سے ہوتا تھا وہ ان سب سے زیادہ تھا۔

شاہ عبداللہ رح کا روضہ پرانی دہلی کے قریب مشہور ہے۔ وفات ۲۲ صفر کو ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

---

# شیخ حاجی عبدالوہاب بخاریؒ

سیّد جلال الدین بخاری بزرگ کی اولاد سے ہیں جو سیّد جلال الدین مخدوم جہانیاںؒ کے جدِامجد تھے۔ سیّد جلالؒ کے دو بیٹے تھے، سیّدی احمد بزرگ اور سیّد محمود، مخدوم جہانیاں، سیّد محمود کے فرزند ہیں اور شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری، سیّدی احمد کی اولاد سے ہیں۔ بزرگِ کامل تھے، علم و عمل وحال و محبت سے موصوف۔

ابتدائے حال میں جبکہ ملتان ہی میں مقیم تھے، ایک دن اپنے پیر، اُستاد اور خُسر سیّد صدرالدین بُخاری کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ انھوں نے

فرمایا، بالفعل دُنیا میں دو نعمتیں موجود ہیں جو سب نعمتوں سے افضل ہیں، مگر لوگ ان کی قدر نہیں جانتے اور اُن کے حاصل کرنے سے غافل ہیں۔ ایک نعمت تو یہ ہے کہ محمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک مدینہ شریف میں بصفتِ حیات موجود ہے اور لوگ اس سعادت کو حاصل نہیں کرتے، دوسری نعمت قرآن مجید ہے جو پروردگار کا کلام ہے اور جس میں خداوند تعالیٰ بلا واسطہ مخلوق سے متکلّم ہے، لوگ اس سے بھی غافل ہیں۔ پیر کا یہ ارشاد سُنتے ہی آپ اُٹھے اور مدینہ شریف کی زیارت کے لئے رخصت چاہی۔ چنانچہ خشکی کے راستے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو چل پڑے اور اس سعادت کو حاصل کر کے پھر وطنِ مالوف میں آئے۔ بعد ازاں بعض سوانح روزگار کے باعث وہاں سے سُلطان اسکندر لودھی کے زمانے میں دہلی میں آئے۔ سُلطان سکندر کو آپ سے اعتقادِ عظیم پیدا ہو گیا اور آپ کی خدمت میں تکریم و تعظیم کے تمام مراسم بجا لاتا تھا۔

شاہ عبداللہ رحؒ سے آپ کی محبّت و نیاز و طلب و استرشاد کا یہ عالم تھا کہ گویا فنافی الشیخ ہو گئے ہیں۔

آپ نے دہلی سے پھر ایک بار زیارتِ حرمین شریفین کا عزم کیا۔ اور اس سعادتِ عظمیٰ سے دوبارہ مشرّف ہوئے اور جنابِ حضرت خاتم الرسُل صلی اللہ علیہ وسلم سے بشارت پا کر اس طرف واپس تشریف لائے۔

آپ کی وفات ۹۳۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ تاریخ وفات شیخ حاجی کے اعداد سے نکلتی ہے اور مقبرہ شریف شاہ عبداللہ رحؒ کے مقبرہ کے جوار

میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما

شیخ حاجی عبدالوہاب رح نے ایک تفسیر لکھی ہے جس میں قرآن مجید کی اکثر بلکہ تمام عبارات کی تشریح نعت و ذکرِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرائے میں کی ہے اور اس میں بہت سے دقائقِ عشق و اسرارِ محبت درج کئے ہیں۔ غالباً یہ تفسیر غلبۂ حال اور استغراقِ وقت میں لکھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر الفاظ و عبارات کے ظاہری پہلو کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

---

# شاہ جلال شیرازیؒ

شیخ نور بخشؒ کے مرید ہیں جنہوں نے گلشن راز کی شرح لکھی ہے۔ اِس ملک میں
سلطان سکندر کے زمانے میں مکہ معظمہ سے تشریف لائے اور سکونت اختیار کی۔
عارف و صاحبِ حالت و اہلِ مشرب تھے۔ درویشوں کی خدمت کے طفیل
مثنوی مولانا روم اور اس کے معانی کا خاص ادراک رکھتے تھے۔

حلیہ مبارک بہت نورانی تھا جس دن سے آئے تھے آپ کے دیگدان کی آگ
نہ بجھی۔ اکثر اوقات آپ کے گھر میں مہمانوں کے لئے فرنی اور روٹی تیار رہتی تھی۔
جس وقت کوئی مہمان آتا اس کے لئے یہ کھانا حاضر کیا جاتا، اس کے علاوہ دوسرے

کھانے وقتِ معیّن پر پکتے تھے۔

نقل ہے آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے حرم شریف میں ایک درویش سے ایک بات سُنی جو شریعتِ ظاہر کے خلاف تھی۔ میں نے چاہا کہ اس کو پکڑ کر سزا دوں، وہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور میں اس کا تعاقب کرتا رہا، آخر اس نے لوٹ کر میری طرف دیکھا اور یہ بیت پڑھی ؎

دستِ ناپیدا گریباں می کشد　　　　من پئے دست و گریباں می روم

ایک مخفی ہاتھ میرا گریبان کھینچ رہا ہے اور میں اس ہاتھ اور گریبان کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔

اس بیت نے مجھ پر اثر کیا اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا کہ اپنی کچھ خبر نہ رہی۔
سادات بخارا سے آپ کی قرابت پیدا ہو گئی تھی کیونکہ آپ کی دختر شیخ مدثر بن شیخ حاجی عبدالوہاب رحؒ کے عقد میں تھی۔

آپ کی وفات ۹۴۷ ہجری میں ہوئی۔ مزار شریف شیخ حاجی عبدالوہاب رحؒ کے مقبرہ کے پاس ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

---

# شاہ احمد شرعیؒ

قومِ ترک سے تھے۔ عالمِ متبحرؒ و درویشِ کامل اور تمام علومِ عقلیہ و نقلیہ و رسمیہ و حقیقیہ کے جامع ہیں چندیری میں قیام تھا اور بہت عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔

آپ کی وفات ۹۲۸ ہجری میں ہوئی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبدالغنی سنپتی جو اس مُلک کے قدمائے موالی میں سے ہیں اور متشرّع و متعبّد ہیں شاہ احمد کے شاگرد ہیں۔ آپ کی بعض تصنیفات اور مسوّدات ان کے پاس ہیں اور اکثر اوقات آپ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں۔

---

# شیخ سلیمانؒ

بن عفان المندوی الدہلوی، طالبوں کی تربیت وارشاد اور درویشوں کے اذکار واشغال کی تلقین میں یگانۂ عصر تھے، بہت سیر وسیاحت کی تھی اور نعمتیں بھی بہت پائی تھیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو نقلِ ارواح حاصل تھا جو تصرفاتِ نفسِ ناطقۂ انسانی کے مراتب میں سے ایک مرتبہ ہے، اس کے ذریعے آپ قرونِ ماضیہ کے اکثر احوال کی خبر دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ تجویدِ قرآن شریف میں بے مثل تھے۔ آپ کی وفات چودھویں محرم ۹۴۴ ہجری کو واقع ہوئی اور مقبرہ شریف حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مقبرہ کے عقب میں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ عبد القدوسؒ

حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ عبد الحق رح کے مُرید ہیں۔ صاحبِ علم و عمل و ذوق و حالت و حلاوت و وجد و سماع تھے۔ اگرچہ ظاہر میں شیخ محمدؒ سے بیعت کی تھی مگر معتقد و عاشق شیخ احمد عبد الحق رح کے تھے اور اُن کی روحانیّت سے مشغوف تھے۔

کتاب انوار العیون کے مصنّف ہیں جس کی ترتیب سات فنون پر رکھی ہے، فنِ اوّل میں شیخ احمد کے مناقب لکھے ہیں اور ان کے ساتھ بہت عقیدت و بندگی کا اظہار کیا ہے۔

آپ کی وفات ۹۴۵ ہجری میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبد القدوس رح کے اولاد بہت تھی اور تمام فرزند عالم و عابد اور لباسِ مشائخ سے آراستہ تھے، ان میں شیخ رکن الدین ایک متبرک بزرگ تھے اور فقر و محبّت کے مشرب سے موصوف۔ اپنے والدِ بزرگوار کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔

شیخ عبد القدوس رح رسالہ قدسیہ میں گرسنگی کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ... وہ بھوک جو انسان کے معدے میں فطری طور پر رکھی گئی ہے آتشِ دوزخ سے تیز تر اور گرم تر ہے، گرسنگی کثیف کو لطیف تک پہنچاتی ہے۔ مقیّد کو مطلق کا نشان دیتی ہے اور انسانیّت کو رحمانیّت کی طرف لے جاتی ہے۔ کیونکہ گرسنگی سے آدمی، خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ خاصیّت کسی اور حیوان میں نہیں رکھی گئی ہے، اگرچہ ان کو بھوک لگتی ہے۔ مگر وہ مجرّدِ سفلیات سے ہیں، ملائکہ اور ارواح اگرچہ علویات سے ہیں مگر چونکہ ان میں بھوک کی آگ نہیں ہے اس لئے وہ اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ یہ کام آگ کرتی ہے اور پھر درد و محبّت و عشق کا اندوہ،

اب جاننا چاہیے کہ بھوک کے تین مقام ہیں، پہلے مقام کو بھوک کی آگ کہتے ہیں جس کی غذا، پانی اور طعام ہے۔ دوسرے مقام کو درد و محبّت و عشق کی آگ کہتے ہیں، اس کی غذا خونِ جگر اور خاشاک وغیرہ ہے۔ تیسرے مقام کو محبوب و معشوق کی آگ کہتے ہیں جس کی غذا حسن و جمال اور اوصافِ کمال ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ

اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

بیت

عاشقِ حُسنِ خودست آں بے نظیر
حُسنِ خود را خود تماشا می کند

وہ محبوبِ بے نظیر اپنے ہی حُسن کا عاشق ہے اور اپنے نظارۂ حُسن کا خود ہی تماشائی ہے۔

# شیخ امجد دہلویؒ

سُلطان بہلول کے زمانے میں تھے، حضرت خواجہ قطب الحق والدینؒ کے آستانہ مبارک میں بہت حاضر رہتے اور اُن کی روحانیت سے فیض پاتے تھے،

ایک بار طلبِ حق میں وطن سے نکلے، راستے میں ایک خوفناک دریا آیا۔ قعرِ دریا میں قدم رکھا اور ہلاکت کے قریب پہنچ گئے، ناگاہ پانی میں سے ایک آدمی نمودار ہوا اور آپ کو اس مہلکہ سے نجات دی، گھر میں واپس آئے اور گوشہ گیر ہو گئے۔ اس کے بعد کبھی باہر نہ نکلے اور اپنی فتح واستفادہ کو بے واسطہ حضرت خواجہؒ سے منسوب کیا۔ لوگوں کو مُرید بھی کرتے تھے۔

آپ کا مقبرہ حوضِ شمسی پر ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ ادھن دہلویؒ

راقم الحروف کے نانا ہیں۔ آپ کا اصل نام زین العابدین ہے۔ اور معروف شیخ ادہن۔ دانشمندِ کامل، پرہیزگار و عابد تھے اور نہایت خشوع، انکسار، ادب اور وقار سے موصوف، والدِ بزرگوار فرماتے تھے کہ ہم نے اُن کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو ظاہر و باطن میں یکساں ہو۔ اکثر احوال روزہ سے رہتے تھے۔ اور کھانے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔

سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی نے آپ کو اپنی چوبداری کے لئے

بلایا تھا مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

مولانا سماء الدین رحؒ کے مرید تھے اور میاں عبداللہ طلبنی کے شاگرد، آپ کی وفات ۹۳۴ ہجری میں ہوئی۔ مقبرہ حوضِ شمسی کے مغرب میں ہے۔ نور اللہ مرقدہ

# شیخ یوسف قتالؒ

آپ نے بہت مجاہدے اور ریاضتیں کیں اور کمال کو پہنچے، قاضی جلال الدین لاہوریؒ کے مرید تھے جو آپ کے خسر بھی تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ ہفت محل میں جو سلطان محمد تغلق کی عمارات میں سے ہے۔ ریاضات اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا مقبرہ بھی وہیں ہے وفات ۹۳۳ ہجری میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

# مولانا شعیبؒ

عالم وعامل، اور صورت وسیرت میں فرشتہ مثال تھے، وعظ وتذکیر میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے، جب وعظ کہتے اور قرآن مجید پڑھتے تو کسی کو اس راستے سے گزر جانے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ اگرچہ اس کے سر پر بھاری بوجھ ہوتا پھر بھی وعظ سننے کو کھڑا ہوجاتا، وعظ کہنے میں آپ کی حالت وعدو وعید کے مختلف مقامات کے مطابق متغیر ہوجاتی تھی، آپ کے وعظ میں شہر کے تمام اکابر وعلماء حاضر ہوتے، اکثر اہالی وموالی شہر ابتداء میں آپ کے شاگرد تھے۔

مولانا شعیب کی وفات ۹۳۶ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار حوضِ شمسی کے اوپر ملک زین الدینؒ کی خانقاہ کے متصل بجانب شمال واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# ملک زین الدینؒ و وزیر الدینؒ

یہ دونوں بھائی نجبائے زمانہ اور صلحائے اُمّت سے تھے۔ آپ کے آبائے کرام بادشاہانِ دہلی کی خدمت سے منسلک تھے۔ آپ کے محاسنِ اخلاق اور محامدِ اوصاف کے بیان کے لئے دفاتر درکار ہیں۔

زین الدین، خان جہان کے وکلا میں سے تھے جو سلطان سکندر کے بنی اعمام سے تھا۔ وزیر الدین درگاہ سلطانی میں اپنے بھائی کی خدمت و ملازمت پر اکتفا کر کے تجرّد و فراغت کے ساتھ کہ اس سے جمعیتِ عبادات حاصل ہوتی ہے زندگی بسر کرتے تھے۔ اکثر اوقات دہلی کے مقامات اور زیارت گاہوں میں بسر

سے محظوظ ہوتے، تمام علمار و صلحار و صوفیہ آپ کی صحبت میں خوش رہتے تھے۔

سلطان سکندر کا زمانہ صلاح، تقویٰ، دیانت، امانت، علم اور وقار کا دور تھا۔ اُس کو علمار، صلحار، اکابر و اشراف کے ساتھ بہت محبّت تھی۔ اسی سبب سے عرب و عجم کے تمام حصّوں سے یہ لوگ بعض اُس کی استدعا و طلب پر اور بعض خود ہی اُس کے عہد حکومت میں یہاں تشریف لائے اور توطّن اختیار کیا۔

نقل ہے کہ دونوں بھائی ہر چہار شنبہ کو غسل کرکے ختم قرآن شریف کرتے اور حق تعالیٰ سے دعائے شہادت مانگا کرتے تھے۔ آخر ایسا ہی ہوا جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔ شیخ زین الدین کو ۹۲۶ ہجری میں ایک غلام نافرجام نے سحری کے وقت دودھ میں زہر ملا کر دیدیا۔ شیخ وزیر الدین، سلطان ابراہیم کے ہمراہ ۹۳۲ ہجری میں شہید ہوئے۔ مزارِ شریف حوض شمسی سے مغرب کی جانب قابلِ دید مقام ہے اور اس جگہ کی عمارتوں میں ممتاز و مشہور ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

# شیخ جمالیؒ

حضرت مولانا سماء الدینؒ کے مُرید ہیں ۔ یگانۂ روزگار اور جامع اطوار تھے ، آپ کا اصلی نام جلال خان ہے ، پہلے جلالی تخلص رکھا تھا ، بعد میں مُرشد کے اشارہ سے جمالی رکھ لیا ، والدِ بزرگوار کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اُٹھ گیا تھا۔ آپ نے محض اپنی ہمت اور قابلیّت سے تربیت پائی اور علم و فضل حاصل کیا۔ شاعری میں بھی نام پیدا کیا اور مثنوی ، قصیدہ ، غزل وغیرہ ہر قسم کے شعر کہتے تھے ۔
شیخ جمالی کے شعروں کا حال اہل سخن پر ظاہر ہے ۔ آپ کے قصائد ، غزل اور مثنوی سے بہتر ہیں ۔

آپ نے سیاحت بھی بہت کی اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی اور مولانا جلال الدین محمد دوانی سے بھی ملاقات کی۔ آپ کی ذات میں ہیبتِ ظاہری و باطنی موجود تھی محفلوں میں اور سرانجام کی انجام دہی میں نہایت دلیر تھے۔ مجلس میں اکابرین سے کسی کو آپ کے سامنے بولنے کی مجال نہ ہوئی۔ آپ کی زندگی کا آغاز سلطان سکندر بن بہلول کے وقت میں ہوا۔ بابر بادشاہ کے نزدیک بھی بہت معتبر تھے اور اس کے نام پر ایک قصیدہ کہا ہے۔ ہمایوں بادشاہ کے نام پر بھی قصیدے کہے ہیں، اپنے پیر سے اعتقادِ عظیم رکھتے تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں آپ کا یہ شعر بہت مشہور ہے اور بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صؐ سے اس بیت کی قبولیت کی بشارت بھی پائی ہے ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عینِ ذات می نگری و در تبسمی

صفات کے ایک ہی جلوے سے موسیٰؑ کے ہوش جاتے رہے، مگر تو عین ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اور متبسم ہے۔

آپ کا مقبرہ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے جوار میں ہے، نہایت پاکیزہ لطیف مقام ہے۔ اپنے حضور میں تیار کرایا تھا۔ جہاں آپ کا مزار ہے حالتِ حیات میں یہیں رہتے تھے۔ وفات ۹۴۲ ہجری میں ہوئی۔ جب ہمایوں بادشاہ، گجرات کی جانب گیا آپ بھی اس کے ہمراہ تھے اور وہیں انتقال فرما گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# سیّد حسین پای مناریؒ

بڑے جہاندیدہ اور صحبت یافتہ درویش تھے، نہایت حسیم تھے سلطان سکندر کے زمانے میں مشہد مقدس کی جانب سے دہلی تشریف لائے، چونکہ سلطان سے آپ کی موافقت نہ ہوئی اس لئے پرانی دہلی کے قلعہ میں منار کے پائین کی مسجد میں گوشہ گیر ہو گئے۔ سلطان سکندر کے بعض اُمرا کی عورتیں آپ کی معتقد ہوئیں تو ضروری وجہ معیشت کا انتظام ہو گیا۔ اس کے علاوہ قلعہ کی اندرونی زمین کی زراعت کرتے اور اس کی آمدنی فقرا پر خرچ کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۹۴۲ ہجری میں ہوئی۔ مقبرہ منار شمسی کے پائین میں ہے نور اللہ مرقدہٗ

# شیخ یوسف چرٹیاکوٹی رح

مشربِ شطار کے درویش تھے۔ آپ کا حلقۂ ذکر بہت عجیب و غریب ہوتا تھا۔ اس کے اثنا میں عاشقانہ اشعار بھی پڑھتے اور اظہارِ شوق فرماتے، نشانِ عالی کے مالک تھے۔ دو واسطوں سے شیخ عبداللہ شطاری رح تک پہنچتے ہیں۔ حضرت والدِ بزرگوار آپ کی صحبتِ شریف میں گئے اور تلقینِ ذکر حاصل کی۔

اس وقت آپ کی اولاد دوآب کے بعض قصبوں میں موجود ہے۔
رحمۃ اللہ علیہم

# شیخ خانو گوالیری رح

اپنے وقت کے مشاہیر میں سے تھے، حضرت خواجہ حسین ناگوری رح کے مرید ہیں اور شیخ اسمٰعیل بن شیخ حسین سرمست سے بھی جو چندیری میں رہتے تھے خرقہ لیا۔ حضرت خواجۂ بزرگ معین الدین چشتی قدس سرہ کی روحانیت سے بعابیت متوجہ اور فانی تھے۔ بڑھاپے اور ضعفِ جسم کی وجہ سے لوگوں کی تعظیم کو کھڑے نہ ہوتے تھے۔

شیخ خانو کی وفات ۹۴۰ ہجری میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ علاؤالدین رح

بن شیخ نورالدین اجودھنی، حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔ فریدِ دہر اور وحیدِ عصر تھے، صاحبِ اخلاق حمیدہ و صفاتِ ملکیہ۔ ابتدائے فطرت سے مہذّب و مؤدب تھے۔ درویشوں کے اخلاق و کمالات سے حسبِ جبلّت موصوف، اور حلم، کرم، سخاوت، عفو و صفح کے جامع تھے۔ حظِ نفس اور آسائشِ تن کے اسباب کو اپنے پاس راہ نہ دیتے۔ اس زمانے میں آپ کو فریدِ ثانی کہتے تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کی روحانیت سے رابطۂ خاص اور اعتقادِ کامل تھا۔

ولادت باسعادت ۷۰۲ ہجری میں اور وفات ۷۸۹ ہجری میں ہوئی۔ مقبرہ پرانی دھلی کے قریب سرائے میں ہے رحمۃ اللہ علیہ

## سیّد سُلطان بہرائچیؒ

حضرت والدِ بزرگوار فرماتے تھے کہ یہ ایک اہلِ دل، خاکسار اور صاحب ہمت درویش تھے۔

حضرت شیخ علاؤالدین اجودھنیؒ کے مُرید ہیں مگر تلقین وارشاد مشرب شطاریہ سے رکھتے تھے۔ لباس میں صرف سترِ عورت پر اکتفا کرتے اور اکثر اوقات ننگے سر رہتے تھے۔ کبھی فقراء کی جماعت کے ساتھ رہتے اور کبھی تنہا۔ دُنیاوی رسوم کے مقیّد نہ تھے اور ذکرِ جہر بہت کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# سیدِ علاؤالدینؒ

سیدِ عالی نسب اور بابرکت درویش تھے صاحبِ ذوق وحالت وحلاوت، ہندوستانی فنِ موسیقی میں خوب ماہر تھے اور شعر بھی کہتے تھے، آپ کی یہ غزل وارداتِ وقت سے ہے۔

## غزل

ندانم آں گلِ خنداں چہ رنگ و بُو دارد
کہ مُرغِ ہر چمنے گفت وگوئے او دارد

بجستجوئے نیاید کسی مرادِ دلی
کسی مراد بیابد کہ جُستجو دارد

نشاطِ بادہ پرستاں بمنتہا برسید
ہنوز ساقیِ ما بادہ در سبو دارد

حدیثِ عشقِ تو تنہا نہ من ہمی گویم
کہ ہر کہ ہست ازیں گونہ گفتگو دارد

متاعِ دل بکفِ دلبری بدہ تو علا
کہ ایں متاعِ گرانمایہ را نکو دارد

# سیّد علیؒ

آپ کا قوام اربابِ کمال و سُکرِ وجد و حال سے تھا۔ ہمیشہ ایک حالت اور سرگرمی میں رہتے اور مجذوبانہ باتیں کرتے، کسی خاص لباس کے پابند نہ تھے، کبھی مشائخ کا خرقہ پہنتے اور کبھی سپاہیانہ لباس۔

اصل آپ کی ساداتِ سوانہ سے ہے۔ ابتدائے طلب میں جونپور چلے گئے، وہاں درویشوں کی خدمت میں رہے اور شیخ بہاؤالدین جونپوریؒ کے مرید ہو گئے۔ قبولِ خاص اور حالتِ مخصوص نصیب ہوئی اور فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ آپ نے چار عورتوں سے نکاح کیا اور وظیفہ وار بہت رکھتے تھے۔

آپ کا مزار جونپور میں ہے۔ وفات ۹۰۵ ہجری میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ ادھن جونپوریؒ

حضرت شیخ بہاؤالدین جونپوریؒ کے صاحبزادے اور اپنے زمانے کے مشائخین سے ہیں، بزرگِ کامل تھے صاحبِ عظمتِ ظاہر، بہت مُسن و معمّر و متبرّک تھے۔ عمر سو برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ مگر ذوق و شوق و محبّت ویسی ہی تازہ تھی ضعف کا یہ حال تھا کہ جب تک دو آدمی پکڑ کر نہ اٹھاتے آپ کھڑے نہ ہو سکتے تھے۔ بخلاف حالت سماع کے کہ اُس وقت اس قدر عشق و ہیجانی کا اظہار فرماتے کہ دس آدمی بھی آپ پر قابو میں نہ پا سکتے تھے۔

وفات ۹۷۶ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی جون پور میں ہے۔

نور اللہ مرقدہ

# میاں قاضی خان ظفر آبادیؒ

حضرت شیخ حسن طاہرؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اِس طریق کے صادقین میں سے تھے صاحب استقامت و کرامت و حرمت و زہد و تجرید۔ اگرچہ زمانے کے اعتبار سے متاخرین میں داخل ہیں لیکن صفائے معاملہ کے لحاظ سے متقدمین میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ فرماتے تھے کہ ہم نے تیس برس جان کو کھویا اور ریاضتیں کیں تب کہیں نفس کی فریب کاریوں کا تھوڑا سا علم ہوا اور یہ جانا کہ نفس کیونکر راہزنی کرتا ہے اور کون کون سی کمین گاہیں رکھتا ہے۔

کہتے ہیں کہ نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ نے ہر چند آپ سے قبولِ نذر کی التماس کی مگر آپ نے منظور نہ فرمائی۔ مزار شریف ظفر آباد میں ہے۔ وفات ۱۵ صفر ۹۴۰ ہجری کو ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

# شیخ محمد مودود لاریؒ

ماہرِ علمِ توحید اور رندِ مشرب تجرید و تفرید تھے، مشربِ عالی اور ہمتِ بلند رکھتے تھے۔
۹۰۰ ہجری میں اس ملک میں تشریف لائے، شیخ امانؒ سے آپ کی خوب صحبت رہتی تھی۔
شیخ امان نے آپ کی خدمت میں علمِ توحید کا استفادہ اور کتاب فصوص الحکم کی تحقیق کی۔
کہتے ہیں کہ آپ کو بعض عجیب و غریب علوم مثلاً کیمیا وغیرہ معلوم تھے اور بارہا شیخ امان سے فرمایا کرتے ہیں ایک درختِ پُربار ہوں، مجھ کو ہلا اور میوے چُن۔ وہ کہتے ہمارے نزدیک آپ کی توحید کی باتیں سو کیمیاؤں کے برابر ہیں۔
آپ ایک مدت تک آگرہ میں رہے، پھر شیخ امانؒ سے علاقہ محبت و رابطۂ خدمت کے باعث پانی پت میں جاکر سکونت فرمائی اور وہیں وفات پا گئے۔ قدس اللہ سرہا۔

# شیخ محمد حسنؒ

حضرت شیخ حسن طاہرؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ عارفِ روزگار تھے۔ حالِ صحیح اور مشربِ عالی رکھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ خلوت سے باہر تشریف لاتے تو ہندو یا مسلمان جو کوئی آپ کو دیکھتا فوراً تکبیر کہتا اور تعجب کرنے لگتا۔ علم و حال کے جامع تھے اور مظاہرِ صوریہ سے بھی تعلق رکھتے تھے۔

والدِ بزرگوار کی جانب سے آپ کی اصل نسبت سلسلۂ چشتیہ سے ہے مگر غالب ارتباط سلسلۂ قادریہ سے رکھتے تھے۔ برسوں حرمِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاور رہے اور خاندانِ قادریہ کے مشائخ سے جو یمن میں رہتے تھے بیعت و اجازت

حاصل کی۔ جب حضرت شیخ حاجی عبدالوہابؒ دوبارہ حرمین شریفین کی زیارت کو گئے تو آپ کو اپنے اصلی وطن میں لائے۔

ولادتِ باسعادت جونپور میں ہوئی تھی اور اقامت آگرہ میں رہی۔ آپ کی قبر دہلی میں بجے منڈل کے نیچے اپنے والدِ ماجد کے مزار کے برابر ہے قدس اللہ سرہما۔ کہتے ہیں کہ آپ عصر کی نماز کے بعد رات کی آمد کے ایسے منتظر رہتے تھے جیسے کوئی محبوب کا منتظر ہوتا ہے۔ شام ہوتے ہی خلوت میں چلے جاتے، حجرے کا دروازہ بند کر دیتے اور شمع روشن کر کے مشغول باحق ہو جاتے۔ اگر مقتضائے وقت ہوتا تو اس طائفہ کے علم سے متعلق کچھ لکھتے اور جب وہ تحریر پوری ہو جاتی تو اس کو جلا دیتے یا قینچی سے کتر ڈالتے۔ آپ کے بعض مکتوبات بھی جمع کئے گئے ہیں، بعض رسائل بھی ہیں اور کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ بعض مرید آپ کو شاہ خیالی کہتے ہیں۔ شیخ محمد حسن کی وفات ستائیسویں رجب ۹۴۴ ہجری کو ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

مکتوبات میں لکھتے ہیں: جان لے کہ ایک عالم ایسا ہے جس کا معلوم کرنا حواس کے سوا اور کسی چیز سے ممکن نہیں۔ ایک دوسرا عالم ہے جس کا پہچاننا عقل کے سوا اور کسی چیز سے ممکن نہیں، اور ایک عالم ایسا ہے جس کا ادراک بجز علم کے نہیں ہو سکتا، پھر ایک عالم اور ہے جس کو عشق کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

اے عزیز، طورِ حسن اور طورِ عقل اور طورِ علم کے پرے ایک اور طور ہے جس کو طورِ عشق کہتے ہیں۔ اس طور میں وہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں جو کسی اور طور میں معلوم نہیں ہوتیں،

طال شوق الابرار الی لقائی وانا الیھم لاشد شوقاً

— جانا اُس نے جس نے چکھا، سو دراز ہوا ابرار کا شوق میرے ملنے کی طرف اور میں اُن کے ساتھ بہت شوق رکھتا ہوں۔

اے جوانمرد، معنی صورت کے مُشتاق ہیں اور صورت معنوں کی مُشتاق ہے، مولیٰ بندہ کا مشتاق ہے اور بندہ مولیٰ کا مُشتاق ہے

بانگ می آید کہ اے طالب بیا　　جُود محتاج گدایاں چوں گدا

جُود می جوید گدایان ضعاف　　ہمچو خُوباں کائینہ جوید صاف

— آواز آرہی ہے کہ اے طالب آ، بخشش خود بھکاری کی طرح گداگروں کی محتاج ہے، بخشش ضعیف گداگروں کو ڈھونڈتی ہے جیسے کہ محبوب صاف آئینے کی تلاش میں ہو۔

---

## شاہ عبدالرّزاق جھنجانہؒ

حضرت شیخ محمد حسنؒ کے مُرید اور خلیفہ ہیں۔ مشائخِ قادریہ سے تھے۔ بڑے صاحبِ کمال اور اہلِ حال تھے۔ آپ سے متعلق خوارقِ عادات اور کرامات بہت نقل کرتے ہیں۔ اوائل میں آپ نے تحصیلِ علم کی، پھر مشربِ عشق و محبّت غالب آیا۔ ریاضاتِ شاقہ میں مشغول ہوئے اور مجاہدہ سے مشاہدہ کو پہنچے۔ غالباً آپ کے اور شیخ امان پانی پتیؒ کے درمیان توحید، اطلاقِ وجود، عینیت و غیریت کے مسئلے پر بحث ہوئی تھی۔

شاہ عبدالرزاقؒ کے مُرید اور خلفا بہت ہیں۔ سیّد علی جو لدھیانہ میں ہیں آپ ہی کے مُرید ہیں سن رسیدہ، مشغولِ ذکر، صاحبِ ذوق۔ آپکی وفات ۹۴۹ ہجری میں ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ امان پانی پتیؒ

اسمِ گرامی عبدالملک تھا اور لقب امان اللہ، آپ کا شمار موحّد علمائے صوفیہ میں ہے اور شیخ ابن عربی قدس سرہ کی متابعت کرتے تھے، علمِ تصوّف میں مرتبہ بلند اور پایۂ ارجمند رکھتے ہیں۔ مسئلہ توحید کے بیان میں خوب ماہر تھے۔ توحید کی باتیں فاش کہتے، فرماتے تھے کہ ابتدائے حال میں مجھ کو توحید کے مسئلہ پر دو دلیلیں معلوم تھیں اور اب عنایتِ الٰہی سے سو دلیلیں یاد ہیں۔

علمِ تصوّف و توحید میں آپ کی بہت کتابیں اور رسائل ہیں اور آپ کے کلام سے آثارِ تحقیق ظاہر ہیں۔ ایک رسالے کا نام اثبات الاحدیۃ ہے،

لوائح مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ پر بھی شرح لکھی ہے نہایت بسیط و طویل۔
تہذیبِ اخلاق اور تجریدِ عادات میں مرتبہ کمال رکھتے تھے۔ فرماتے تھے میرے نزدیک درویشی کا سرمایہ دو چیزیں ہیں۔ تہذیبِ اخلاق اور محبتِ خاندانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، نیز فرمایا کمالِ محبّت کی علامت یہ ہے کہ محبوب سے اُس کے متعلّقین تک تجاوز کر جائے، پس محبّتِ حق تعالیٰ کے کمال کی علامت یہ ہے کہ اُس کی محبّت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور محبّتِ پیغمبرؐ کی علامت یہ ہے کہ اُن کے اہلِ بیت سے محبّت کرے۔
تصوّف میں ملامتیہ مشرب رکھتے تھے۔ آپ کی مجلس میں ذکرِ دنیا، بیہودہ گوئی اور لوگوں کی غیبت نہ ہوتی تھی۔ آپ کے اوقات ذکرِ حق اور نشرِ علوم سے معمور تھے۔ کتبِ صوفیہ سے بہت شغف رکھتے اور ان کے مطالعہ و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔
فرماتے تھے کہ اس علم کا قال، عینِ حال ہے۔ نیز فرمایا کہ ہر شخص کو کسی چیز میں کشائش دی گئی ہے۔ ہماری کشائش صوفیہ کی کتابوں میں ہے۔ اگر کوئی طالب ارادت سے آپ کے پاس آتا تو اُس سے فرماتے کہ کچھ پڑھو کیونکہ ہمارا یہی طریق ہے۔ اس سبب سے آپ کے پاس عوام النّاس کا ہجوم بہت کم ہوتا تھا اور خانقاہ و رباط نہ رکھتے تھے۔ طالبوں کو عشقِ صورت سے منع کرتے اور فرماتے تھے کہ اس کام میں مبتلا ہونا مبتدی کو اصل کام سے باز رکھتا ہے۔ اسبابِ آسائش اور کھانے پینے کی چیزیں کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھتے تھے۔
آپ شیخ محمد محسنؒ کے مُرید اور شیخ محمد مودود لاریؒ کے شاگرد ہیں۔

اکثر سلسلوں سے رابطہ رکھتے تھے۔ مشرب قلندریہ میں دو واسطوں سے شاہ نعمت اللہ ولی ؒ تک پہنچتے ہیں۔ تمام سلسلوں میں سے سلسلہ قادریہ کے ساتھ آپ کا اعتقاد و تعلق زیادہ غالب اور محکم تھا۔

شیخ امان ؒ کی وفات ۱۲ ربیع الثانی ۹۵۷ ہجری کو ہوئی۔ آپ کے معتقد اور شاگرد بہت ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم

---

# شیخ سیف الدینؒ

اِس فقیر کے والدِ بزرگوار ہیں۔ حضرت شیخ امان پانی پتیؒ کی خدمت میں نہایت محبّت واعتقاد وبندگی رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ فقیر کو سات برس کی عمر سے درویشوں کا دردِ طلب اور شوقِ بندگی دامنگیر تھا، بہت سے مشائخ کے پاس گیا مگر یہ مقصد انہی کی خدمت میں حاصل ہوا، کسی اور میں نہ ملا۔ جو ربط و تعلّق کہ دل کو اُن سے ہوا اور کہیں نہ ہوا اور جو تسکین و یقین ان کی صحبت کے طفیل ملا اور کہیں حاصل نہیں ہوا۔ اسی سبب سے انھوں نے حضرت والدِ بزرگوار کو عنایت خاص سے مخصوص کیا اور خلافت کا خرقہ پہنایا۔

حضرت والدِ بزرگوار اوائلِ حال میں ایک عالمِ ظاہر سے بیعت ہو گئے تھے

جو سلسلہ سہروردیہ سے نسبت رکھتے تھے۔ شیخ امانؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ بندہ آپ کی خدمت میں آنے سے پہلے کسی جگہ بیعت ہو گیا ہے اور اب آپ کا جاذبہ محبّت وارادت سب پر غالب ہے، کیا کیا جائے۔ فرمایا کچھ غم نہیں۔ اِس راہ میں محبّت ہی کا اعتبار ہے۔

فرماتے ہیں کہ پہلے دن جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا اُنھوں نے فرمایا کہ کچھ اپنے احوال اور تصوّرات وخیالات بیان کرو۔ میں نے عرض کیا مجھ کو احوال ہی نہیں پھر تصوّرات وخیالات کیا ہونگے۔ فرمایا میں اس لئے پوچھتا ہوں کہ تمہاری طبیعت کا میلان معلوم ہو کہ کس مشرب کی طرف ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اکثر اوقات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا عرش سے فرش تک میرے گھیرے میں ہے اور میں سب پر محیط ہوں۔ فرمایا۔ تم میں توحید کا تخم بویا ہوا ہے۔ پھر اسکے بعد تربیت وتلقین فرمائی۔ ایک رات اُنھوں نے مجھے اپنی خلوتِ خاص میں طلب کیا اور فرمایا ایک راستہ ہے جس سے دو قدم میں خدا تک پہنچتے ہیں اور ایک راستہ ہے کہ جس سے ایک ہی قدم میں پہنچ جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یا وجود ہے یا عدم، والعدمُ لَیسَ بِشَیٔ۔ اور عدم نہیں ہے کسی شے کے ساتھ، وجود وہی حق تعالیٰ ہے، اس طریق سے ایک قدم میں خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔

خاتمۂ کتاب میں والدِ بزرگوار کے کچھ احوال وکلمات کا بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

---

# سُلطان جلال الدّین قریشیؒ

آپ کے متعلّق عجیب و غریب احوال سُننے میں آئے ہیں جو تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ کامل درویش تھے صاحبِ حالت و مجذوب صورت۔ اکثر اوقات سر و پا برہنہ رہتے اور جنگلوں میں پھرا کرتے تھے۔ لباس میں محض سترِ عورت پر کفایت کرتے۔ علومِ عقلی و نقلی و رسمی و حقیقی سب آپ کو یاد تھے اور جب کبھی ان کی بات ہوتی تو خُوب بیان فرماتے۔ آپ ایک مردِ جوان تھے اور ہر شخص اور ہر چیز سے بے تعلّق رہتے۔ غلبۂ حال کے باوصف احکامِ شریعت کے پابند تھے۔ آپ کی نظرِ ہمّت میں کسی دُنیادار کو اعتبار حاصل نہ تھا۔ جس شہر یا

گاؤں میں جاتے وہاں کے لوگ آپ کے معتقد ہو جاتے اور بہت ہجوم کرتے تھے۔ آپ کسی کو مرید نہ کرتے اور فرماتے تھے میرا ایک مرید ہے ہشام نام، جو مجذوب ہے اور صحرا میں پھرتا رہتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ کو علم میں فیضِ اقدس حاصل تھا۔ عربی، فارسی اور ہندی میں کلام کرتے تھے۔ اکثر اوقات خوب باتیں کرتے جب گرم سخن ہوتے تو اُٹھ کر صحرا کی طرف نکل جاتے۔

مُلّا نور محمّد نارنولی کہتے تھے کہ ایک دفعہ مسجد میں کچھ محتسب بیٹھے ہوئے تھے اور صبح کی نماز کا وقت تھا۔ یہ آئے اور صف کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور نماز کی نیّت باندھ لی۔ لوگوں کو ان کی یہ حرکت ناگوار معلوم ہوئی، پھر چونکہ نماز کا وقت تنگ تھا اور اُنھوں نے لمبی قرأت پڑھی اور نماز بھی ننگے سر ادا کی، لہٰذا اس کو وجہِ الزام بنا کر لوگ ان سے بحث کرنے لگے۔ اُنھوں نے فقہ کی اتنی روایتیں پڑھیں کہ سب لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ آخر میں اس حدیث کا ذکر کیا۔

مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْہُ

جس نے اپنے نفس میں میرا ذکر کیا، میں اُس کا ذکر اپنے نفس میں کرتا ہوں اور جس نے میرا ذکر لوگوں میں کیا میں اُس کا ذکر ان سے بہتر و برتر لوگوں میں کرتا ہوں۔

اور اس سلسلے میں بے اندازہ تقریر کی۔ جب گرم کلام ہوئے تو

یکدم اُٹھ کر جنگل کی راہ لی۔

کہتے ہیں کہ کسی عقیدت مند نے آپ کے ملفوظات کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اُس کے ہاتھ سے کتاب لیکر کنوئیں میں پھینک دی۔ قلقِ محبّت کی انتہا نہ تھی اور بار ہا یہ بیت پڑھتے تھے۔ بیت

حاصلِ عشقم سہ سخن بیش نیست      سوختم و سوختم و سوختم

اور کبھی کہتے تھے بیت

خام بُدم پختہ شُدم سوختم

قلندریہ مشرب رکھتے تھے عبادات میں سے فرائض و سُنّت پر اکتفا کرتے۔ فصوص الحکم اور تصوّف کی تمام کتابیں یاد تھیں۔ روایت ہے کہ آپ نے پانچ برس تک کسی آدمی کا مُنہ نہ دیکھا اور درخت کے پتوں کے سوا کچھ نہ کھایا۔ رجالِ غیب آپ کے اُستاد تھے۔

آپ کے جذب کا قصّہ یہ ہے کہ کسی شخص پر عاشق ہوئے اور شورشِ عشق ہی میں مجذوب ہو گئے۔ آخر کار اجمیر کی جانب چلے گئے۔ اجمیر کے صحرا میں ایک روحانی صفت انسان کو دیکھا جو نہایت حسین و جمیل تھا۔ آپ اس کے پیچھے ہو لئے، کسی شخص نے پوچھا کیا وہ خواجہ خضرؑ تھے۔ فرمایا نہیں، خضر علیہ السلام کے دیکھنے کی علامت یہ ہے کہ اُن کے ظاہر ہونے سے پہلے تھوڑا مینہ برستا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہؤا۔ وہ شخص مردانِ غیب سے تھا اور سات سو پچیس علوم جانتا تھا۔

فرماتے تھے حضرت مُرشد ایسا حُسن رکھتے تھے کہ شاید یوسفؑ کا ہو اور ایسے خوش الحان تھے کہ شاید داؤدؑ ایسے ہوں۔ فرمایا کہ جب میں مُرید ہوا تو حکم ہوا کہ جاؤ کہیں نوکر ہو جاؤ۔ میں باہر نکلا تو ایک شخص نے سامنے آکر کہا کیا نوکری کروگے، میں اس کے پاس نوکر ہو گیا اور بہت مال و اسباب جمع کیا۔ پھر حکم ہوا کہ یہ سب کچھ لُٹا دو۔ چنانچہ تین مرتبہ اُن کے فرمانے سے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں ایک جنگل میں جس کا نشان کوئی نہیں جانتا ایک حُجرہ تھا۔ اس حُجرے کے اندر ایک چشمہ تھا۔ حضرت شیخ حُجرے کے اندر رہتے اور میں باہر پڑا رہتا۔ پانچ سال اسی حال میں گذر گئے۔ سوائے وقتِ نماز کے اور کسی وقت ملاقات نہ ہوتی تھی۔ میری آنکھیں پھوٹ جائیں اگر اس پانچ سال کی مدّت میں کسی آدمی کی شکل دیکھی ہو۔ انھوں نے تین سو سے اوپر علوم مجھ کو سکھلائے اور باقی کے متعلق کہا کہ جاؤ اتنا حوصلہ نہیں رکھتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ وہ مردِ رُوحانی آپ کے سامنے سے گذرے — آپ اُن کے پیچھے بہت بھاگے مگر انتہائی کوشش کے باوجود اُن تک نہ پہنچ سکے۔ بارہا گریہ و فریاد کرتے اور اپنے مُرشد کی یاد میں یہ بیت پڑھتے تھے ؎

دریغا مُونسِ تنہائی ما | دریغا سُرمۂ بینائی ما
دریغا دولتے رفت از سرِ ما | ہُمائے بر پرید از کشورِ ما

نیز یہ شعر پڑھتے ؎

من مستِ مئے عشقم ہشیار نخواہم شُد | از رندی و قلّاشی بیزار نخواہم شُد

نقل ہے کہ ایک روز آپ کے سامنے کیمیا کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ نے اسی وقت تھوک دیا اور فرمایا تُف ہے عملِ کیمیا پر۔ وہ تمام تھوک تانبے کے ایک طباق پر پڑا۔ اُس کے گرتے ہی طباق سونے کا ہو گیا۔

آپ کے بارے میں اور خوارقِ عادات بھی سننے میں آئے ہیں۔ کچھ مدت دہلی میں سکونت پذیر رہے اور بیانہ د آگرہ اور اسکے نواح میں بھی اقامت کی عمر شریف پچیس برس کی ہوئی اور ۹۴۸ ہجری میں وفات پا گئے۔ مزار شریف علاقہ مندرو کے کسی گاؤں میں ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

## میر سید ابراہیمؒ

بن معین عبدالقادر الحسنی القادری الایرجی ، بڑے متبرک بزرگ اور کامل دانشمند تھے۔ تمام علوم عقلی و نقلی و رسمی و حقیقی پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے ہر علم کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ و تصحیح فرمائی اور ان کی مشکلات کو ایسے حل کیا تھا کہ ایک ادنیٰ مناسبت رکھنے والے شخص کو آپ کی کتابوں کا سرسری مطالعہ کافی ہوتا اور استاد کی ضرورت نہ پڑتی۔

فی الحقیقت اس زمانے میں دہلی میں آپ جیسا کوئی صاحب کمال نہ تھا، آپ کے کتب خانہ سے اتنی کتابیں اور اکثر آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نکلیں

کہ حدِ شمار و حساب سے باہر ہیں۔

شیخ عبدالعزیز جسن اور دیگر صوفی آپ کے پاس علوم صوفیہ پڑھتے اور بڑے بڑے مشائخ و علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے جیسے علم و فضل کی تحصیل کی تھی اسی طرح درویشوں کی برکتِ صحبت اور مشائخ کے سلسلوں اور خانوادوں کے ارتباط سے اوراد و اشغال و اذکار و دعوات اور تربیت و ارشاد کے طریقے بھی حاصل کئے تھے۔ سلسلۂ علیۂ قادریہ سے آپ کی نسبت سب پر غالب ہے۔ شیخ بہاءالدین قادری شطاری رح کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین رح نے رسالہ طریقۂ شطاریہ آپ ہی کی خاطر تحریر کیا تھا۔

دہلی میں آپ سلطان سکندر کے عہد کے اواخر میں ۹۲۰ ہجری کے قریب تشریف لائے اور اسلام شاہ کے عہدِ حکومت میں ۹۵۳ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مزار حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے مقبرہ کے اندر ایک خانقاہ میں ہے جو حضرت امیر خسرو رح کے روضہ کے پائین ہے۔ علیہ الرحمۃ والغفران

---

## سیّد رفیع الدّین صفویؒ

فضائلِ حسبیہ و نسبیہ کے جامع تھے۔ آپ کے آبائے کرام سب عالم ، صالح اور پرہیزگار تھے تفسیرِ معینی کے مصنّف میر معین الدین آپ کے اجداد سے ہیں جو برسوں مدینہ شریف کے مجاور رہے اور اب بھی ان کی اولاد مکّہ معظّمہ میں سکونت رکھتی ہے۔ تفسیرِ معینی ایک نہایت مختصر، پاکیزہ و مفید تفسیر ہے میر سیّد رفیع الدین بھی بڑے عالم اور محدّث تھے ، جود و سخاوت و خلق و لطف سے بغایت موصوف تھے۔ معقولات میں مولٰنا جلال الدین دوانی کے شاگرد تھیں۔ کہتے ہیں کہ مولٰنا آپ کے آباء و اجداد کی بزرگی اور سابقہ حقوق

کی رعایت سے شیراز میں آپ کے گھر آگر درس دیا کرتے تھے۔ حدیث میں آپ شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی الحافظ المصری کے شاگرد ہیں جن کا شمار اربابِ حدیث اور قدوۂ متاخرین میں ہے۔

سیّد کا اصل وطن شیراز ہے اور آپ کی ولادت بھی وہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ کے بعض آبائے کرام حرمین شریفین میں جا کر متوطن ہو گئے اور آپ سلطان سکندر کے زمانے میں گجرات سے دہلی تشریف لائے۔ سلطان سکندر کو آپ سے اعتقادِ عظیم پیدا ہو گیا تھا اور اسی کی فرمائش سے آگرہ میں مقیم ہوئے۔ اب آپ کے اخلاف سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو آپ سے ادنےٰ قرابت داری رکھتا ہو، گویا آپ کا سلسلہ بالکل منقطع ہو گیا۔ اِنّا لِلّٰہ وَ اِنّا اِلیہ راجعون

آپ کی وفات ۹۵۴ ہجری میں ہوئی۔ قبر وہیں ہے جہاں آپ کی قیام گاہ تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ بہاؤالدّین مفتی آگرہ رح

بزرگِ کامل تھے. عالم وعامل ومتدین، سخاوت اور مسلمانوں کی اعانت وامداد میں یگانۂ عصر تھے۔ حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔

آپ کی وفات ۷۶۶ ہجری میں ہوئی۔ آپ کے صاحبزادے شیخ جُنید رح بھی صالحین میں سے تھے۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

# شیخ حاجی حمیدؒ

شاہ قاذن رح کے مُرید ہیں جو حضرت شیخ عبداللہ شطاری رح کے مُرید تھے۔ آپ نے بہت مسافرت کی تھی۔ ہاتھ میں عصا اور کندھے پر مصلّا رکھ کر پھرتے۔ بہت ہی ضعیف الجسم تھے۔

شیخ محمد رح ملقّب بہ غوث اور ان کے آٹھ بھائی آپ ہی کے مُرید تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے روز جب شیخ محمد رح ارادت کو گئے تو حاجی حمید اٹھ کر ان سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا آؤ شیخ محمد غوث، حاضرین نے پوچھا کہ بے ملاحظہ کمال ان کو غوث کیوں کہا۔ فرمایا کچھ خوف نہیں، باپ اپنے بیٹے کا نام شاہ عالم رکھ دیتا ہے۔

# میر سیّد عبدالوہابؒ

ابن سیّد عبدالحمید ساڈھوری، متبرّک و سن رسیدہ بزرگ تھے نقل ہے کہ ایک بار بچپن میں اپنے والدِ بزرگوار کے ہمراہ غسل کرنے کو ایک حوض پر آئے ہوئے تھے۔ دفعتاً پانی میں سے ایک شخص نمودار ہوا اور آپ کو کھینچ کر حوض کے اندر لے گیا اور غائب کر دیا۔ پھر ایک مدّت دراز کے بعد پانی سے باہر نکلے نسبتِ فیض اور فتح بابِ علم کے ساتھ۔

آپ کی وفات ۹۶۵ ہجری میں ہوئی۔ مزار شریف ساڈھورہ میں ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# میر سیّد عبدالاوّل رح

بن علاء الحسنی، حضرت میر سیّد محمّد گیسو دراز رح کی اولاد سے کسی کے مُرید ہیں جو دکن میں رہتے تھے۔ بڑے دانشمند اور کل علوم عقلی و نقلی و رسمی و حقیقی کے جامع ہیں۔ اکثر علوم میں آپ کی تصنیفات ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک شرح لکھی ہے جس کا نام فیض الباری ہے، رسالہ فرائض سراجی کو نظم کر کے اُس پر بھی شرح کا اضافہ کیا ہے۔ ایک اور فارسی رسالہ تحقیق و معرفتِ نفس اور اس کے متعلقات کے بیان میں نہایت محقّقانہ انداز میں لکھا ہے۔ ایک مختصر کتاب علم سیر میں لکھی ہے جو کتاب سفر السعادۃ کا انتخاب ہے۔ اس کے

علاوہ بہت سی کتابوں کے حواشی، شروح و تعلیقات لکھی ہیں۔
آپ بہت سن رسیدہ اور معمّر تھے، آخر عمر میں آپ کے حال پر انکسار و غربت و مشرب کا غلبہ ہو گیا اور علومِ رسمیہ کو مطلق بھول گئے۔ آپ کے کتب خانہ میں ہر علم و فن کی کتابیں موجود تھیں۔
سیّد کے والدِ بزرگوار زید پور کے رہنے والے تھے جو جونپور کے مضافات میں ایک قصبہ ہے۔ پھر وہاں سے دکن چلے گئے، وہیں آپ کی ولادت ہوئی اور تحصیلِ علم کر کے معزّز و مکرّم ہوئے۔ آخر میں گجرات تشریف لے گئے اور وہاں سے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرّف ہو کر احمد آباد میں واپس آئے، آخر کار خانخانان محمد بیرم خان شہید کی استدعا پر جو خلقِ خدا پر شفقت، درویشوں سے محبّت، علماء و فضلا کی تربیت اور اپنے علوِ شان و رفعتِ مکان میں بے نظیر تھا دہلی کی جانب متوجّہ ہوئے۔ خان شہید سے ملاقات ہونے سے پہلے کم و بیش دو سال تک دہلی میں بقیدِ حیات رہے۔ آخر ۹۶۸ھ میں رحمتِ حق سے پیوست ہو گئے اور قلعہ دہلی کے اندر مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ
رسالہ معرفتِ نفس سے نقل ہے:

فصل ہر بدن میں روحِ انسانی و حیوانی و قلب ایک جزءِ حقیقی ہے جو کسی دوسرے بدن سے مغایر ہوتا ہے۔ مگر اس میں پوشیدہ و ظاہر حکمت یہ ہے کہ ان میں سے ہر روح، ایک ایسی روح اور ملک کی حیثیت رکھتی ہے جو وحدت و جزئیت کی صفت کے ساتھ تمام ابدان، نفوس و ارواحِ انسانی سے متعلق ہے اور سب میں متصرّف۔ روحِ واحد کا بہت سے بدنوں سے متعلق

ہونے کا بیان آسان ہے مثلاً نفسِ انسانی، بدن اور اس کے تمام اعضاء و اجزاء میں متصرف ہے۔ فرض کیا کہ ایک نفس بہت قوی ہے اور جیسے کہ وہ بدن میں تصرف کرتا ہے ایسے ہی اس کا تصرف تمام گھر اور در و دیوار تک ہوتا ہے۔ اس طرح کہ وہ شرقی دیوار کو غربی بنا دیتا ہے اور غربی کو شرقی علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح ایک اور نفس اس سے زیادہ قوی ہوتا ہے جو تمام شہر میں تصرف کرتا ہے۔ پس تمام شہر بمنزلہ اس کے اعضاء کے ہے، بالکل اسی طرح ایک نفس تمام اقلیم میں اور ایک نفس تمام روئے زمین میں اور ایک نفس تمام عنصر میں اور ایک نفس تمام افلاک و عناصر میں تصرف کرتا ہے، مثلاً جبرئیل علیہ السلام کی روح کہ ان کا بدن افلاک و عناصر کا مجموعہ ہے اور ساتوں آسمانوں کو گھیرے ہوئے ہے لہذا اُن کا مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے جو سات آسمانوں کے اوپر ہے، اور یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ

اَدْرِکْ عَبْدِیْ — پکڑ میرے بندے کو،

چنانچہ یوسف علیہ السلام ہنوز کنوئیں کی تہ تک نہ پہنچے تھے کہ جبرئیلؑ نے اُن کو ہاتھ میں لے لیا اور آسانی کے ساتھ نیچے اتار دیا۔ پس جبرئیلؑ کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ انھوں نے سات ہزار برس کی مسافت کو ایک لحظہ میں کیونکر طے کر لیا اور کنوئیں میں پہنچ گئے بلکہ ساتوں آسمان اور عناصر اُن کے اعضاء ہیں اور اس عالم میں اُن کا تصرف بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی آدمی کا تصرف اپنے اعضاء میں ہوتا ہے، گویا کہ جبرئیل علیہ السلام

کے گلے کے ہار میں سے ایک موتی گرا اور ابھی وہ سینے تک بھی نہ پہنچا تھا کہ
اُنھوں نے ہاتھ میں لے لیا۔ ایسے ہی عزرائیل علیہ السّلام کی روح ہے کہ
تمام ارواح اُس کے اعضاء ہیں، پس رُوحوں کے قبض کرنے میں اُن کا
تصرّف ایسا ہے جیسے کسی آدمی کا تصرّف اپنے اعضاء میں۔

ان مطالب کا تصوّر معجزاتِ انبیاؑ اور کراماتِ اولیاؒ کے اثبات کی
بُنیاد ہے کیونکہ ولی اور نبی کے نفس میں وہ قوّت ہوتی ہے جو خارجِ بدن میں بھی
اسی طرح تصرّف کرتی ہے جیسے کہ بدن کے اندر، پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلّم کی روحِ مقدّس تمام عالم کی جان ہے اس کو تمام اجزائے عالم
میں متصرّف ہونا چاہیئے، یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے صرف ایک اشارہ چاند
کے دو ٹکڑے کر دیئے گویا کہ ناخن سے فضلۂ ناخن کو جُدا کر دیا۔

---

# شیخ علی بن حسام الدینؒ

ابن عبدالملک بن قاضی خان المتقی القادری الشاذلی المدینی الچشتیؒ، شیخ علیؒ کے آبائے کرام جونپور سے تشریف لائے تھے، آپ کی ولادتِ باسعادت برہانپور میں ہوئی بچپن ہی میں سات یا آٹھ سال کی عمر میں آپ کے پدر بزرگوار آپ کو شاہ باجن چشتیؒ کی خدمت میں لے گئے اور اُن کا مُرید کیا۔ اُنہی ایّام کے قریب والدِ ماجد نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اُن کی وفات کے بعد بحسب طبیعتِ بشری کچھ عرصہ لذّاتِ حسیّہ میں مشغول رہے۔ عنفوانِ شباب میں کسی بادشاہ کی خدمت میں ملازم ہوکر منڈو میں آئے اور کچھ مال اسباب بھی

جمع کیا۔ اس اثنا میں جاذبۂ عنایت وہدایت نے رہبری کی اور متاعِ دُنیا کی حقارت اور اہلِ دُنیا کی بے ثباتی آنکھوں میں پھر گئی۔ تب شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن کی خدمت میں گئے اور اُن سے مشائخِ چشتیہ کی خلافت کا خرقہ پہنا۔ چونکہ آپ کی فطرت و آفرینش میں تقویٰ و ورع غالب تھا اس سبب سے ملتان کی جانب سفر کیا اور شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں پہنچ کر اُن کی صحبتِ بابرکت میں طریقت و ورع و تقویٰ کا سلوک اختیار کیا۔ دو برس کی مدت میں اُن کی خدمت میں تفسیرِ بیضاوی اور کتاب عین العلم کا مطالعہ کر کے زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ وہاں شیخ ابوالحسن بکری کی جو بالاجماع اپنے زمانے کے اولیاء میں سے تھے صحبت میں رہے اور اُن کے شاگرد ہو گئے۔ ان کے علاوہ جو علماء و مشائخِ عصر وہاں رہتے تھے سب سے مل کر استفادہ کیا۔

آپ نے مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کی اور دُنیا کو اپنے انوارِ طاعت و مجاہدات اور علومِ دینی و معارفِ یقینی کے فیضان سے منور و معمور کیا۔ علمِ حدیث و تصوف میں رسائل اور کتابوں کی تالیف و تصنیف میں مشغول ہوئے۔ عربی و فارسی کل تصنیفات و تالیفات کی تعداد سو سے متجاوز ہے۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف رسالہ تبیین الطرق ہے جس کی تصنیف میں آپ کو غیب سے الہام ہوا تھا۔ مجموعۃ الحکم کبیر دوسری کتاب ہے جس میں تمام کتبِ تصوف کا خلاصہ شامل ہے۔

سُنن و احادیث نبوی کے تتبع میں آخری وقتِ حیات تک مشغول رہے،

باوجودیکہ اس عمر میں انسان کے لئے ہلنا جلنا ممکن نہیں ہوتا مگر آپ دن رات کتب احادیث کی تالیف وتصحیح ومقابلہ میں مصروف رہتے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو دقائق کے سمجھنے اور معانی ونکات اخذ کرنے میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ اُس دیارِ شریف کے بڑے بڑے علماء کو حیرت وتحسین کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

شیخ ابن حجر جو اپنے زمانے میں مکہ معظمہ کے زبردست فقیہ وعالم تھے۔ ابتدائے حال میں آپ کے اُستاد رہ چکے تھے۔ جب کبھی ان کو کسی حدیث کے معنوں میں توقف وتردد ہوتا تو شیخ علی رح کو لکھ بھیجتے کہ آپ نے یہ حدیث اپنی کتاب جمع الجوامع کے کس باب میں مرتب کی ہے۔ یہ معلوم ہوجانے پر قرینہ وقیاس سے مطلب سمجھ جاتے تھے۔ وہ بارہا خود کو شیخ کا تلمیذِ حقیقی کہتے تھے، آخر کار مرید ہوگئے اور خرقۂ خلافت پہنا۔ علیٰ ہذا اُس زمانے کے تمام مشائخ واکابر آپ کے فضل وولایت کے معترف تھے اور آپ کی تعظیم و تکریم کی رعایت میں متفق تھے۔ اب تک بھی اس ملک کے خواص وعوام آپ کو اسی طرح یاد کرتے ہیں جیسے کہ مشائخِ سلف کو۔ تالیف وتصنیفِ کتب اور نشر واشاعتِ علوم سے قطع نظر کرکے جو علمائے ظاہر کو بھی حصولِ توفیق وبرکت کے بعد میسّر ہوجاتی ہے۔ ریاضات، مجاہدات، کرامات، محاسنِ اخلاق، محامدِ اوصاف، رزانتِ احوال، متانتِ افعال، رعایتِ آدابِ ظاہر وباطن، تقویٰ اور ورع کی نسبت جو کچھ آپ سے نقل کرتے ہیں آپ کے کمالاتِ باطنی اور احوالِ حقیقی پر دلیلِ اوّل ہے۔

حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رح نے ایک رسالے میں آپ کے مختصر حالات

قلمبند کئے ہیں۔ رسالے کا نام انحاف التقی فی فضل الشیخ علی المتقی ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

شیخ علی متقیؒ کی وفات دوسری جمادی الاولیٰ ۹۷۵ ہجری کو ہوئی . . .
ایّامِ رحلت کے قریب حضرت شیخ میں ایسے حالات وجذبات پیدا ہوتے تھے جن سے اُن کی تمام حرکات وسکنات میں تغیر ہوجاتا تھا۔ ماہ صفر ۹۷۵ ہجری کی ایک رات کہ ابھی رحلت میں تقریباً تین چار ماہ باقی تھے انھوں نے فقیر سے فرمایا کہ فلاں شعر پڑھو، اس فقیر نے فراست سے معلوم کرلیا کہ آپ کی مراد کس شعر سے ہے۔ چنانچہ میں نے یہ شعر پڑھا

ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوب تر
شمسے ندانم یا قمر حورے ندانم یا پری

اس کے سنتے ہی اُن میں ایک عجیب حالت پیدا ہوگئی اور باوازِ بلند فرمایا پڑھو پڑھو۔ میں نے کئی بار اس بیت کو پڑھا اور اُن سے محبّت آمیز کلام اور شور انگیز نالے ظاہر ہوتے رہے۔ اس اثنا میں خادم نے آکر عرض کیا کہ کھانا تیّار ہے۔ طریقہ یہ تھا کہ اُن کے لئے کھانے کو باریک کوٹ کر ملیدہ کردیتے تھے تاکہ سب دانے ایک ہوجائیں اور ان میں فرق کرنا ممکن نہ ہو۔ اس طرح سب دانے متحد ہوکر یک ذات ہوجاتے تھے۔ چنانچہ جب خادم نے کھانے کی اطلاع دی تو فرمایا اس کو کوٹ لو، پھر فرمایا، سنو کس طرح کوٹو گے، اس طرح کوٹنا کہ سب ایک ہوجائیں اور دُوئی نہ رہے جیسا کہ اس دوہرے میں کہا گیا ہے،

## دوہرہ

سُن سہیلی پرم کی باتا　　یوں مل رہے جیوں دُودھ بتاتا

اسوقت اُن پر عجیب حالت طاری ہوگئی۔ تمام رات اسی کیفیّت میں گذری اور محبّت انگیز کلمات فرماتے رہے۔ فقیر بھی تمام شب خدمت میں حاضر رہا، ان ایّام میں سب لوگ رات بھر ملازمت میں حاضر رہتے تھے رحمۃ اللہ علیہم وعلیٰ جمیع عباد اللہ الصالحین۔

# شیخ عبدالوہاب متقی رح

القادری الشاذلی، ولادتِ باسعادت منڈو میں ہوئی۔ آپ کے والدِ ماجد شیخ ولی اللہ، منڈو کے اکابر و اعیان میں سے تھے، حوادثِ روزگار کے باعث وہاں سے برہان پور میں آکر متوطن ہو گئے۔ یہاں بھی ویسے ہی معزز و مکرّم رہے اور تھوڑی مدت میں دارِ آخرت کی طرف رحلت کی۔ انہی ایام میں جبکہ آپ کمسن ہی تھے، حضرت کی والدہ ماجدہ بھی وفات پا گئیں۔

زمانۂ بچپن سے توفیقِ الٰہی آپ کے رفیقِ حال ہوئی اور طلبِ حق میں فقر و تجرید، مسافرت و سیرِ عالم کے راستے پر قدم رکھا۔ آپ نے زیادہ عمر نواح گجرات

اور دکن، لنکا وسراندیپ کے اطراف میں سیر و سیاحت کی۔ اکثر یہ دستور تھا کہ تین دن سے زیادہ کہیں قیام نہ فرماتے تھے مگر بعض شہروں میں تحصیلِ علم اور صحبتِ مشائخ و صلحاء کی خاطر بقدرِ استفادہ و ضرورت قیام فرماتے تھے۔
عنفوانِ شباب میں کہ ابھی بیس سال کی عمر نہ ہوئی تھی اور مسیں بھی نہ بھیگی تھیں مکہ معظّمہ میں پہنچے۔ حضرت شیخ علی متقی رح چونکہ پہلے ہی سے آپ کے والدِ ماجد سے آشنا تھے آپ کی آمد کی خبر سن کر ملاقات کو تشریف لائے اور بکمال مہربانی اپنے ساتھ رہنے کی استدعا کی۔ جب انھوں نے آپ کی خوشخطی ملاحظہ کی تو فرمایا کہ ضرور آئیے اور اگر ہو سکے تو میرے لئے کتابت بھی فرمائیے۔ آپ نے اس ذاتی استغنا اور بے نیازی سے کام لیتے ہوئے جو مسافروں اور مجرّدوں کے حسبِ حال ہوئی ہے پہلی مجلس میں حضرت شیخ کی دعوت قبول نہ فرمائی اور کہا انشاء اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں نصیب میں کیا ہے، آخر میں اُن کے فضل و کمال و استقامتِ احوال کا مشاہدہ کر کے ان کی صحبت میں رہنا شروع کیا۔ حضرت کے والدِ بزرگوار نے بھی پہلے وصیّت کی ہوئی تھی کہ اگر تجھ کو راہِ حق کے سلوک کی توفیق ہو تو شیخ علی متقی رح اور اُن جیسے بزرگوں کی صحبت اختیار کرنا اور فلاں شیخ اور اُن جیسے دوسروں سے پرہیز کرنا۔ ان میں سے ایک شخص کا نام بھی لیا جو دعوتِ اسماء اور تسخیرِ ملوک میں مشہور تھا۔
آپ خطِ نستعلیق بہت عمدہ لکھتے تھے۔ حضرت شیخ رح نے اس خیال سے کہ خطِ نسخ صالحین کا شعار ہے نستعلیق کو چھوڑ کر خطِ نسخ کی مشق کرنے کا

اشارہ کیا۔ چونکہ آپ نہایت اعلیٰ قوتِ دست کے مالک تھے، اس لئے تھوڑی مدت میں خطِ نسخ بھی بہت خوبصورت لکھنے لگے اور شیخ کی تالیفات کی کتابت اور تصحیح و مقابلہ میں مشغول ہو گئے۔ حضرت شیخؒ کے لئے اس قدر کتابت فرماتے تھے کہ حد و حساب سے باہر ہے۔ شیخ کی تالیفات کی اکثر ترتیب و اصلاح آپ ہی کے ہاتھ سے ہوتی تھی۔ غرضکہ حضرت شیخؒ کے اتباع اور ان کی خدمت و رضا جوئی میں اتنی کوشش کی کہ گویا فنا فی الشیخ ہو گئے۔ آخر کار عنایتِ ظاہر و باطن سے مخصوص ہوئے اور انوار و اسرار و کمالات کے ساتھ متصف ہو کر الٰہی کا نسخۂ کمالات بلکہ عین ذات ہو گئے۔ یہاں تک کہ شیخؒ فرماتے تھے کہ خدا کے راستے میں ایک دوست اور بھائی جو ہم کو ملا وہ عبدالوہاب تھا۔

آپ کا سنِ شریف اب تک واللہ اعلم چونسٹھ سال کا ہوگا۔ آپ نے چوالیس حج کئے یعنی جتنی مدت کہ مکّہ معظمہ میں رہے۔ آج کل مریدوں کے علم و عمل و حال اتباع و استقامت و تربیت و تسلیک، طالب علموں کے افادہ و اعانت، فقراء و غرباء پر شفقت و مہربانی، خلق اللہ کو نصیحت اور برکت و عظمت و ضیاء و نورانیت اور تمام ابوابِ خیر میں حضرت شیخؒ کے وارثِ حقیقی، خلیفۂ راستین و صاحبِ اسرار ہیں۔

[وفات ۱۰۰۱ ہجری میں ہوئی] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ عزیز اللہ متوکلؒ

شیخ باجن رحؒ کے پیر ہیں جو شیخ علی متقی رحؒ کے پیر تھے رحمۃ اللہ علیہم۔ نہایت فقر و توکل رکھتے تھے۔ جب رات ہوتی جو کچھ گھر میں حاجت سے زیادہ ہوتا ہمسایوں میں تقسیم کردیتے یہاں تک کہ وضو کا پانی بھی اتنا ہی رکھتے تھے جو تہجد کے وقت طہارت کے لئے ضروری ہو۔ اُمرار کو اپنی مجلس میں آنے نہ دیتے تھے۔

مسکن برہانپور میں تھا آپ کی بعض اولاد احمد نگر میں بھی متوطن تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم

# مخدوم جیو قادریؒ

ولایتِ دکن کے شہر بیدر میں رہتے تھے۔ نہایت سن رسیدہ و ضعیف و عابد، تبرکِ دعالی، ہمت و عظیم الشان بزرگ تھے، اغنیا سے بہت بے التفات رہتے اور لوگوں سے مستغنی تھے۔

حضرت شیخ عبدالوہابؒ فرماتے تھے کہ وہ انتہائے ضعف سے کھڑے نہ ہو سکتے تھے لیکن کمر چوب بس پر باندھتے اور اکثر شب نوافل کے لئے کھڑے رہتے تھے۔

آپ کی وفات ... ۱۰ ہجری کے وسط میں ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب

# میاں غیاثؒ

گجرات کے مشہور شہر بھڑوچ میں رہتے تھے، خدا کے خاص بندوں میں سے تھے، آپ کی شان میں خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ (لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع دے) صادق آتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کی ضرورت کی ہر چیز اور ہر جنس اپنے پاس محفوظ رکھتے اور خیرات میں یا دیتے تھے۔ سونا، کپڑا، کھانے کی چیزیں، ادویہ، کتابیں اور اسباب و آلات غرضکہ سب کچھ آپ کے گھر میں موجود ہوتا۔ آپ کے اعمال میں یہ عمل سب سے افضل تھا۔ اس کے باوصف عالم و عامل و متقی و متبع بزرگ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# میاں محمد طاہرؒ

پٹن (ولایت گجرات) میں رہتے تھے۔ وہاں کی بوہرہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو دولتِ علم و فضل عطا کی تھی۔ حرمین شریفین کی زیارت کو گئے اور وہاں کے علماء و مشائخ سے علمِ حدیث کی تحصیل و تکمیل کی۔ حضرت شیخ علی متقیؒ کی صحبت میں بھی رہے اور ان کے مرید ہو گئے اور برکت و کرامت حاصل کر کے وطنِ مالوف میں واپس آگئے۔ علمِ حدیث میں بہت مفید کتابیں تالیف کیں۔ ایک کتاب کا نام مجمع البحار ہے جو صحاح کی شرح ہے۔ مغنی نام ایک اور مختصر و مفید رسالہ اسمائے رجال کی تصحیح میں ہے۔

آپ نے اس ولایت کی بدعتوں اور اہلِ بدع کے ازالہ میں کوئی کسر نہ رکھی یہاں تک کہ اسی جماعت کے ہاتھوں ٩٨٠ ہجری کے قریب شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ عبداللہؒ و شیخ رحمت اللہؒ

سندھی مدنی، یہ دونوں عزیز فقہائے صوفیہ سے تھے، مدینہ منورہ سے اِس ملک میں تشریف لاکر علمِ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا افادہ کیا۔ اس ملک کے طلباء آپ کو شیخین کہتے تھے۔ خواجہ عبد الشہید عبید اللّٰہی فرماتے تھے کہ یہ شیخین اُن شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی یاد دلاتے ہیں۔ علم و عمل و تقوےٰ و ورع سے موصوف تھے، اُن مقاماتِ شریفہ سے آپ ایسے کوئی بزرگ اِس ملک میں نہیں آئے۔

آپ شیخ علی متقیؒ کے یارانِ خاص اور خلفاء میں سے تھے۔ شیخ رحمت اللہؒ کے

والد بزرگوار قاضی عبداللہ، سندھ سے بعض حوادث روزگار کی وجہ سے سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اُن مقاماتِ بابرکات میں توطن اختیار کرنے کے لیے بہت سے فرزندوں اور اہل وعیال کے ساتھ نکل پڑے۔ کچھ مدت احمد آباد میں رہے اور شیخ علی متقی کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ مقاماتِ شریفہ میں پہنچنے کے بعد مدینہ منورہ میں متوطن ہو گئے اور تھوڑی مدت بعد انتقال فرما گئے۔ شیخ عبداللہ، قاضی عبداللہ کے دوست اور مصاحب تھے۔

آپ نے مدینہ منورہ میں نشوونما پائی تھی۔ برسوں اُن مقاماتِ شریفہ میں درس و عبادت میں مصروف رہے۔ پھر بعض حوادث واسباب کی بنا پر، ۹۷۰ ہجری کے قریب اس ملک میں تشریف لائے اور کچھ مدت احمد آباد میں جو اُن کے وطنِ اصلی کا حکم رکھتا تھا اقامت اختیار کی۔

آخر میں یہ دونوں بزرگ عین حالتِ مرض میں کہ حس وحرکت کی بالکل قوت نہ تھی چند سال کے تفاوت سے یکے بعد دیگرے احمد آباد کو خیرباد کہہ کر ان مقاماتِ شریفہ کی جانب چل دیے اور مکہ معظمہ میں پہنچتے ہی دارِ بقا کو رحلت فرما گئے۔

رحمۃ اللہ علیہم وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین

# شیخ حسینؒ

حضرت شیخ عبدالوہابؒ کے دوستوں میں سے ہیں، سلوک میں رفتارِ خاص رکھتے تھے اور بے قیدی و بے تکلّفی و ہمّت فرمائی میں مخصوص طریق کے مالک تھے۔

حضرت شیخؒ فرماتے تھے کہ یہ شیخ حسین ہمارے اقربا میں سے تھے، عجیب حالت اور عالی ہمّت رکھتے تھے۔ معمولی چیزیں مثلاً غلّہ و ترکاری وغیرہ خریدنے میں جو کچھ اُن کے ہاتھ میں ہوتا دے دیتے اور یہ نہ دیکھتے کہ روپیہ ہے یا مظفّری، اور کبھی حساب نہ کرتے اور نہ بھاؤ پوچھتے۔

نیز بیان فرمایا کہ ایک دفعہ ہم میاں غیاث رح کی ملاقات کو گئے اور شیخ حسین ہمراہ تھے، میاں غیاث رح پانی کی پاکیزگی اور ظروف کی نگہداشت میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آئی اور اُن کو غصہ بھی فوراً آتا تھا۔ شیخ حسین نے مٹکے میں سے پانی پی کر آبخورہ زمین پر رکھ دیا۔ میاں غیاث غضب آلود ہو گئے اور آواز دی کہ ہائے ہائے میرے برتن ناپاک کر دیا۔ اُن کے یہ کہتے ہی شیخ حسین نے آبخورے کو زمین پر دے مارا اور کہا اگر ناپاک ہو گیا ہے تو اس کا توڑ دینا بہتر ہے۔ میاں غیاث ہنس پڑے اور ان کو گلے سے لگا لیا اور کچھ نہ کہا، اس پر شاید حاضرین میں سے کسی نے خیال کیا کہ شیخ کا بے فائدہ کوزہ توڑنا تضیع و اسراف میں داخل تھا اور یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اُس کا خلجان دور کرنے کو فرمایا کہ امام مالک رح کے مذہب میں جو مٹی کا برتن ناپاک ہو جائے اُس کا پاک کرنا ممکن نہیں اور اس کا استعمال جائز نہیں۔ پس اس برتن کو توڑ دینے کے سوا اور کیا چارہ ہے۔

# شیخ عبدالعزیز بن حسن طاہرؒ

حضرت میاں قاضی خان کے خلیفہ اور مشائخِ چشتیہ کے متاخرین مشاہیر میں سے ہیں، بزرگِ کامل اور علوم شریعت و طریقت و حقیقت کے عالم تھے۔ مشائخ کے اتباع اور حفظِ قواعد و آداب میں یگانۂ عصر، اور تواضع، حلم، صبر، رضا، تسلیم، شفقت بر خلق و اعانتِ فقرا میں بے نظیر تھے۔ غرضکہ اپنے زمانے میں مشائخِ چشت کی یادگار تھے۔ دہلی میں آپ کی وجہ سے سلسلۂ ارشاد و مشیخت قائم رہا۔

ولادت باسعادت جونپور میں ۸۹۰ ہجری میں ہوئی۔ ڈیڑھ برس کے تھے کہ اپنے والد کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور ۶ جمادی الثانی ۹۷۵ ہجری کو وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ جُنید حصاریؒ

فریدالحق حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔ بزرگِ کامل تھے اور بغایت سن رسیدہ، عظمتِ ظاہری کے آثار آپ میں موجود تھے۔ سُرعتِ کتابت اس حد تک تھی کہ اس کو سوائے خرق عادت کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تین روز میں تمام کلام مجید با اعراب لکھ لیتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ سے متعدد خوارق نقل کرتے ہیں۔

آپ کا مزار شریف حصار میں ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

# میاں نجم الدّین مندویؒ

حضرت شاہ جیورح کے مرید ہیں۔ ایک سو تئیس برس کی عمر پائی۔ آپ کے والدِ بزرگوار سلطان غیاث الدین مندوی کے وزیر تھے، عارف، صاحبِ حال، علائق دُنیاوی سے مجرّد اور لباس میں محض ستر ڈھانکنے پر اکتفا کرتے تھے۔ سات سال کے تھے کہ آپ کے پیر نے آپ کی طرف نظر کی اور آپ کو اپنی جانب کھینچ لیا۔

کہتے ہیں کہ احمد آباد میں آپ نے ایک مُردے کو زندہ کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہاں سے غائب ہو گئے اور ایسے غائب ہوئے کہ کسی فردِ بشر کو آپ کا

نشان تک نہ ملا۔ ایک عرصہ کے بعد دہلی آئے اور اکثر اوقات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر رہے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ رح کی روحانیت سے اجازت لے کر اجمیر شریف میں حاضر ہوتے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وفات پائی۔

کہتے ہیں کہ خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ نے اپنی اولاد میں سے کسی صاحبزادے کو عالم رویا میں اشارہ کیا تھا کہ شاہ نجم الدین کی وفات کے ایّام قریب ہیں اور اُن کو میرے حجرے کے سامنے دفن کرنا چنانچہ اب وہیں آپ کا مزار ہے۔ نور اللہ مرقدہ

# شیخ بُرہان کالپیؒ

نہایت مشغول اور صاحبِ ریاضت بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا تصرّف اور کشف بہت ہی بڑھا ہوا تھا۔ آپ کے ہندی کے دوہرے لوگوں میں مشہور ہیں۔ یہ دوہرے درد و حالت سے معمور ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ مہدویہ عقیدہ رکھتے تھے واللہ اعلم۔

آپ کی وفات ۱۰۰۰ ہجری کے اواخر میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ سلیمؒ

بن بہاؤالدین، حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ ولادت ۸۹۷ھ میں ہوئی۔ عالم جوانی میں سپاہیوں اور ملازموں کے لباس میں ریاضت اور مجاہدات کرتے تھے اور انہی ایام میں شادی کرنے سے پہلے آپ کے دل میں سفر کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۹۳۱ ہجری میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ عرب و عجم کی خوب سیر کی اور بزرگوں کی صحبت میں رہ کر مرتبہ کمال کو پہنچے۔ پھر ایک مدت کے بعد سیکری میں جہاں آپ کے والد اور بھائی اپنے وطنِ قدیم دہلی سے جا کر بعض امراء کی ملازمت کے باعث مقیم تھے تشریف لے گئے اور

سیکری میں پہاڑ کے غار میں گوشہ نشین ہوئے اور مشغولِ عبادت ہو گئے۔ مدت العمر کبر سنی تک سطے کے روزے رکھتے رہے اور سرد ضعیف کرنے والی چیزوں مثلاً پرانا سرکہ اور ٹھنڈی ترکاریوں سے افطار فرماتے۔ ہر روز ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے اور سخت جاڑے کے دنوں میں باریک کرتہ کے سوا اور کچھ نہ پہنتے تھے۔

اس جگہ اقامت اختیار کرنیکے بعد آپنے شادی کر لی اور صاحبِ اہل وعیال ہو گئے۔ مرورِ ایام کے ساتھ آپ کے ظاہری حالات میں بھی جمعیت پیدا ہوئی، کئی عمارات، باغ اور کنوئیں تعمیر کرائے اور سجادۂ مشیخت پر رونق افروز ہو گئے۔ طالبوں کو ریاضت ومجاہدہ کا حکم فرماتے تھے۔ آپ کی مجلس بظاہر اُمراء وحکام کی محفلوں کے مشابہ ہوتی۔ کسی کو نصیحت فرماتے اور کسی کو جھڑکتے تھے۔ جن لوگوں کو آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اور آپ سے محبت و اعتقاد پیدا ہو گیا وہ آپ کے کشف، کرامت اور تصرفِ ظاہر و باطن کے بارے میں عجیب وغریب قصے بیان کرتے ہیں۔

شیخ سلیم دوسری مرتبہ ۹۶۲ ہجری میں بسبب اُن پریشانیوں کے جو ہیموں ملعون سے آپ کو پہنچیں حرمین شریفین چلے گئے اور سفر و سیاحت کرنے کے بعد ۹۷۶ ہجری میں واپس تشریف لائے۔ سلطانِ وقت جلال الدین محمد اکبر کو آپ سے نہایت قوی اور پختہ رابطۂ اعتقاد واتحاد پیدا ہوا چونکہ اُس کے وارث سلطنت نہ تھا اُس نے شیخ کی جانب رجوع کیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اُس کو بیٹے دیئے جن کو حضرت شیخ ہی کے گھر میں

تربیت دی گئی ۔ بادشاہ کو ظاہر و باطن میں حضرت شیخ کے خانوادہ سے اس قدر محبت و محرمیت پیدا ہو گئی کہ درمیان میں کوئی حجاب نہ رہا۔ آپ کے متعلقین و لواحقین میں سے ہر زن و مرد عنایتِ شاہانہ سے مخصوص ہوا۔

آپ انتیسویں ماہ مبارک رمضان ۹۷۹ ہجری کو بحالتِ اعتکاف اس عالمِ فانی سے عالمِ بقا کو تشریف لے گئے اور اُس روضے میں مدفون ہوئے جس کی بنیاد آپ نے خود رکھی ہوئی تھی اور جو بعد میں حاکمِ وقت کے حکم سے تمام ہوا۔ فی الواقع مسجد اور اس روضہ کی عمارت ایسی ہے کہ رُوئے زمین پر شاید کہیں ہو۔ اسکی تاریخِ تاسیس ثانی المسجد الحرام اور تاریخِ اتمام خانقاہ اکبر ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

# شیخ نظام الدین امیٹھوی ؒ

شیخ معروف جونپوری کے مُرید ہیں جو مولانا الہداد شارح کافیہ و ہدایہ کے مُرید تھے۔ سالکِ مجذوب ہیں۔ حالِ صحیح رکھتے تھے اور سکر و تلوین کا غلبہ تھا۔ سلوک کے زمانے میں شدید ریاضتیں کی تھیں۔ اشراقِ باطن اور کشفِ خواطر، کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر باز کی آنکھیں نہ باندھیں اور ریاضت نہ کرائیں تو وہ جنگلی چڑیوں کا شکار کرتا ہے اور اگر ریاضت کرائیں گے تو کلنگ کا شکار کرے گا۔

آپ کا اکثر کلام آدابِ طریقت و فضائلِ اعمال میں ہوتا تھا۔ مگر اپنے صاحبِ سِر کے ساتھ توحید و حقائق پر ہی گفتگو کرتے تھے۔

وفات ۹۸۱ ہجری میں ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ جلال قنوجی قریشیؒ

المشہور بہ لاّلا، صاحبِ ذوق وحالت و وجد ہیں۔ دعوتِ اسمائے الٰہی میں بھی کشود رکھتے تھے۔ راتوں کو اکثر رویا کرتے اور نعرہ و فریاد کیا کرتے تھے۔ بارہا جذبہ وحالت کے غلبہ میں آپ کی ظاہری وضع متغیّر ہو جاتی اور گدھے پر سوار ہو کر شہر کے کوچوں میں پھرتے تھے۔

بہت سن رسیدہ اور معمّر تھے، ۹۸۵ ہجری میں وفات پا گئے رحمۃ اللہ علیہ۔

# شیخ جلال الدین تھانیسریؒ

کابلی، حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اپنے وقت کے مشہور مشائخ میں سے تھے۔ عالم، عامل، صاحبِ استقامت اور شیخِ کامل تھے۔ اوّل عمر سے آخر تک طاعت و عبادت و درس و عظ و ذکر و سماع و ذوق و حالت میں گذاری، بہت دراز عمر پائی اور حفظِ آداب و نوافل اور رعایتِ اوراد و اوقات میں آخر حیات تک قائم رہے۔

حضرت شیخ عبدالقدوسؒ نے اکثر مکتوبات آپ کے نام لکھے ہیں، آپ نے بھی اپنے پیر کی طرز پر مکتوب لکھے ہیں۔

وفات چودھویں ذی الحجہ ۹۸۹ ہجری کو ہوئی جبکہ عمر شریف ۹۵ برس کی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ اسحٰقؒ

پیرِ فانی تھے۔ ملتان سے دہلی میں آئے۔ آپ نے بہت سیاحت کی اور ریاضاتِ شاقہ بہت کرتے رہے۔ اکثر اوقات چُپ رہتے اور بہت کم بات کرتے تھے۔ یہ فقیر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور آپ کی التفات و عنایت کو دیکھا ہے۔ فقیر سے بہت باتیں کرتے تھے۔

کہتے تھے کہ میں ایک فرزند کا منتظر ہوں سو حق تعالیٰ نے آپ کو کبر سنی میں فرزند عطا کیا اور اس کی ولادت کے بعد انتقال فرما گئے۔

جمعہ کے دن احباب سے رخصت طلب کی۔ پھر قرآن شریف میں سے وظیفہ پڑھ کر سو گئے اور جاں بحق تسلیم کی (۹۰۹ ہجری) رحمۃ اللہ علیہ

# شیخ عبدالغفور مانوؒ

علمِ دعوت و عملیات میں کامل اور صاحبِ نفس تھے۔ بہت جہاندیدہ تھے اور ہندوستان و خراسان کی سیاحت کی تھی۔ اپنے نانا شیخ شمس الدینؒ کے مرید و تلقین یافتہ ہیں۔

بہت معمّر ہو گئے تھے ۹۸۹ ہجری میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو شیخ عبدالغفور مانو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ مانو آپ کی محبوبہ کا نام تھا۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

# مولینا درویش محمدؐ واعظؒ

مرد مرتاض و عابد و سالک و عارف تھے اور درویشوں کی صورت و سیرت سے موصوف، آپ کی تمام زندگی ریاضت و سلوک میں گذری، بے انتہا ذوق اور خوشگوار صحبت رکھتے تھے۔ بانسری کی آواز پر کبھی اس قدر درد و شورش و گریہ کرنے کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

اصل میں ما ورار النہر کے رہنے والے تھے، برسوں حرمین شریفین میں فقر و ریاضت و مجاہدہ و عبادت کرتے رہے، افغانوں کے عہدِ حکومت میں ۹۵۵ ہجری کے قریب ہندوستان آئے۔ یہاں کے اکثر مشائخ کی صحبت میں رہے اور پھر دہلی میں درویشوں کے حسبِ حال زندگی بسر کی، ۹۹۰ ہجری میں انتقال فرمایا مزار شیخ برہان الدین بلخی کے چبوترہ کے نزدیک ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

# مولینا بحتیؒ

اسمِ گرامی محمدؒ اور بحتی تخلص تھا۔ اوائلِ حال میں بڑے آزاد و بے ملاحظہ تھے۔ آخر میں توفیقِ الٰہی آپ کی رفیق ہوئی اور فقر و ریاضت کے راستے پر ڈال دیا، تیس سال صائم الدہر رہے اور ریاضت کشی کی۔

میرزا محمد عزیز نے جو اپنے زمانے کا ایک بہت بڑا امیر تھا آپ کے لئے حضرت شیخ نظام الدین اولیار قدس سرہ کے روضہ کے قریب ایک خانقاہ بنوادی تھی۔ آپ اسی میں مشغولِ عبادت رہے اور وہیں مدفون ہوئے۔ دہلی کے گوشوں اور ویرانوں میں بہت پھرتے تھے۔ کشفِ قبور بھی آپ سے نقل کرتے ہیں۔ رحلت کے وقت بیدار دل اور باخبر گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# ذکرِ بعض مجاذیب

### بلالحاظِ تقدّم و تاخّر

## شاہ ابوالغیب بخاریؒ

شیخ حاجی عبدالوہاب بخاریؒ کے فرزندِ رشید ہیں۔ سُکرِ طافح اور حالتِ غالب رکھتے تھے۔ تحصیلِ علم کے زمانے میں طالب علموں سے سبقتِ درس کی التماس کرتے اور یہ عذر پیش کرتے کہ تم لوگ تو ہمیشہ پڑھتے رہو گے اور مجھے اپنی فرصتِ وقت پر اعتماد نہیں ہے۔ خدا جانے کیا حالت پیش آئے چنانچہ آپ نے بڑی سرعت کے ساتھ تمام متداول کتابوں پر عبور حاصل کرلیا۔ اس کے بعد ایک جذبہ ایسا درپیش ہوا کہ سب کاموں سے معطّل رہ گئے۔ قدس اللہ سرّہٗ

## میاں معروف رح

مجذوب تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کے مقبرہ پر اُس قدیم گنبد میں رہتے تھے جو شیخ برہان الدین بلخی رح کے مزار شریف کے نزدیک ہے۔ حالتِ سکر و جذبہ کے باوجود علمِ تکسیر (تعویذ نویسی) میں آیاتِ الٰہی میں سے ایک آیت تھے۔
شیر شاہ نے جب دہلی کے قلعہ کو ویران کیا تو آپ اس خبر کو سنتے ہی ایسے غائب ہوئے کہ پھر نشان تک نہ ملا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ علاؤالدّین مجذوبؒ

آپ کو شیخ علاؤل بلاؤل بھی کہتے ہیں۔ کشفِ حال اور دل کی باتیں ظاہر کرنے میں آیتِ الٰہی تھے۔ جو کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اس باب میں ضرور کوئی چیز دیکھتا، ابتدائے حال میں تحصیلِ علم کی۔ ایک مدت سامانہ میں رہے، پھر دہلی میں بھی طلبِ علم میں مصروف رہے۔ جب حالتِ جذبہ شروع ہوئی تو آگرہ چلے گئے اور کافی مدت تک مجذوب رہے۔

اس فقیر کے بڑے چچا شیخ رزق اللہ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی مشغولی فرمائیے جسکو عمل میں لاؤں۔ فرمایا تجھ کو تحفۂ عشق کافی ہے کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں۔ تاریخِ وفات "علاءالدین مجذوب" سے برآمد ہوتی ہے قدس اللہ سرہٗ۔

۹۴۷

# مسعود نخاسیؒ

بدایوں میں ایک دیوانہ تھے۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کی زبانی منقول ہے کہ انھوں نے پانچ خصائل کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت کی۔

اوّل گھر کا دروازہ ہر کسی کے لئے کھلا رکھنا۔

دوم خندہ پیشانی رہنا اور کشادہ روئی و بشاشت کا اظہار کرنا۔

سوم جو کچھ میسّر ہو اس سے دریغ نہ کرنا خواہ تھوڑا ہو یا بہت حاضر کر دینا۔

چہارم اپنا بار کسی پر نہ ڈالنا۔

پنجم لوگوں کے بار خوشی سے برداشت کرنا۔

# شیخ حسن مجذوبؒ

قصبہ ریری کے رہنے والے ہیں۔ اکثر دہلی کی سیر کیا کرتے تھے اور سلطان سکندر لودھی پر عاشق تھے۔ کہتے ہیں کہ سلطان مذکور نے کئی بار آپ کو قید خانے میں بند کیا مگر دوسرے روز نکل کر بازاروں میں پھرتے دکھائی دیتے تھے۔

ایک دفعہ سلطان سکندر محلِ خاص میں بیٹھا تھا کہ یکایک آپ اس طرف آنکلے۔ سلطان نے کہا ہماری اجازت کے بغیر یہاں کیوں آگئے۔ آپ نے کہا میں تمہارا عاشق ہوں اور تمہیں دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ سلطان نے آپ کا منہ آگ کی انگیٹھی میں جو اُس کے قریب موجود تھی ٹھونس دیا اور کافی دیر تک اسی حال میں رہنے دیا۔ جب نکالا تو سوزش کا مطلق اثر نہ تھا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

# شیخ حسن بودلہ دہلویؒ

شہر کے ایک رئیس کے فرزند اور پیدائشی مجذوب تھے۔ اس دنیا کے اوضاع واطوار سے غافل و فارغ، اور عجیب و غریب حالت کے مالک تھے۔ اکثر احوال بالکل برہنہ رہتے۔

آپ کی وفات ۹۶۴ ہجری کے قریب ہوئی۔ واللہ اعلم۔ قبر دہلی کے بازار میں خواص خاں کے مقبرہ کے پاس ہے۔ قدس اللہ سرہ

# شیخ عبداللہ ابدال دہلویؒ

مشہور مجذوب اور صاحبِ حالت بزرگ تھے۔ بازاروں میں رقص کرتے اور اپنے حسبِ حال سادہ ہندی دوہرے کہتے پھرتے۔ آپ کے ہمراہ لوگ بھی دف اور رباب بجاتے رہتے تھے، نقل ہے کہ ایک دن یہ ایسے بیمار تھے کہ گھر کے چند آدمیوں نے آپ کی بغل میں ہاتھ دے کر اٹھایا اور گھر کی دہلیز میں بٹھا دیا، مگر اسی لمحہ جو دیکھتے ہیں تو آپ غائب ہو گئے اور مطلق نشان نہ ملا۔

بندہ کے چچا شیخ رزق اللہ رح فرماتے تھے کہ میں گجرات میں گیا تو لوگوں سے اُن کا اور اُن کے دوہروں کا ذکر بہت سُنا میں نے پوچھا وہ اِدھر کب آئے تھے، وہ تو دلی میں تھے انھوں نے کہا وہ تو اکثر یہیں رہتے تھے، وہ دہلی کب گئے۔ قدس اللہ سرہ۔

# میاں مونگرؒ

لاہور میں رہتے تھے، اپنے زمانے کے مشہور مجاذیب میں سے ہیں۔ نفسِ گیرا اور اور جذبہ قوی رکھتے تھے۔

حاجی محمدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں لاہور گیا اور شیخ حسن بودلہ جو مجھ سے محبت رکھتے تھے میرے ہمراہ تھے۔ ایک دن مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ شیخ مونگر آنکلے اور شیخ حسن کو دیکھتے ہی پوچھا تم کہاں آئے ہو اور یہاں سے کیا تعلق ہے۔ اُن کے یہ کہتے ہی شیخ حسن وہاں سے ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑکر بھی نہ دیکھا اور دہلی میں آکر دم لیا۔ قدس اللہ سرہٗ

# باباکپور مجذوبؒ

کالپی کے رہنے والے تھے۔ ابتدائے حال میں طریقِ سلوک بہت طے کر چکے تھے اور سقائی کرتے رہے۔ راتوں کو ضعیفوں کے گھر میں پانی بھرا کرتے۔ آخر کار ایک شخص سے حالتِ جذب نصیب ہوئی۔ گوالیار میں مقیم ہوئے اور ابوابِ فتوح کشادہ ہو گئے اور اہلِ عالم کے دل آپ کی طرف رجوع ہوئے۔

آپ سے خوارق بہت نقل کرتے ہیں۔ سلوک میں شاہ مدار کے سلسلے سے نسبت رکھتے ہیں۔ بہت سن رسیدہ تھے اور اسرارِ معرفت خوب بیان کرتے تھے۔ فضلائے عصر میں سے تھے۔ کسی نے آپ کی تاریخِ وفات کپور مجذوب ۹۷۹ کہی ہے۔ قدس اللہ سرہ

# بابن مجذوبؒ

اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے درِ اقدس پر پڑے رہتے تھے۔ اصلاً مالوہ کے رہنے والے تھے اور اجمیر شریف میں آپ کو جذبۂ الٰہی حاصل ہوا۔ قدس اللہ سرہٗ

# الہ دین مجذوبؒ

نارنول میں تھے صاحب نفس، اکثر اوقات وہاں کے بازار میں پھرا کرتے۔ قبر بھی نارنول میں ہے۔ جس جگہ بیٹھ جاتے پھر کئی روز تک نہ اٹھتے اور خود بخود باتیں کیا کرتے تھے۔ کبھی روتے کبھی ہنستے اور کبھی اپنے آپ سے لڑتے۔ کبھی کبھی دو تارہ بجانے لگتے۔ بدن پر میلے کچیلے چیتھڑے اور ہاتھ پاؤں میں لوہا پہنتے تھے۔ گفتگو اور خطاب میں یہ تکیہ کلام تھا خدایا آؤ، خدایا جاؤ، خدایا بیٹھ جاؤ۔ جس کسی سے بات کرتے اسی طرح کہتے تھے۔ آپ کی رحلت ۹۶۴ ہجری میں پندرھویں شعبان کو صبح صادق کے قریب ہوئی۔ تاریخ وفات مجذوب صادق ہے۔ قدس اللہ سرہ
۹۶۴

# شاہ منصورؒ

منڈو میں ایک مجذوب تھے صاحبِ کشفِ جلی و تصرّفِ غالب،

نقل ہے کہ جب محمد ہمایوں بادشاہ، گجرات کی طرف متوجّہ ہوا تو اس نے فال لینے کے لئے کسی شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس شخص کے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس کے پَر توڑ ڈالے اور پھر ترکش میں رکھ دیا۔ اس نے لشکرِ سلطانی میں واپس آکر کیفیتِ حال عرض کی۔ بادشاہ نے فرمایا یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم کو فتح نصیب ہوگی اور ہمارا لشکر پریشان ہو جائے گا، مگر اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ ہمارا لشکر پراگندہ ہو جائیگا لیکن ہماری ذات محفوظ رہے گی اور سلامت واپس چلے جائیں گے۔

# شیخ یوسفؒ

لاہور میں ایک مجذوب تھے محفوظ الاوقات ۔ بلند قامت، جسیم اور باہیبت وعظمت بزرگ تھے ۔ سر پر بڑی دستار باندھتے اور سر منڈائے رکھتے تھے ۔ صاحبِ کشفِ جلی واشراقِ باطن تھے ۔

حضرت شیخ قطب العالمؒ فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے ان کو لاہور میں مویشیوں کی منڈی میں دیکھا کہ کھڑے ہوئے بہت بلند خیالات اور اسرار و رموز کا اظہار کر رہے ہیں ۔ انھوں نے میرے پوشیدہ احوال کی بھی کئی باتیں مجھ سے بیان فرمائیں جو علّام الغیوب کے سوا اور کوئی نہ جانتا ہوگا ۔ دوسرے دن پھر

میں اُن کی خدمت میں گیا تاکہ سفر کے بارے میں فال لوں۔ اُن کو جو تلاش کیا تو نہ ملے۔ آخر اپنی منزل پر واپس آگیا، پھر سرگزشتِ احوال اپنے یاروں سے کہہ رہا تھا کہ ناگاہ وہیں آموجود ہوئے اور میری طرف مُنہ کر کے کہا۔ خبردار ہرگز سفر نہ کرنا کیونکہ مبارک نہیں۔ اس جگہ کے لوگ کہتے تھے کہ شیخ آج بارہ برس کے بعد یہاں آئے ہیں۔ اس سے پہلے کبھی اُن کا گذر اس طرف نہیں ہوا تھا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

# سوہن مجذوبؒ

یہ ایک دیوانے تھے اہلِ حال اور صاحب تصرّف، کوردہ قوم سے تھے اور مسلمان ہو کر مجذوب ہو گئے تھے۔ شیخ علاؤالدین اجودھنیؒ کی خدمت اختیار کی اور ایک مدّت ان کی خدمت میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کے آستانے میں رہے۔

آپ کی یہ حالت تھی کہ کئی کئی دن کچھ نہ کھاتے پیتے مگر بعض اوقات سیروں کھانا کھا جاتے اور پانی کی پوری مشک پی جاتے تھے۔ ایک دفعہ لوگوں نے دیکھا کہ چونے کے ڈھیر پر پڑے ہوئے چونا کھا رہے ہیں۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہا کیا کروں اِس بدبخت کو کھانے کی بڑی ہوس ہے اور سوائے خاک کے کسی چیز سے سیر نہیں ہوتا۔

# ذکرِ بعض صالحات

## بی بی سارہؒ

شیخ نظام الدین ابو المؤیدؒ کی والدہ ماجدہ تھیں اولیائے متقدمین میں بڑی بزرگ ہوئی ہیں۔
نقل ہے کہ ایک بار بہت خشک سالی ہوئی سب لوگ دعا کرتے تھے مگر بارش کا پتا نہ تھا،
شیخ نظام الدین ابو المؤیدؒ نے اپنی والدہ کے دامن کا ایک دھاگا ہاتھ میں لے کر دعا
کی کہ خداوندیہ اس ضعیفہ کے دامن کا دھاگا ہے جس پر کبھی نامحرم کی نظر نہیں پڑی اس کے
طفیل مینہ برسا۔ شیخؒ کے یہ کہتے ہی مینہ برسنا شروع ہو گیا۔
مزارِ شریف پرانی عیدگاہ کے پہلو میں ہے جس کے پسِ پشت خواجہ قطب الدین
قدس سرہ کا آستانہ ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

# بی بی فاطمہ سامؒ

اپنے زمانے کی صالحات و قانتات و عابدات سے تھیں، سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور اُن کے خلفاء کے ملفوظات میں آپ کا ذکر بہت آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطان المشائخ رحؒ، فاطمہ سامؒ کے روضے میں اکثر مشغولِ عبادت رہتے تھے۔

حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ فرماتے تھے کہ فاطمہ سامؒ ایک مرد ہے جسے عورتوں کی شکل و صورت میں بھیجا گیا ہے۔ حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب کچھار سے شیر نکل کر آتا ہے تو کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ نر ہے یا مادہ، بنی آدم کو طاعت و تقویٰ چاہئے خواہ مرد ہو خواہ عورت۔ اس کے بعد

حضرت شیخؒ نے بی بی فاطمہ سامؒ کے مناقب میں بیان فرمایا کہ بہ انتہائے صلاحیت و کبرسن کو پہنچ گئی تھیں، میں نے ان کو دیکھا ہے بہت عزیز عورت تھیں۔ اُن کے اور حضرت شیخ فریدالدینؒ و شیخ نجیب الدین متوکلؒ کے درمیان بہن بھائیوں کے سے تعلقات تھے۔ ہر چیز کے حسبِ حال شعر کہتی تھیں، اُن کے یہ دو مصرعے مجھ کو یاد ہیں ؎

ہم عشق طلب کنی وہم جاں خواہی　　ہر دو طلبی ولے میسّر نشود

تو عشق بھی چاہتا ہے اور اس کے ساتھ جان کی سلامتی بھی، مگر دونوں چیزوں میں سے ایک بھی نہیں ملتی!

سیر الاولیا میں لکھا ہے کہ بی بی فاطمہ، قصبہ اندرپت کے نواح میں آسودہ ہیں اور آپ کا روضۂ مقدسہ لوگوں کا قبلۂ حاجات بنا ہوا ہے۔ راقم سطور عرض کرتا ہے کہ آپ کا مزار شریف دہلی کے نخاس دروازے کے قریب ایک خرابہ میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہا

---

# والدۂ شیخ فرید الدین شکر گنج

بڑی مستجاب الدعوات بزرگ تھیں۔

نقل ہے کہ جب حضرت بابا فرید الدین شکر گنج قدس سرہ نے اجودھن میں سکونت اختیار کی انھوں نے شیخ نجیب الدین متوکلؒ کو بھیجا کہ والدہ صاحبہ کو اپنے ہمراہ لے آئیں۔ واپسی پر راستے میں وہ ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے، اس اثنا میں پانی کی حاجت ہوئی اور شیخ نجیب الدینؒ پانی لینے چلے گئے۔ جب واپس آئے تو والدہ شریفہ کو وہاں نہ پا کر سخت متحیر ہوئے۔ حضرت شیخ فرید الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا۔ انھوں نے کھانا تقسیم کرنے اور صدقہ دینے کا

حکم دیا۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد شیخ نجیب الدینؒ کا اُس طرف دوبارہ گذر ہوا جب اُس درخت کے نیچے پہنچے تو خیال آیا اس موضع میں جاکر دیکھنا چاہیئے شاید والدہ کا کچھ نشان ملے۔ اس غرض سے تلاش میں نکلے تو ایک جگہ کچھ ہڈیاں ملیں جو انسان کی ہڈیوں سے ملتی جلتی تھیں۔ ان کو دیکھ کر سمجھے کہ شاید والدہ ماجدہ کو کسی شیر یا درندے نے ہلاک کر دیا ہے اور یہ انہیں کی ہڈیاں ہیں۔ چنانچہ ان سب کو جمع کر کے ایک تھیلی میں ڈال لیا اور حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ کی خدمت میں آکر ماجرا بیان کیا۔ حضرت شیخؒ نے فرمایا وہ تھیلی میرے پاس لاؤ، میں بھی دیکھوں، شیخ نجیب الدینؒ نے اس تھیلی کو لاکر جھاڑا تو ایک ہڈی بھی نہ نکلی قدس سرہ العزیز

---

# بی بی زلیخاؒ

سلطان المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ قدس سرہ کی والدہ ماجدہ ہیں،
حضرت فرماتے تھے کہ میری والدہ کو خداتعالیٰ کی ذاتِ پاک سے شناسائی تھی۔
اُن کو جو کام پیش آتا تھا پہلے وہ اس کو خواب میں دیکھ لیتی تھیں اور اُس کے صادر
ہونے میں ان کو اختیار مل جاتا تھا۔ مجھ کو بھی جو کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے اسے
اپنی والدہ مقدسہ کے مزارِ پُرانوار کے پاس جا کر عرض کرتا ہوں۔ غالباً ایک ہی
ہفتہ میں پوری ہو جاتی ہے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کے پورے ہونے میں
ایک ماہ لگ جائے۔ فرماتے ہیں کہ میری والدہ کو جب کوئی حاجت درپیش ہوتی

تو وہ پانسو بار صلوٰۃ پڑھا کرتیں اور دامنِ مبارک پھیلا کر دُعا کرتی تھیں۔ پھر ویسا ہی ہوتا تھا جیسا کہ وہ چاہتی تھیں۔

فرماتے تھے جس دن ہمارے گھر میں غلہ نہ ہوتا تھا والدہ شریفہ اُس روز فرمایا کرتی تھیں کہ آج ہم خُدا کے مہمان ہیں اور ان کی اس بات سے مجھ میں بے انتہا ذوق پیدا ہوتا تھا۔ قضارا ایک دفعہ کوئی شخص ایک ٹنکہ کا غلہ ہمارے گھر میں بطورِ نذر لایا جس سے کئی روز برابر روٹی پکتی رہی اور میں تنگ آگیا کہ وہ کون سا دن آئیگا جب والدہ مجھ سے فرمائیں گی کہ ہم آج خُدا کے مہمان ہیں۔ آخر وہ غلہ پورا ہوگیا اور والدہ نے فرمایا۔ آج ہم خُدا کے مہمان ہیں اُن کے اس فرمان سے مجھ میں وہ ذوق و راحت پیدا ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔

---

آپ کا روضۂ مبارک شیخ نجیب الدین متوکل رح کے روضہ کے قریب ہے اور گھر بھی وہیں تھا، رحمۃ اللہ علیہما

---

# بی بی اولیاؒ

اپنے وقت کی نسائے صالحات میں سے ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ خلوتِ اربعین میں اپنے پاس چالیس لونگ رکھتیں اور حجرے کا دروازہ بند کر لیتی تھیں۔ چالیس دن کے بعد جب خلوت سے باہر تشریف لاتیں تو معلوم ہوتا کہ صرف چند لونگ استعمال کئے ہیں اور باقی اسی طرح پڑے ہیں۔ روایت ہے کہ سلطان محمد تغلق کو آپ سے اعتقادِ عظیم تھا۔ واللہ اعلم۔

مزارِ پُرانوار قلعہ علائی کے باہر ہے آپ کی اولاد بہت ہے جن کو آپ ہی کے نام سے جانتے ہیں۔ آپ کی اولاد سے ایک بزرگ شیخ احمد تھے پُختہ کار

وصاحبِ کمال، جو بہت سے مشائخ کے صُحبت یافتہ تھے ۔

رَحْمَۃُ اللہ تعَالیٰ علیٰ جَمیع عِبَادِہِ الصَّالِحِین

# تکملہ
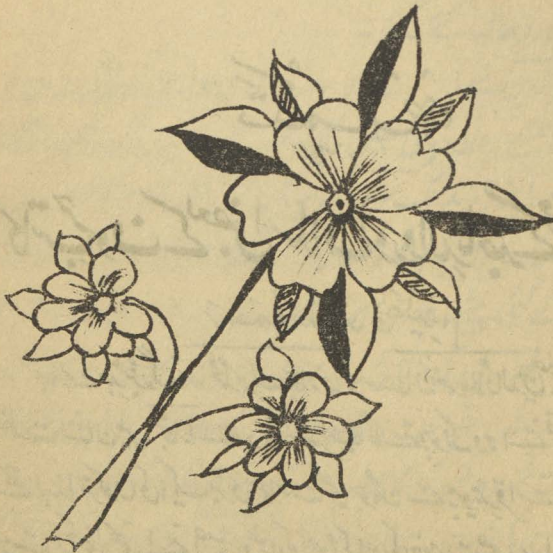
## کاتبِ حروف کے بعض اسلاف اور والدِ ماجد کے مختصر احوال

رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہم

ہمارے جدِ بزرگ آغا محمد ترک بخاری، سلطان محمد علاؤالدین خلجی کے زمانِ عظمت نشان میں بخارا سے دہلی تشریف لائے، چونکہ وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے لہٰذا ترکوں کی ایک بڑی جماعت بھی جو اُن سے پیوندِ قرابت اور رابطۂ بیعت رکھتی تھی اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں یہاں آگئی۔
سلطان نے آغا محمد ترک کی بہت قدر کی اور ان کو شوکت وعظمت کے اعلیٰ مراتب اور عہدوں سے نوازا۔
سلطان علاؤالدین کا دورِ حکومت ختم ہونے کے بعد قطب الدین اور تغلق شاہ

کے ایامِ سلطنت میں یہ بزرگوار اپنے فرزندوں کے ساتھ کہ ہر ایک ان میں سے فضائلِ ذاتی وکسبی اور دولت ونعمت میں سر آمدِ روزگار تھا داد عیش و کامرانی دیتے رہے ۔ ان کی کثیر صلبی اولاد میں سے صرف ان کے بڑے بیٹے ملک معزّالدین باقی بچے ۔ کچھ مدّت کے بعد آغا محمّد ترک نے اس دنیا کی تمام مہمات سے فراغتِ کلّی حاصل کر کے ۱۷ ربیع الآخر ۷۳۹ ہجری کو یعنی سلطان محمد بن تغلق کے زمانے میں دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا اور عیدگاہ شمسی کے عقب میں سپردِ خاک کئے گئے ۔

ملک معزالدین سے اس خاندان کا سلسلہ جاری ہوا حق تعالیٰ نے ان کو بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں ۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بزرگوار بھی جائگاہ عزّت و دولت اپنے فرزند ملک موسیٰ کے سپرد کر کے ریاضِ رضوان کو تشریف لے گئے ۔ ملک موسیٰ نجابت وسعادت اور فضائل وکمالات سے موصوف تھے ۔ اُن کے کئی بیٹے تھے جن میں سے میرے پردادا شیخ فیروز امتیازی شان رکھتے تھے ۔ اُن کی ذات میں تمام فضائلِ صوری ومعنوی ووہبی وکسبی جمع تھے ۔ علم، شعر، شجاعت، سخاوت، ظرافت ولطافت، عشق ومحبّت اور دیگر صفاتِ حمیدہ میں اُن کا جواب نہ تھا ۔ ہمارے خاندان میں شاعری و خوش طبعی ان ہی کی ذات سے پیدا ہوئی ۔ شیخ فیروز ۸۶۰ ہجری میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہو گئے اور وہیں مدفون ہوئے ۔

قادرِ مختار نے اُن کو ایک فرزند عطا کیا شیخ سعد اللہ نام جو میرے جدِّ حقیقی ہیں ۔ یہ بزرگوار فضیلت، لطافت، ظرافت، عشق ومحبّت اور

کُل اوصافِ طریقت میں اپنے پدرِ بزرگوار کے وارث تھے اور بچپن ہی سے رُشد و نجابت کے آثار اُن کی پیشانی سے نمایاں تھے علم و فضیلت کی تحصیل کے بعد مصباح العاشقین شیخ محمد منگن[۱] کے مرید ہوئے اور اپنے بڑے لڑکے شیخ رزق اللہ کو بھی اُن کا مُرید کیا

حضرت والد فرماتے تھے کہ میرے والد ہمیشہ ذوق و شوق و ریاضت و مجاہدہ اور فقر و فنا کی طلب میں سرگرداں رہتے۔ راتوں کو جاگتے، روتے اور عاشقانہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ اُن کی وفات جمعہ کے روز بائیسویں ربیع الاول ۹۲۸ ہجری کو ہوئی، اُن کے انتقال کے وقت حضرت والد (شیخ سیف الدین) کی عمر آٹھ سال کی تھی۔

والدِ بزرگوار میں اپنی ذاتی استعداد اور والدِ ماجد کی دعا سے ترقی و رُشد و قبول کے آثار ظاہر ہونے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ شعر و فضیلت و قبول خواطر و ذوق و شوق و محبت و ظرافت و لطافت و بے تعلقی و وارستگی و صفائے قلب و حضورِ خاطر و ذکرِ لطائف و نکات اور فہم دقائق و اشارات میں یگانۂ روزگار و افسانۂ دیار ہو گئے۔ اُن کی ارادت و نسبت سلسلۂ قادریہ سے تھی اور دیگر سلسلوں سے بھی اجازت و مشرب رکھتے تھے۔ مشغولئ باطن کے سبب سے آخر میں طریقۂ نقشبندیہ پر قائم ہو گئے، اُن کے حال پر مشربِ توحید غالب تھا۔

فرماتے تھے کہ نور میں تجزیہ و تقسیم ممکن نہیں۔ اگر ایک چراغ سے صد ہزار چراغ روشن کریں گے تو اُس ایک چراغ میں کچھ نقصان اور تقسیم و تجزیہ واقع

---

[۱] اس کتاب میں ان کا تذکرہ شیخ محمد ملاوہ کے نام سے موجود ہے۔

نہ ہوگا - اسی طرح وجودِ الٰہی باوجودیکہ تمام اشیاء کا مصدر ہے مگر اپنے حال اور اپنے تجرّد و اطلاق پر قائم ہے - فرماتے تھے وہ جیب کیا ہیں، فیوضِ الٰہی اور تعیّنات واجب الوجود کے حصّے ہیں جو ماہیتوں میں تقسیم ہوئے ہیں اور یہ انقسام اس قسم کا نہیں کہ عقل اسکو دوسرے مقتضیات پر قیاس کر سکے - اس کو ایک عجیب مثال سے واضح کرتے تھے، کہتے کبھی تم نے دیکھا ہوگا کہ بچّے کھیل کے واسطے ہانڈی میں سوراخ کر کے اس کے اندر چراغ رکھتے ہیں اور چراغ کی روشنی اُن سوراخوں میں سے ظاہر ہوتی ہے لیکن چراغ اپنی حالت پر قائم رہتا ہے اور اس میں کچھ تقسیم اور حصّے بخرے نہیں ہوتے - ایسے ہی یہاں وجودِ الٰہی اپنے اطلاقِ حقیقی پر باقی ہے اور اس کے باوصف ماہیتوں کے روزنوں اور دریچوں سے تاباں ہے -

فرماتے تھے مشائخ نے فرمایا ہے کہ عالم از وست و بدوست بلکہ ہمہ اوست" مگر کہنے میں یہی بہتر ہے کہ" از دست" کہیں - یہ دل کا کام ہے، زبان سے تعلق نہیں رکھتا - لہذا کہنا وہی چاہیئے جو شریعت کے موافق ہو - فرماتے تھے کہ اگر خوب ملاحظہ کریں تو" از دست" کے حقیقی معنی بالکل وہی ہوں گے جو" ہمہ اوست" کے ہیں - نیز فرماتے تھے کہ میرے سامنے جو عبارت بھی کہتے ہیں میں توحید کے یہی معنی سمجھتا ہوں، میرے فہم میں یہ دونوں باتیں کہ عالم اُس کا مخلوق ہے یا اُس کا مظہر ہے ایک ہی معنی رکھتی ہیں.

حضرت والد نہایت رقیق القلب اور سریع التاثیر واقع ہوئے تھے - درد و محبّت کی ہر بات سے متأثر ہو کر گریہ وزاری شروع کر دیتے والدِ بزرگوار کو

شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا اور غزل و قصیدہ و رباعی میں کافی اشعار تھے لیکن اکثر اشعار بیاض میں آنے سے پہلے ہی ضائع ہو گئے۔

انھوں نے ایک رسالہ مکاشفات اور ایک مثنوی سلسلۃ الوصال لکھی تھی۔ مثنوی سلسلۃ الوصال میں پانچ سو اشعار تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ مثنوی غلبہ شوق کی حالت میں ایک دن میں کہی ہے اور پھر دوبارہ اس پر نظر ڈالنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

فرماتے تھے کہ سیفی بخاری بڑے شاعر ہیں۔ مجھ کو اُن کی برابری حاصل نہیں۔ فقیر اس تخلص کی تہمت اپنے اوپر نہیں رکھتا تھا لیکن چونکہ میرا نام سیف الدین تھا اس سبب سے بعض دوستوں نے اصرار کیا کہ تخلص بھی سیفی ہو۔

جب رحلت کا وقت زیادہ قریب آیا تو فرمایا وہ ابیات و کلمات کہ عفو و مغفرت کے مناسب ہوں ایک کاغذ پر لکھ کر میرے ہمراہ کفن میں رکھ دینا اور یہ رباعی بھی۔ رُباعی

دارم دلکے غمیں بیامرز و مپرس
صد واقعہ ذمیں بیامرز و مپرس
شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم
اے اکرم الاکرمین بیامرز و مپرس

اور یہ دو بیت ؎

قَدِمْتُ عَلَى الْكَرِيْمِ بِغَيْرِ زَادٍ
مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيْمِ
فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ كُلِّ شَيْءٍ
اِذَا كَانَ الْقُدُوْمُ اِلَى الْكَرِيْمِ

—میں زادِ راہ کے بغیر ہی کریم کے پاس آیا ہوں۔ نہ نیکیاں ہیں، نہ قلب سلیم۔

مگر زادِ راہ لے جانا تو بہت ناموزوں بات ہے ہی کر اُس صورت میں جبکہ ایک کریم کے پاس جانا ہو۔

حضرتِ والد ۲۷ شعبان ۹۹۰ ہجری کو رحمتِ حق سے واصل ہوئے۔ چنانچہ "ولی تحت القباب" کے یہی عدد ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ وجزاہ عنا خیر ماجزی والدا عن ولدہ،

# خاتمہ

## کاتبِ حروف کے بعض ابتدائی حالات

آخرِ عمر میں جو ضعفِ پیری کا زمانہ ہوتا ہے میرے والدِ بزرگوار کی دلبستگی خاطر فقیر ہی کے ساتھ وابستہ تھی، جوانی ختم ہو جانے اور یارانِ جانی کے گذر جانے کی وجہ سے اُن کو ایک سخت مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اس وقت میری عمر تین چار سال کی تھی۔ اس بیماری میں اُن کی دل گیری اور ضعف پیری کی کلفتوں کو دُور کرنے کا سبب بھی فقیر تھا، رات دن انہیں کے کنارِ مرحمت و جوارِ عنایت میں تربیت پاتا تھا۔ انہی ایامِ طفولیت میں وہ حضراتِ صوفیہ کے اقوال میرے دل و دماغ میں ڈال کر شفقتِ ظاہری کے

ساتھ باطنی تربیت بھی فرماتے تھے۔

اُس زمانے ہی میں جب کہ ان کی تربیت و عنایت کے آثار ظاہر ہوئے تو میں تحصیل علوم میں لگ گیا۔ رات دن اُن کی خدمت میں ذکر و تذکرہ و بحث و تکرار میں بسر کرتا تھا اور وہ بندہ کو اپنی ہم زبانی میں قبول کر کے محظوظ ہوتے تھے خاص طور پر علم توحید کی تلقین اور مسئلہ وحدتِ وجود کی تحقیق اس طرح فرماتے جو علم و شہود کے موافق ہو۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُن کی توجہ و عنایت میں ایسا اثر اور خاصیت رکھی تھی کہ کوئی شخص استعداد اور قوتِ اخذ میں چاہے کتنا ہی بعید کیوں نہ ہو اُن کی توجہ اور تربیت اس کی مخفی صلاحیتوں کو بہت جلد بروئے کار لے آتی تھی۔ مجھ کو جو کچھ حاصل ہے سب انہیں کی توجہ اور عنایت کا اثر ہے اور اُن کے کل حقوقِ پدری و تربیت و تعلیم و ارشاد اس نامراد کے ذمے ثابت ہیں۔ نظم و اشعار کی کتابوں میں سے جو اس ملک میں متداول ہیں، شاید گلستاں، بوستاں کے چند جزو اور دیوان خواجہ حافظ پڑھا ہو اور صغر سنی کی ابتدا سے قرآن شریف ختم کرنے کے بعد میزان الصرف سے مصباح و کافیہ تک خود تعلیم دی۔ انہی ایام میں بارہا فرمایا کرتے تھے "انشاء اللہ تعالیٰ تو جلدی عالم بن جائے گا۔ میں اس تصور سے ایک عجیب حظ محسوس کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ تجھ کو اُس کمال تک پہنچا دے جو میں نے خیال کیا ہے اور میں تمہارے حوزۂ درس و افادہ میں ضعف و پیری کے سجّادہ پر تکیہ کر کے بیٹھوں۔"

بارہ تیرہ برس کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقاید پڑھ لی۔ پندرہ سولہ

برس کی عمر ہوگی کہ مختصر المعانی اور مطول سے فراغت ہوگئی، بیس سال سے کم کی عمر میں، میں نے علوم عقلی و نقلی کا تمام و کمال مطالعہ کرلیا۔ الحمد للہ کہ اس کے بعد حفظِ قرآن کی توفیق بھی نصیب ہوئی اور میں کلام اللہ کی حفاظت میں آگیا۔ یہ نعمت کہ جس کے ایک حرف کا شکر سو برس میں ادا نہیں ہو سکتا۔ ایک سال سے کچھ زیادہ مدت میں حاصل کرلی، الغرض اسی قیاس پر تمام کتابوں پر عبور حاصل ہو گیا۔ کتبِ عربی و منطق و کلام میں کامل دستگاہ ہونے کے بعد ماوراء النہر کے بعض علماء کی خدمت میں اکتسابِ علم کیا اور اس قدر انہماک پیدا ہوا کہ تمام شب و روز میں شاید دو تین ساعت کے لئے مطالعہ اور تفکر و مشغولیت سے فرصت ملتی ہو۔ خدا جانے وہ کیا شوق تھا اور کیا طلب تھی۔ اگر اس قدر شوق و ذوق طلبِ مولیٰ اور ریاضتِ باطن میں ہوتا تو میں کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتا!

بچپن سے میرا یہ حال ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کھیل کود کیا ہے اور خواب و مصاحبت، آرام اور آسائش کے کیا معنی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ سیر کیسی ہوتی ہے ؎

شب خواب چہ و سکون کدام ست خود خواب بعاشقان حرام ست!

شوقِ علم و عمل میں کبھی وقت پر کھانا نہ کھایا اور نہ کبھی وقت پر سویا۔ جاڑے کی ٹھنڈی ہوا اور گرمی کی چلچلاتی دھوپ میں نہر در دو بار دہلی کے مدرسہ میں جانا تھا جو ہمارے گھر سے دو میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ دوپہر کو تھوڑی دیر گھر ٹھہر کر حرکتِ ارادی کے قوام کی خاطر چند لقمے کھا لیتا۔ میرے والدین ہر چند

کہتے تھے کہ کسی وقت محلّے کے لڑکوں کے ساتھ کھیلو اور رات کو وقت پر سو جایا کرو ... میں کہتا کہ آخر کھیلنے سے مقصد دل کا خوش کرنا ہی ہے۔ میرا دل اسی سے خوش ہوتا ہے کہ کچھ پڑھوں یا لکھوں۔ عام طور پر ماں باپ بچوں کو پڑھنے اور مکتب جانے کی تاکید اور تنبیہ کیا کرتے ہیں لیکن اس کے برعکس مجھے کھیل کود کی ترغیب دیتے تھے۔ اثنائے مطالعہ میں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آدھی رات کے وقت میرے والد قدس سرہٗ پکارتے کہ بابا کیا کرتے ہو۔ میں سنتے ہی فوراً لیٹ جاتا کہ جھوٹ واقع نہ ہو اور کہتا کہ میں سوتا ہوں، آپ کیا فرماتے ہیں ... میں اٹھ بیٹھتا اور مشغول ہو جاتا۔ کئی بار عمامہ اور سر کے بالوں میں چراغ سے آگ لگ گئی لیکن مجھ کو اس وقت تک خبر نہ ہوتی جب تک کہ اس کی حرارت دماغ تک نہ پہنچتی ؎

چہ دودہائے چراغے کہ در دماغ نرفت | کدام بادۂ محنت کہ در ایاغ نہ رفت
کدام خواب چہ آسائش وکجا آرام | چہ خار خار کہ در بستر فراغ نہ رفت

بجیز نم زدلِ خود کہ عمر رفت ولے
زکنجِ غم کدہ ہرگز بہ صحنِ باغ نہ رفت

تحصیل و تکرارِ علم کے شوق و شغف کے باوصف بمقتضائے جبلّت اس زمانۂ طفلی میں نماز، اوراد، شب خیزی اور مناجات کا سلسلہ بھی اس قدر شدّومد سے جاری رہتا تھا کہ لوگ حیران ہوتے تھے۔

ابتدائے حال سے اپنے والد ماجد کی وصیت کے مطابق فرمایا کرتے تھے مُلّائے خشک و ناہموار نہ بننا ہمیشہ عشق و محبت کا دم بھرتا ہوں، اور غربت

دردمندی کی راہ پر چلتا ہوں ؎

بیدرد نہ ایم ہرگز از عشق      دائم دلِ دردناک داریم

بعد از حصولِ راحت اور زوالِ وسواس کہ لازم حالِ حرمان و یاس ہے سب کاموں سے ہاتھ دھوکر اور غیروں کی طرف سے آنکھیں بند کر کے درِ دل پر بیٹھ گیا تا چہ پیش آید اور کون سا دروازہ کھلے - ناگاہ چارہ گرِ بیچارگاں اور راہ نمائے آوارگاں نے مجھے اپنی جانب بلایا اور مجھ بے خانماں کی گردن میں زنجیرِ شوق ڈال کر اپنے گھر کی طرف کھینچ لیا اور مجھ نامراد کو مقامِ مراد پر پہنچا دیا، یعنی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں جگہ دی اور حریمِ رحمت و عنایت سے محروم نہ پھیرا - جو کچھ مجھ فقیرِ حقیر نے حضرت خبیر بشیر نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام و انعام سے بشارت پائی ہے وہ بیان میں نہیں آ سکتی . . . . .

میرا اعتماد ایک صاحب قدم پر ہے جو رقابِ اولیاء کا مالک ہے - کوئی راہ رو ایسا نہیں جو ان کی خدمت میں سر کے بل نہ جائے - اور ان کے قدموں پر سر نہ ڈالے اور یہ خود ان کی سرفرازی کی وجہ سے ہے، جو کچھ تمام بزرگوں نے حضرتِ مصطفےٰ و مرتضےٰ کی وراثت سے جمع کیا تھا وہ سب ان خلفِ صدق کو پہنچا - دیکھو یہ کیسی تونگری ہے، اگرچہ وارث بہت ہیں مگر جو کچھ ان کو ملا کسی اور کو نہ ملا - اگر اور قطب ہیں تو وہ قطب الاقطاب ہیں، اگر اور سلاطین ہیں تو وہ سلطان السلاطین محی الدین ہیں جنھوں نے دینِ اسلام کو زندہ کیا اور ملتِ کفر کو ختم کیا . . . امیدوار ہوں کہ اگر میں راستے سے بھٹک جاؤں تو وہ میری رہبری کریں گے اور اگر میں گر پڑوں تو وہ دستگیری کریں گے میں نامراد ان کا

مُریدہوں۔ قبول وردّ اُن کے اختیار میں ہے، مجھے اُن سے انتساب ہے اور اُنہیں کی درگاہ میں پناہ لیتا ہوں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ سعادت ازل سے میرے نصیب میں ہے تو ابد تک میرے ساتھ رہے گی۔ اُس زمانے میں بھی کہ جب مجھ کو کچھ ہوش نہ تھا اُن کا نام لوحِ دل پر لکھا تھا ؎

| | |
|---|---|
| مالعشقِ تو نہ امروز گرفتار شدیم | کہ گرفتاریٔ ما با تو زروزِ ازل ست |

اُنھیں کا لطفِ باطنی تھا جس نے میرے ظاہر و باطن کو محفوظ و ملحوظ رکھا اور اوّل و آخر کو معصوم و محفوظ۔ والدِ بزرگوار بھی چونکہ اُنہیں کے در کی خاک تھے لہٰذا اسی نسبت میں تقویت و تربیت فرماتے تھے، ایک مدت تک اس بادشاہِ عالم پناہ کے جناب میں بے توسّل رہروی کرتا رہا لیکن وسیلے کے بغیر باریابی نہ ہوتی تھی۔ آخر میرے صدقِ نیّت نے کام کیا اور میرا شجرِ اخلاص بارور ہوا۔ میرے سر پر ایک عیسیٰ نفس (حضرت شیخ موسیٰ قادریؒ) کو بھیجا جس کا ہر سانس آسمانِ معرفت سے نازل ہونے والا خوانِ نعمت تھا، زین العابدین و امام الصادقین السید التقی النقی والعلوی العلی المہدی سمی کلیم اللہ محبوب حبیب اللہ

رباعی

| | |
|---|---|
| احمد خوے کہ عالمے بندۂ اوست | یوسف روے کہ ماہ شرمندۂ اوست |
| عیسیٰ نفسے کہ جان و دل زندۂ اوست | موسیٰ کہ لقائے دوست خواہندۂ اوست |

حاصل کلام یہ کہ جب اس آفتابِ دین و دولت نے طلوع کیا میں نے یہ جانا کہ گویا میرے ہی طالع میں آیا۔ جونہی کہ آنکھیں اُس کے جمال سے روشن ہوگئیں دل میں ایک عجیب نور اور سرور پیدا ہوا۔ پہلی ہی ملاقات میں

دل ہاتھ سے دے دیا اور اس کے پائے عزت میں گر پڑا ؎

مدتے بود کہ مشتاقِ لقایت بودم     لاجرم روئے ترا دیدم و از جا رفتم

اس ضمن میں ایک اور سعادت اور عظیم تر نعمت حاصل ہوئی جس کا ذکر
کئے بغیر صبر نہیں کرسکتا اگرچہ وہ اسرار سے ہے اور سزاوارِ افشا نہیں، ع
لیکن از شوق حکایت بزبان می آید —— جب سے سعادتِ ازلی نے
مجھ کو اس نعمتِ ابدی کے حاصل کرنے کی ہدایت کی ہمیشہ سے مجھ کو اشتیاق
تھا کہ مطلوب کی بشارت پاؤں تاکہ تسلی و اطمینان کے ساتھ طریقِ سلوک
میں آگے بڑھوں . . . . دائم اسی سودا میں شب و روز پڑا رہتا،
گاہے راتوں کو جاگتا کہ شاید اس بار رخِ جمال کی تابانی نظر آئے اور گاہے
دنوں کو اسی خواب و خیال میں رہتا کہ شاید وصال کی نشانی ملے، تا وقتیکہ
حجابِ عقل و پندارِ طلب درمیان سے اٹھ گیا، فضل و کرم نے اپنا کام کیا
اور مجھ مسکین کو براہ راست اپنے در پر پہنچا دیا۔ اس تمام بیداری کا نتیجہ وہ خواب
ہے جو ہزار مرتبہ بیداری سے بہتر ہے ؎

بخیالے ز تو راضی و بخوابے خوشنود     حاصل از وصلِ تو خوابے و خیالے دارم

یہ ہے اس حکایت کا اجمال، زبانِ قلم اس کی تفصیل بیان کرنے
سے عاجز ہے ؎

حقا بیانِ شوق بپایان نمی رسد
کوتاہ ساز قصۂ دور و دراز را

اب مجھ مسکین کی اپنے آفریدگار سے ایک مناجات ہے اور اس کی درگاہ میں
بیانِ حاجات ہے، اسمیں سے چند کلمات ان اوراق میں بھی تحریر کرتا ہوں تاکہ جب،
چاہوں اس کو پڑھ کر اپنا وقت خوش کرلوں، اور اگر کسی کا حال میرے حال کے
موافق ہو تو وہ بھی اس سے اپنا وقت خوش کر سکے، شاید کہ وہ میرے لئے بھی دعا
کرے جو حصولِ مدّعا کا باعث ہو وَاِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّجِیْب

# مُناجات

## بدرگاہ قاضی الحاجات

خُداوندا میرے ساتھ وہ سلوک کر جو مولائے کریم محسن اپنے بندۂ ضعیف و گنہگار کے ساتھ کرتا ہے، اور وہ سلوک نہ کر جو حاکمِ عادل قادر، راہزنِ مفسد و عیّارِ بدکار کے ساتھ کرتا ہے۔

خُداوندا تو جانتا ہے کہ میرے سینے میں کتنی اُمیدیں اور آرزوئیں موجزن ہیں مگر مجھے اپنے ضعف و ناتوانی کا یقین ہے، میں اپنے لئے کوئی مدّعا معیّن نہیں کرنا چاہتا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ شاید اس کے خلاف میں فائدہ ہو، سوائے درجاتِ آخرت کے کہ اُن کی خیریت متعیّن ہے۔ کبھی سوچتا ہوں کہ یہ خواہش بھی طریقِ عبودیّت

کے خلاف ہے اور بندہ کو کوئی آرزو نہ کرنی چاہیئے لیکن یہ منزل بعید ہے اور بندۂ عاجز سراسر خواہش و آرزو ہے۔ الٰہی میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں چونکہ دُنیا کی آرزوؤں کے درمیان موت حائل ہے اسلئے یہ سب ہیچ ہیں۔ لہٰذا میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں اور استقرارِ حق پر استقامت، قوّتِ یقین، اور وہم پر غلبۂ عقل کا طلبگار ہوں، موت سے محبّت عطا فرما تاکہ اس دُنیا سے رُخصت ہونا دشوار معلوم نہ ہو اور محبّتِ فقر انصیب کر تاکہ موت سے محبّت ہو۔

خُداوندا اسباب فراہم کرنے کا یارا نہیں ہے۔ مگر اسباب کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا، اس بیچارہ کے کاموں کو دائرۂ اسباب سے باہر رکھ، اور اگر سبب کے بغیر چارہ نہیں تو سبب کو ہم پر آسان کر۔

خُداوندا وہ حالات پیدا کر جو دل کی گرہ کھول دیں، دل باغ باغ ہو جائے اور خاطر کو فراغ حاصل ہو جائے۔

خُداوندا کام تو وقت پر موقوف ہے لیکن اس سے پہلے بشارت عنایت فرما جس سے دل خوش ہو جائے، اور یقین عطا فرما کہ کُلفت دُور ہو جائے۔

دُنیا کے کاموں کو ہم پر آسان کر اور اس کے وجود و عدم کو یکساں کر۔

خُداوندا اگرچہ بندہ تجھ سے غائب ہے مگر تُو خود حاضر ہے، بندہ کی فریاد کو ضائع نہ کر۔

خُداوندا پُرانی آرزوؤں کو از سرِ نو تازہ کر اور افسردہ خیالات کو تازگی بخش۔ جو چیز ہم کو عنایت نہیں کرنی ہے اس کی ہوس ہمارے دل سے نکال دے اور جو چیز عطا کرنی ہے اس کی کوشش کے لئے ہمّت

بخش اور یقین عطا فرما تاکہ وقت سے پہلے اُس کے حاصل کرنے میں عجلت نہ کریں۔

خُداوندا اپنے کلام سے محبّت عطا فرما کہ اس میں مستغرق ہو جائیں، اور تیرے ذکر کے سوا ہر چیز کو ترک کر دیں۔

خُداوندا میرے غم کی کیفیّت و حقیقت کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا، جس کسی سے بیان کرتا ہوں وہ حقیقتِ حال کو سمجھے بغیر کچھ سے کچھ کہہ دیتا ہے جو میرے لئے بے سُود ہوتا ہے اور میرے درد کا علاج نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس کو کسی اور غرض پر محمول کرتے ہیں۔ الٰہی تو میری حقیقتِ حال کو جانتا ہے اور میری غرض و غایت و نیّت کو بھی، الٰہی میں صدقِ نیّت کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ تجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تجھ سے صدقِ نیّت اور حسنِ عمل کا سوال کرتا ہوں۔

خُداوندا میرا کوئی عمل ایسا نہیں جو تیری درگاہ کے لائق ہو سب اعمال نقصان و فسادِ نیّت سے پُر ہیں۔ بجُز ایک عمل کے کہ ہر چند میری نسبت سے حقیر ہے لیکن تیری ذاتِ پاک کی بدولت بہت عظیم و خطیر ہے، اگرچہ بندوں کے سب اعمال نقصان و تقصیر کے ساتھ موصوف ہیں مگر خاکم بدہن اس عمل کے ساتھ تقصیر پسندیدہ نہیں، وہ عمل کیا ہے، یعنی تیرے حبیب کے حضور میں بندوں کا قیام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بحالتِ تضرّع و انکسار و عجز و نیز دنی صلوٰۃ و سلام کا

تحفہ بھیجنا۔ خداوندا وہ کونسا موقف و محل ہے جہاں تیری خیر و برکت کا نزول اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ خداوندا مجھ کو یقینِ صادق ہے کہ یہ عمل تیری درگاہ میں مقبول ہوگا اور ہرگز باطل نہ ہوگا حاشا حاشا

خداوندا نیک لوگ چلے گئے اور جو مرد تھے وہ گزر گئے۔ اب ایسا زمانہ آیا ہے جس میں نیک ہونا دشوار بلکہ نیکی کا تصوّر بھی محال ہے، لیکن اگر تو قوّت دے اور تائید فرمائے تو آسان ہے۔ الٰہی اگر چند نیک افراد باقی ہیں تو اُن کو تخمِ نیکی کے لئے نگاہ رکھ اور اس تُخم سے شاخیں اور ثمر پیدا کر۔ اُمیدوں کو شاخ درشاخ کر اور دلوں کو باغ در باغ بنا۔ ؎

سپردم بتو مایہ خویش را　　　تو دانی حسابِ کم و بیش را

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ اَجْمَعِیْن

میرا ایک قصیدہ نعت میں ہے جس کے ساتھ کلام کو ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ عاقبتِ کار محمود ہو۔ یہ قصیدہ اگرچہ اس ملک میں لکھا گیا تھا لیکن زیارتِ مدینہ مطہرہ کی سعادت حاصل کرنے پر سیّدِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے حضور میں پڑھا گیا اور درجۂ قبولیّت کو پہنچ کر حصولِ مدعائے حقیقی کا موجب ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

## قصیدہ

بیا اے دل دمے از ہستیِ خود ترکِ دعوے کن
میفگن چشم بر صورت نظر در عینِ معنے کن

فگندی چوں نظر در عینِ معنے بعد ازاں اے دل
چو عنقا از سرِ عزت بقافِ فقر ماوے کن

چو زیں دارِ فنا قصدِ سفر سوئے دگر داری
چرا غافل نشینی اے دل اسبابش مہیا کن

بشاگردی درآ در مکتبِ جاں پس بلوحِ دل
بتعلیمِ دبیرِ عشق حرفِ شوق املا کن

چہ حاجت کز پئے خلوت روی در کنجِ تنہائی
بیادِ دوست خود را از خیالِ غیر تنہا کُن

بیا در انجمن خلوت گزیں وا از رہِ دیگر
بچشمِ دل جمالِ دوست را ہر دم تماشا کُن

کمالِ نفس و ہم تہذیبِ اخلاقت بدست آید
اگر ایں را ہوس داری بنائے شرع برپا کُن

حقیقت از شریعت نیست پیشِ عارفاں بیروں
مثالِ آں بکشتی ساز و شہرِ آں بدریا کُن

بریں کشتی نشیں تا بگذری زیں بحرِ بے پایاں
نہ چوں فرعون خود را غرقِ بحرِ کفر و اغوا کُن

دگر خواہی زباں بکشائی و در راہِ سخن پوئی
ثنائے پادشاہِ یثرب و سلطانِ بطحا کُن

سریر آرائے مُلکِ آفرینش احمدِ مرسل
کہ پیش از وے نشد در مُلکِ ہستی کار فرما کُن

قیاسِ رُتبہ و مقدارِ فصل از انبیا تا وے
ز قطرہ تا بدریا یا ز ذرّہ تا بہ بیضا کُن

اگر خیریتِ دُنیا و عقبےٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنّا کُن

بیا اے دل قدم نہ بر سرِ کوئے وفا وانگہ
زراہِ صدق جاں را خاکِ راہِ آں کفِ پا کُن

ثنائش گو ولی چوں نیست ایفائش ز تو ممکن
بایں یک بیت مدحش را علی الاجمال ایفا کُن

مخواں او را خدا از بہرِ امرِ شرع و حفظِ دیں
دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کُن

خرابم در غمِ ہجرِ جمالت یا رسول اللہ!
جمالِ خود نمار حمے بجانِ زارِ شیدا کُن

جہاں تاریک شد از ظلمتِ ظلمِ سیہ کاراں
بیاؤ عالمے را روشن از نُورِ تجلّے کُن

ز ظلمِ ظالماں شور ست و غوغا ہر طرف آخر
بعدل و رافت خود برطرف ایں شور و غوغا کُن

بصدیقؓ صداقت پیشہ فرما تا قدوم آرد
طریقِ صدق و آئینِ وفا را باز پیدا کُن

عمرؓ را باز بنشاں بر سریرِ معدلت آئین
بدیں آئین میانِ خلق رسمِ عدل احیا کُن

ہمہ کس راست از عجب و تکبّر دعوے اندر سر
ز سر بنشست عثمانؓ را و قطعِ امرِ شورا کُن

بدفعِ حیلۂ این روبہاں بفرست شیرِ حق
بفرمایش کہ قلعِ باغیاں و قمعِ اعدا کن

بزورِ بازوئے خیبر کُشا بنیادِ جہل افگن
رواجِ رونقِ بازارِ علم و کارِ تقوےٰ کن

دگر نائی تو با یاران بظلم آبادِ این دُنیا
بدفعِ ظالماں حکمِ نیابت را بعیسےٰ کُن

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطفِ خود سرو سامان جمع بے سرو پا کن

بیا حقّی مدہ تصدیع خدّامِ جنابش را
کہ احوالِ تو معلوم ست اظہارش مکُن یا کُن

(منتخب الغمان)

تمّت

# غلط نامۂ انوارِ صوفیہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۸ | ۴ | محدّثین | محدّثین | ۴۶ | ۷ | بہ | پر |
| ۲۰ | ۱۳ | حضر | خضر | ۴۶ | ۱۵ | کجھ | کچھ |
| ۲۱ | ۱۹ | خوبصورت | جوبصورت | ۵۲ | ۶ | وجا | وچار |
| ۲۳ | ۱۲ | نہیں | نہیں | ۵۵ | ۴ | لو | کو |
| ۲۹ | ۴ | ذلیل العارفین | دلیل العارفین | ۵۵ | ۶ | حق | بجق |
| ۳۱ | ۱۹ | در | اور | ۶۱ | ۱۴ | دردبھرادل | دردبھرے دل |
| ۳۱ | ۱۹ | میدوار | امیدوار | | | اساتھ | کے ساتھ |
| ۳۲ | ۱۸ | و | وہ | ۶۷ | ۷ | ٹھہندپال | تہندپال |
| ۳۵ | ۳ | تھی | تھی | ۶۷ | ۱۰ | کہ | کو |
| ۳۵ | ۱۰ | ڈوہبے | ڈوبے | ۶۸ | ۴ | ستھر | پتھر |
| ۳۸ | ۶ | رفابت | رقابت | ۷۰ | ۱ | مدایوں | بدایوں |
| ۴۰ | ۱۵ | برڈھا | بڑھا | ۷۱ | ۱۴ | ٹبلو | ٹبلوا |
| ۴۰ | ۱۶-۱۷ | لنجیب | ابوالنجیب | ۷۲ | ۱ | ڈادی | وادی |
| ۴۳ | ۱۹ | نے | نے | ۷۲ | ۵ | کیا | گیا |
| ۴۵ | ۶ | اولاد... | اولادسے ہیں | ۷۵ | ۱ | ذکراور | ذکرنہیں اور |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۸۰ | ۷ | شیخ رالدینؒ | شیخ بدرالدینؒ | ۱۰۲ | ۱۶ | اغراض | اعراض |
| ۸۱ | ۱ | اِس | دس | ۱۰۳ | ۹ | ہاتھ و بیعت | ہاتھ پر بیعت |
| ۸۷ | ۶ | اِ دحام | ازدحام | ۱۰۳ | ۱۸ | خوش یختی | خوش بختی |
| ۸۸ | ۲ | ثناول | تناول | ۱۰۸ | ۴ | افواہیں واقعات کا | زلزلے تکوین کا |
| ۸۸ | ۸ | دبلہ | ڈیلا | ۱۱۲ | ۱ | ہں | ہیں |
| ۸۸ | ۹ | یقین | لیکن | ۱۳۳ | ۶ | حذاب | عذاب |
| ۸۸ | ۱۰ | دبلہ | ڈیلوں | ۱۳۴ | ۵ | خلامت | خلافت |
| ۹۰ | ۱۲ | ثکر اوکر | شکر ادا کر | ۱۳۵ | ۸ | جاب حق | حجاب حق |
| ۹۱ | ۱۰ | سانِ فانی | جہانِ فانی | ۱۴۲ | ۱۶ | حالِ نو | حالِ تو |
| ۹۳ | ۸ | .. فقیر کی مثال | علماء کے درمیان | ۱۴۵ | ۱ | فرزندن | فرزندوں |
| | | | فقیر کی مثال | ۱۶۱ | ۱ | الحطبا | الخطبا |
| ۹۷ | ۱۷ | ارشا | ارشاد | ۱۶۱ | ۱۲ | سراسر | میراسر |
| ۹۸ | ۴ | نعمت خلافتِ | نعمتِ خلافت | ۱۶۶ | ۱ | رنگ | رنگ |
| ۹۹ | ۱ | بشرۂ بارک | بشرۂ مبارک | ۱۶۷ | ۱۰ | تبیز | تیز |
| ۹۹ | ۷ | خستہ حالی | خستہ حال | ۱۸۳ | ۳ | بیان کہ | بیان کیا کہ |
| ۹۹ | ۷ | حیات وموات | حیات وموت | ۱۸۵ | ۳ | اُن پڑھ | آن پڑھ |
| ۹۹ | ۱۹ | ہوجانی | ہوجاتی | ۱۹۸ | ۵ | ادت | ارادت |
| ۱۰۱ | ۱۸ | بیوست | پیوست | ۲۰۶ | ۱ | میں ہیں | میں سے ہیں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۲۲۴ | ۲ | براہ راست | کے براہ راست | ۳۰۳ | ۱۹ | رہ | وہ |
| ۲۲۶ | ۲ | اولادے ہیں | اولاد دے ہیں | ۳۱۶ | ۵ | ازمیان | زمیان |
| ۲۴۱ | عنوان | پاٹلی | پائلی | ۳۲۱ | ۴ | تاوبل | تادیل |
| ۲۴۲ | ۵ | نو | تو | ۳۲۲ | ۱۱ | علوم طاہری | علوم ظاہری |
| ۲۴۳ | ۲ | ہے | تھے | ۳۳۲ | ۵ | عمرانی بھی شیخ | عمرانی شیخ رح |
| ۲۴۳ | ۳ | آب | آپ | ۳۳۳ | ۱۴ | بھر | پھر |
| ۲۴۳ | ۷ | مارک | ملوک | ۳۵۱ | ۶ | خطیرہ | حظیرہ |
| ۲۴۴ | ۶ | فرمانے | فرماتے | ۳۸۱ | ۱۸ | ایسی | وہ |
| ۲۴۴ | ۱۸ | سنیفتگی | شیفتگی | ۳۸۶ | ۱ | کملانِ | کاملانِ |
| ۲۵۰ | ۳ | لفسانی | نفسانی | ۴۰۶ | ۶ | قمابا | فرمایا |
| ۲۵۰ | ۱۳ | چھیڑا | چھڑا | ۴۱۰ | ۴ | طریقِ | طریق |
| ۲۵۴ | ۷ | کسنال | کمال | ۴۲۲ | ۵ | بُلایا | بُلاتا |
| ۲۵۶ | ۱۳ | احتیار | احتیاط | ۴۴۴ | ۲ | چھ اسطوں | چھ واسطوں |
| ۲۵۸ | ۶ | مگر | مکر | ۴۸۳ | ۳ | اور فرائض | اور اپنے فرائض |
| ۲۵۹ | ۶ | شکایات | حکایات | ۴۸۹ | ۴ | دلدد | دارد |
| ۲۷۰ | ۱ | الااستہ | آراستہ | ۵۰۶ | ۱۸ | نیر | نیز |
| ۲۷۴ | ۱۲ | اُن میں کوئی | اُن میں سے کوئی | ۵۳۴ | ۲ | احتیا | احتیاط |
| ۲۹۵ | ۱۹ | دردِ رہ | دردِ زہ | ۵۴۱ | ۱۰ | کے مشابہ | سے مشابہ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۵۴۲ | ۷ | حلم | حکم |
| ۵۴۸ | ۳ | گرنے | کرتے |
| ۵۶۹ | ۸ | پھاڑا | جھاڑا |
| ۵۷۵ | ۲ | کسی | کسبی |
| ۵۷۸ | ۵ | غلبۂ سوق | غلبۂ شوق |
| ۵۸۱ | ۴ | کرما | کرنا |
| ۵۸۱ | ۱۷ | دیئے | دے |
| ۵۸۳ | ۲ | کرو ... | کرو لیکن میں کہتا |
| ۵۸۳ | ۷ | او کہتا | اور کہتا |
| ۵۸۳ | ۸ | ہیں | بعد میں |
| ۵۸۴ | ۸ | جلہ | جگہ |
| ۵۸۶ | ۱۲ | نتیجہ .. | نتیجہ وہ خواب |
| ۵۸۷ | ۴ | میرے | میرے لئے |
| ۵۹۰ | ۱۷ | تازکی | تازگی |

# مجــــدّد اعظم

سیرت

حضرت مجدّد الف ثانیؒ

قیمت : تین روپے

---

شعاع ادب ، لاھور

سرورق رپن پریس ، لاھور میں چھپا